بلاشبہ اللہ کا اصل دین اسلام ہی ہے۔ القرآن

میرا قبولِ اسلام

انگریز نومسلمین کے قبولِ اسلام کی داستان
اُن کے اپنے قلم سے

ترجمہ
بشیر سوز

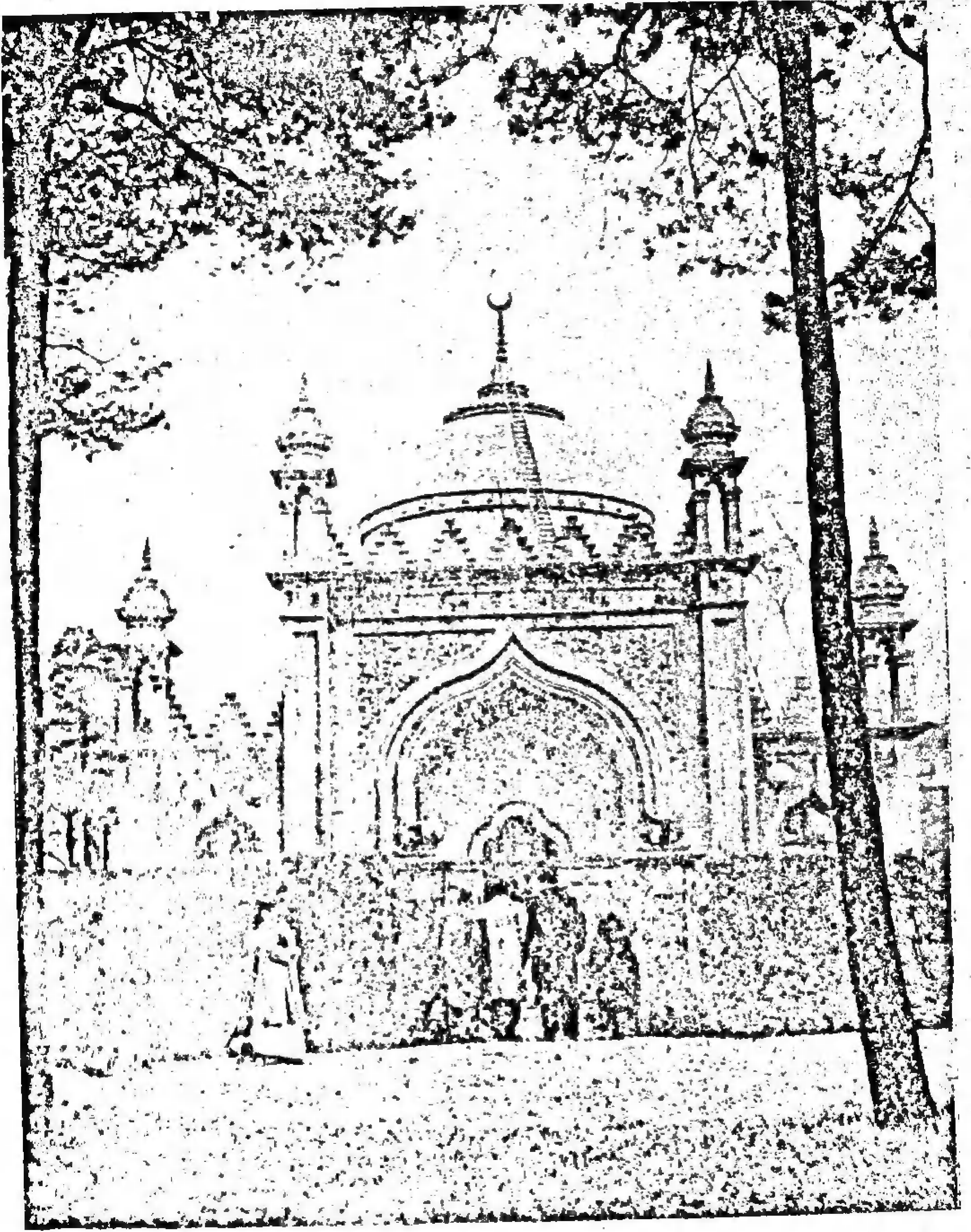
مُسلم بُک سوسائٹی، عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ، لاہور
ووکنگ مُسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ،

قیمت :۔ دو روپے پچاس پیسے

طبع اوّل ۔ دسمبر ۱۹۶۲ء

تعداد :۔ ایک ہزار

پاکستان ٹائمز پریس لاہور میں چھپ کر دفتر ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ
لاہور سے شائع ہوئی



شاھجہان مسجد ۔ ووکنگ ۔ سرے ۔ انگلستان

اِنتساب

انسان کی فطرت کے نام،

—— مُترجم

فہرست

حرفِ اوّل

گذشتہ سال ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ انگلستان نے عید الفطر کے موقعہ پر "اسلام اور چوئس" کے نام سے ایک کتاب انگریزی میں شائع کی تھی۔ یہ کتاب چار حصص پر مشتمل ہو۔ پہلا حصہ اسلامی تعلیمات اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت و معاشرت کے متعلق مسلمان مفکروں کی تحریرات کا انتخاب ہے۔ دوسرے حصے میں انگریز نومسلموں کے قبول اسلام کی خود نوشت داستانیں درج ہیں جن میں ان کی روحانی کشمکش مذہب کے بارہ میں تذبذب تشکک اور اسلامی تعلیمات کے تاثرات حسین پیرایہ میں مرقوم ہیں۔ تیسرا حصہ مشاہیر عالم، غیر مسلم مفکرین اور مصنفین کی اسلام اور بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آراء پر مشتمل ہے اور چوتھے حصے میں قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث نبویہ کا انتخاب، حضرت خواجہ کمال الدینؒ کے مضمون "اسلام ـــ میرا دلنشین انتخاب" اور دیگر متفرق اقتباسات درج ہیں۔

کتاب مذکورہ کا دوسرا حصہ خاص طور پر اس کتاب کی شہرت اور مقبولیت کا باعث ہوا ہے۔ ماہنامہ "اسلامک ریویو" انگلستان میں اسلام قبول کرنے والوں کے تاثرات "میں کیوں مسلمان ہوا" کے عنوان کے تحت شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مغرب میں تبلیغ اسلام کے کام سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کی یہ خواہش تھی کہ ان تمام مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ان مضامین کو مذکورہ بالا تین اور حصص کے اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں "اسلام اور چوئس" میں اشاعت کے زیور سے آراستہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب مغرب میں تبلیغ اسلام کے مؤثر، کامیاب اور نتیجہ خیز امکانات کو، جسے اس صدی کے اوائل میں ایک خوش آئند خواب اور مجنون کی بڑ سمجھا جاتا تھا، ایک زندہ اور عملی حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہے :۔

" اسلام اور یورپ " کے دوسرے حصے میں جس کا اردو ترجمہ " قبول اسلام " کے نام سے آپ کے زیر نظر ہے ان یورپین نومسلمین کے قبول اسلام کے تاثرات جمع کئے گئے ہیں جن میں کئی ایک مصنف و مقرر، مدبر و مفکر، انجینئر و ڈاکٹر، بڑے بڑے تاجر اور دوکاندار، معلم اور متعلم، محقق و مؤرخ، شہزادے اور شہزادیاں، لارڈ اور بیرن، غرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ یہ کتاب خاص طور پر اس لئے بھی دلچسپی کا باعث ہوگی کہ مغربی ترقی یافتہ ممالک کے مختلف طبقوں کے لوگوں کے ذہنوں پر اسلام اور اس کی تعلیمات نے جو اثرات مترتب کئے ہیں وہ بڑے حسین اور دلکش انداز میں اس میں درج ہیں۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اندر کس قدر فطری اور روحانی قوتیں موجود ہیں اور اس نے بنی نوع انسان کی مادی اور روحانی استعدادوں کی نشوونما اور تقویت کے لئے جو لائحہ عمل پیش کیا ہے وہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ عیسائیت کے اس معروف الزام کو کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے اس کتاب نے غلط ثابت کر دیا ہے۔ اور اس سے اسلامی تعلیمات کی روحانی قوت و کشش روزِ روشن کی طرح منظرِ عام پر آگئی ہے۔

۱۹۱۲ء میں حضرت خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ جب تبلیغ اسلام کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے تو عام مسلمانوں نے ان کا یہ کہکر مذاق اڑایا کہ بھلا مغربی ذہن بھی کبھی اسلام قبول کرسکتا ہے؟! دوسرے لفظوں میں انہیں یہ یقین ہی نہ تھا کہ اسلام مغرب کے ترقی یافتہ مادی ذہن پر فطری نور کی شعائیں ڈال سکتا ہے اور روحانی غذا بہم پہنچا سکتا ہے۔ لیکن لارڈ ہیڈلے ڈاکٹر مارکوس، مسٹر آرچیبالڈ ہملٹن، مارماڈیوک پکتھال وغیرہم ایسی ذی علم و مرتبت شخصیتوں کے

اسلام قبول کرنے پر مسلمانانِ ہند و پاک کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، اور انہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ اسلام میں واقعی فطری جذب و کشش موجود ہے اور اس کے اندر ایک ایسی مقناطیسی قوت پائی جاتی ہے جو اربابِ علم و دانش اور سعید ارواح کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ ۱۹۱۲ء سے ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) مغرب میں تبلیغ اسلام کے کام میں ہمہ تن مشغول ہے یہ اسلام کی برکات و ثمرات سے مغربی دنیا کو متمتع کر رہا ہے۔ اور نورِ اسلام کی ضیا باریوں سے مغرب کی روحانی دنیا منور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ ادارہ آج بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے۔

ابھی تک ہمارے ذہنوں میں یہ بات غیر شعوری طور پر منقش ہے کہ مغرب میں اسلام قبول کرنے والوں کے پیشِ نظر کوئی دنیوی اغراض ہوتی ہیں، حسنِ اتفاق سے امریکہ کی ایک نوجوان اور پڑھی لکھی ادیبہ مارگریٹ مارکس (مریم جمیلہ) جو ایک دو سال قبل امریکہ میں مسلمان ہوئی تھیں اب پاکستان میں تشریف رکھتی ہیں ان کے مضامین ماہنامہ اسلامک ریویو مجریہ لندن میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان مضامین سے ان کا اسلامی تعلیمات کے گہرے اور وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ اور ان کی طرزِ تحریر اور طرزِ استدلال اسلام کے لئے جوش و جذبہ غیرت و حمیت اور اس پر کامل ایمان کو واضح کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مدیر طلوعِ اسلام بھی کچھ ایسے ہی ذہنی انقباض میں مبتلا ہیں، جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ وہ "اسلام اور یوتھ" پر تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس قسم کی کتاب کا شائع ہونا بڑا ضروری تھا۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ جن توقعات کو لے کر ہم نے کتاب کا مطالعہ شروع کیا وہ پوری نہ ہوئیں ہم نے سمجھا تھا کہ یورپ کے متلاشیانِ حقیقت نے اسلام کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو گا اور پھر بتایا ہو گا کہ ان کے نزدیک وہ نوعِ انسان کی ان مشکلات کا کیا حل بتاتا ہے جن سے

اقوام عالم اس وقت دوچار ہیں اور یہ دین کس طرح وہ راستہ دکھاتا ہے جس کی تلاش میں انسانیت مارے مارے پھر رہی ہے۔ لیکن ہمیں اس قسم کی کوئی بات بھی ان لوگوں کے بیانات میں نہ مل سکی"

مدیر طلوعِ اسلامؒ کا خیال ہے کہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والوں کو اسلامی تعلیمات تبھی متاثر کر سکتی ہیں جب وہ ان مشکلات کا حل پیش کریں، جن سے اقوام عالم اس وقت دوچار ہیں۔ لیکن مذکورہ تاثرات میں تو اسلامی تعلیمات کی سادگی، حقیقت پسندی، تہذیب نو کی قباحتوں سے مبرا معاشرہ کی تشکیل کے سلئے ہدایات۔ زندگی کی تگ و تاز میں ان تعلیمات کی عملی شکل و صورت، رنگ و نسل اور قومیت کے امتیاز سے پاک اسلامی برادری۔ خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے غیر فطری اور مبہم قسم کے عقائد پر آنکھیں بند کرکے ایمان لانے کی بجائے غور و فکر کی تلقین۔ سادہ اسلامی طریق عبادت جس کے ذریعہ ہر ایک بشر اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق خدا کا مقرب بن سکتا ہے اور ایسی ہی غیر معمولی باتوں کا ذکر ہے۔ یہ حقائق اور تاثرات مدیر طلوع اسلام کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتے کاش اگر وہ تھوڑے سے غور کے ساتھ "اسلام اور یہ یوٹس" کے صفحات کا مطالعہ فرماتے تو ان کی بیان کردہ توقعات بھی یقیناً پوری ہو جاتیں جن میں انگریز نومسلمین کے خود نوشت مضامین میں ایسے حقائق اور تاثرات موجود ہیں۔ اور ان مشکلات کا خاص طور پر ذکر ہے جن سے اقوام عالم دوچار ہیں۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

(۱) ڈاکٹر حمید مارقوس لکھتے ہیں:۔

اسلام کے اصول و تعلیمات کی تحقیق کے دوران میں نے محسوس کیا تھا کہ انسانیت کے متعلق میرے جو اپنے نظریات تھے اسلامی نظریات اُن سے مختلف نہ تھے اور اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ خاص کر خدا کے وجود اور خدا کی ذات و صفات کے متعلق اسلام کا نظریہ بہت ہی پاک ہے

ان مسائل میں اسلام کا نظریہ بے حد واضح اور عقلی ہے اور اسلام نے خواہ مخواہ عقیدہ کے طور پر کوئی بات ذہن انسانی پر زبردستی نہیں ٹھونسی ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح اسلام کے عقائد موجودہ سائنس سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتے بلکہ موجودہ سائنس سے اسلام کے عقائد کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور یہ بھی ایک واضح ثبوت اس بات کا ہے کہ اسلام مذہب فطرت اور ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ چونکہ سائنس اور فطرت کے اصول اسلامی اصولوں کی مخالفت نہیں بلکہ تائید و حمایت کرتے ہیں اس لئے ایک ایسے شخص کے لئے جو اپنی بہترین قابلیت کے ساتھ سائنس کی ترقیات میں سرگرم ہو اس سے زیادہ بہتر کوئی مذہب نہیں ہو سکتا جس کی سائنس خود حمایت کرے اور یہ مذہب صرف اسلام ہے۔ اسلام افراد اور سوشلزم کے درمیان ایک سنہری کڑی ہے"

(۲)۔ پولینڈ کے ایک نومسلم رقمطراز ہیں:۔

" مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اسلام کے اصول میرے ذہنی رجحان کے عین مطابق اور انسانیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مکمل ہیں۔ میں نے اسلام میں انسانی نظام حیات کے لئے ایک مبسوط و مکمل ضابطہ پایا۔ ایسا ضابطۂ حیات جو پوری دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرنے کے لئے ہے اور جس میں فطرت انسانی کے مطابق ایسی لچک موجود ہے جو ہر دور کے لئے مناسب و موزوں ہے . . .

تہذیب و تمدن میں با اصول ہونے کی حیثیت سے اسلام کے اصولوں کو میں نے قبول کیا۔ میں اسلام کے جن تمدنی اصول و نکات سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں ان میں زکوٰۃ کا اصول بھی ہے جو سوسائٹی کے اقتصادی نظام کو منظم و مستحکم رکھنے کے لئے

بے مثل ہے۔ اسلام کے اصول وراثت، ناجائز و ناپسندیدہ منافع خوری جس میں سود خوری بھی شامل ہے۔ اس کی ممانعت اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت کے متعلق اسلامی اصول و احکام نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اسلام کے یہ تمام تمدنی و اقتصادی اصول کمیونزم و سرمایہ پرستی کے درمیان بہترین راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلام میں افراد جماعتوں اور مملکتوں کے درمیان اختلافات و منافقات کو ختم کرنے کا بہترین طریقہ بتایا گیا ہے۔ تعلیم و تمدن کی بہترین واضح حدیں رکھی گئی ہیں انصاف و مساوات کا تحفظ کیا گیا ہے اور انسانیت کی حقیقی رہنمائی و رہبری کی گئی ہے۔"

(اسماعیل وسیلا جزیرسکی (پولینڈ)

(۳)۔ سر آرچیبالڈ ہملٹن کا بیان ہے کہ:۔

"دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جو جاہل اور متعصب لوگوں کا سب سے زیادہ تختہ مشق بنا رہا ہے۔ حالانکہ یہ وہ مذہب ہے کہ لوگ اگر ذرا سمجھنے کی کوشش کرتے تو ان پر واضح ہوتا کہ اسلام ہی سوشلزم کے مسئلہ کا صحیح حل ہے۔ کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امیر اور غریب، زبردست اور کمزور میں مساوات پیدا کرتا ہے۔ اور ایک انسان کو دوسرے انسان کے لئے رحمت کا باعث بناتا ہے۔ انسانی نسل تین طبقوں میں منقسم ہے۔ اول وہ لوگ ہیں۔ جن کو اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کو معاش پیدا کرنے کے لئے تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ تیسرا آخری طبقہ بیکاروں اور کاہلوں کا کثیر طبقہ ہے۔ یا پھر وہ لوگ ہیں جو پلنے کٹنے کی وجہ سے یا ناموافق حالات کی بناء پر عاجزی اور درماندگی کے گڑھے میں پڑے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام شخصی قابلیت ۔۔۔

اور ذاتی ذہانت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ مذہب تخریبی نہیں تعمیری ہے۔ یوں سمجھئے کہ ایک شخص زمیندار ہے۔ اور اتفاق سے امیر ہے۔ اسے زمین کی کاشت کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ کچھ مدت تک زمین کی کاشت نہ کرے اور وہ یونہی بیکار پڑی رہنے دے تو یہ زمین اُس کے قبضہ سے نکل جائے گی، اور عوام کی ملکیت ہو جائے گی۔ اور اسلامی شریعت کی رو سے یہ زمین اُس شخص کی ملکیت قرار پائے گی جو اس زمین سے فائدہ اُٹھانے کا اہل ہو اور جو اسے کاشت کر سکے۔"

(۴)۔ ایک جرمن نومسلم مسٹر عبداماں ہوبوم لکھتے ہیں:۔

"اشتراکیت میں چند اچھی باتیں ہیں اور اسی طرح جمہوریت اور نازی ازم بھی اپنے اندر خوبیاں رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک میں بھی نیک زندگی کے لئے مکمل لائحہ عمل نہیں ہے۔ یہ حسن اسلام میں ہے اور اسی لئے سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ اسے قبول کرتے ہیں"

(۵)۔ ہالینڈ کے فیصل ڈبلیو ویگز نے اپنے ان تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے جن کے نتیجہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا لکھا ہے کہ:۔

"میں نے اپنی جستجو اس حد تک جاری رکھی کہ میں نے اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ بھی کیا۔ اور اسی سلسلہ میں مجھے مذہب اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کا بھی موقع ملا۔ اسلام کے متعلق میرے مطالعہ کی بنیاد قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنے پر تھی اور قرآن شریف میں میں نے پڑھا کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس میں متنبہ کرنے والے نہ آئے ہوں اور اس کا میرے

قلب و ذہن پر بڑا اثر پڑا۔ ساتھ ہی اسلام میں مساوات و اخوت کے متعلق میں نے جو کچھ پڑھا اس سے میں یہ سمجھنے پر مجبور رہا کہ اسلام نے انسانیت کا تمام مذاہب سے زیادہ تحفظ کیا ہے۔

میں نے مذاہب کے متعلق تحقیقات کے دوران اکثر مذاہب میں تنگ نظری کا مشاہدہ کیا لیکن اسلام کے متعلق میں نے دیکھا کہ یہ مذہب وسعت نظر کی تعلیم دیتا ہے اور دنیا بھر کی اچھائیاں حاصل کرنے کی ترغیب اسلام میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے یہ ارشاد گرامی پڑھا کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین جانا پڑے"۔ اس حدیث شریف کو پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ واقعی اسلام تاریکی سے روشنی میں لانے کا ذریعہ ہے اور جب میں نے پوری طرح یہ تحقیق کر لی کہ انسان کے لئے مذہبی، تمدنی، اقتصادی سیاسی اور عدل و انصاف کی حیثیت میں بہترین راستہ صرف اسلام دکھاتا ہے تو میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر کے دلی اطمینان و سکون حاصل کیا۔"

یہ ہیں وہ تاثرات جو اسلام قبول کرنے والے یورپین اصحاب نے اس مذہب کے متعلق لکھے ہیں اور جن میں انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے، جو نوع انسانی کو تنگ نظری اور نسلی و لونی تفاوت و امتیازات سے نکال کر وحدت انسانی کے مشترک پلیٹ فارم پر کھڑا کرتا ہے یہ ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق مکمل عملی ہدایات اپنے اندر رکھتا ہے، جن پر عمل پیرا ہو کر وہ تمام مشکلات اور مصائب دور ہو سکتی ہیں جن میں اقوام عالم اس وقت گھری ہوئی ہیں تعجب ہے کہ مدیر طلوع اسلام کو مغربی نو مسلمین کے مندرجہ بالا بیانات میں کیوں یہ باتیں نظر نہ آئیں، کیا اس کی وجہ ان کی اپنی کوتاہ نظری اور غلط طرزِ فکر تو نہیں ؟

معاشرے میں فرد ایک وحدیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اصلاح اور اس کے فکر و عمل میں صحیح توازن پیدا کرنا مذہب کا اصل کام ہے۔ آج کے بین الاقوامی مسائل جو مغربی سیاست کی پیداوار ہیں افراد ہی کے فکر و عمل کا نتیجہ ہیں۔ افراد کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جن کے گرد قوموں کی زندگی اور معاشرے کا مستقبل گھومتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے[۱]۔ اس کی بیسیوں مثالیں خود بین الاقوامی سیاست میں دیکھنے میں آتی ہیں جن میں بین الاقوامی مسائل پر افراد کی طرز فکر و عمل کا واضح اور دور رس اثر کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر سٹالن کے بعد خروشیف کی آزاد پالیسی نے اگر ایک طرف غیر جانبدار طبقے کو جنم دیا اور مغرب کے "آہنی دیوار" کے پراپیگنڈے کو بےکار کر کے رکھ دیا۔ اور برلن کے مسئلے کو ایک بار پھر امن عالم کے لئے ایک خطرہ بنا دیا ہے تو دوسری طرف چین جو اب تک روس کا گہرا دوست تھا ایک نئے روپ میں دنیائے سیاست پر رونما ہو چکا ہے۔

امریکہ میں جان فاسٹر ڈلس غیر جانبداری کو ایک جرم قرار دیتے تھے اور اسی نظریہ کے تحت انہوں نے کئی ایک فوجی معاہدے اور سیاسی سمجھوتے کئے لیکن جان ایف کینیڈی کے صدر بنتے ہی غیر جانبداری کو تسلیم کر لیا گیا اور گذشتہ فوجی معاہدے اور سیاسی سمجھوتے کمزور پڑ گئے اس سے معاہدوں میں منسلک ممالک امریکہ سے بدظن ہونے شروع ہو گئے اور اس طرح امریکہ کو نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر فرد کو معاشرے کی بنیاد قرار دیا ہے۔ روزمرہ کی زندگی

---

[۱] اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (بدلے کے) یا زمین میں فساد کے مار ڈالے تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔ (المائدہ - ۳۲)

نمازوں میں جو آخری دعا پڑھی جاتی ہے اس کے معانی اور ترتیب پر غور کریں[۱] تو اس میں معاشرے کی تشکیل و ترتیب یوں ہے - فرد، اس کی اولاد، والدین اور پھر آخر میں مومنین - قرآن مجید کی یہ معاشرتی تشکیل نہایت حقیقت پسندانہ ہے - اس حقیقت سے پہلو تہی اور انحراف نے قومی کردار کی اصلاح کے طریق کار کو غیر موثر بنا دیا ہے جس سے دنیا آج نت نئے معاشرتی مسائل سے دوچار ہے - دنیوی ترقیات اور مادی تعیشات کے ہوتے ہوئے بھی انسانی قلب بے چین و بیقرار ہے اور اس کی روح کو آرام و سکون میسر نہیں - معاشرہ میں عدم توازن، تصادم آویزش، بیزاری اور انتشار ہے - اور یہ سب کچھ اس لئے کہ موجودہ ترقی یافتہ معاشرے کی عمارت کسی روحانی اخلاقی اور فطری بنیادوں پر استوار نہیں ہے -

فرد جہاں سے لحد تک زندگی کے مختلف مراحل میں باہمی مودت، ہمدردی، بے غرض موانست اور تعاون کا محتاج ہے - اور اس کی جسمانی اور ذہنی ضرورتیں ہم آہنگ اور متوازن معاشرے کی متقاضی ہیں - قرآن مجید نے معاشرتی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے چند بنیادی لیکن نہایت ضروری اصول بیان کئے ہیں - اگر غور کرکے دیکھا جائے تو انسانی فکر و عمل میں توازن ہی معاشرے کو صحیح طور پر ترقی، امن اور انفرادی فلاح و بہبود کا حامل بنا سکتا ہے - اسی لئے قرآن مجید نے انسانی "قلب" کی جو فکر و عمل کا محرک ہوتا ہے نشو و نما پر بہت زور دیا ہے[۲] -

---

[۱] اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول کر - اے ہمارے پروردگار جس دن حساب ہونے لگے مجھے اور میرے ماں باپ اور سب مومنین کو بخش دے - (ابراھیم ۱۴ - ۴۰-۴۱)

[۲] جو ایمان لاتے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں سن رکھو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے انجام کار خوشحالی اور اچھا ٹھکانہ ہے - (الرعد ۱۳ - ۲۸)

یونیسکو چارٹر کی تمہیدی سطور بھی اسی حقیقت کی غمازی کرتی ہیں اور ان میں اس حقیقت کو واشگاف کیا گیا ہے کہ جنگ و جدل انسان کے ذہن میں ہی جنم لیتا ہے اور اس لئے امن کا تحفظ بھی انسانی ذہن میں ہی تلاش کرنا چاہیئے[1]۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب انسانی ذہن میں امن پسندی کے قیمتی جوہر کو نشوونما دی جائے اور اسے زیادہ اُجاگر کیا جائے تاکہ وہ جنگی جذبات پر غالب رہے قرآن مجید نے اسی "زیادتی" کو معاشرے کی جسمانی تباہی کا پیش خیمہ گردانا ہے۔ اور معاشرے میں افراد کی انفرادیت کی بقاء کے لئے عدل۔ آپس میں مؤدت و برادری پیدا کرنے کے لئے احسان، معاشی توازن پیدا کرنے اور معاشرے کو طبقاتی جنگ سے محفوظ رکھنے کے لئے قریبیوں کو دینے، اخلاقی اقدار کے استحکام کے لئے "بے حیائی اور برائی سے بچنے" اور خانہ جنگیوں اور تنازعات کی روک تھام کے لئے "زیادتی" سے رُکنے کے احکام دیئے ہیں۔ چونکہ یہ باتیں معاشرے کی نشوونما اور ترقی کے لئے ناگزیر ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے انہیں نصیحت کہا ہے[2]۔

معیشت و معاشرت کی اصلاح کے لئے کوئی بھی نظام برپا کیا جائے مگر جب تک اس نظام میں فرد کی حیثیت تسلیم نہ کی جائے۔ اس کے فکر و نظر پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ اس کے فعل و عمل پر اعتماد نہ کیا جائے اور اس کی انفرادی صلاحیتوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اور معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں فرد کی اہمیت کو نہ مانا جائے اس وقت تک وہ معاشرہ دیرپا ثابت نہیں ہو سکتا خواہ اس میں بظاہر کتنی ہی خوبیاں ہوں اس لئے قرآن مجید میں بنیادی احکامات کے ساتھ ساتھ انسانی "قلب" کی اصلاح پر بہت زیادہ

---

[1] کیونکہ جنگیں انسان کے ذہنوں میں جنم لیتی ہیں اس لئے پہلے انسان ہی کے ذہن میں امن کا تحفظ کرنا چاہیئے۔ (تمہید یونیسکو چارٹر)

[2] اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی۔ برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم ترقی حاصل کرو۔ (النحل ۱۶ـ ۹۰)

زور دیا گیا ہے قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو انسان کی فطری صلاحیتوں کو نشوونما دیتا[1] اور ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے[2]۔

ہمارے موجودہ معاشرے میں ان اصولوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جارہا جس کی وجہ سے اس میں انضباط اور ہم آہنگی کا فقدان ہے گو بائیبل میں معاشرتی احکامات تو موجود نہیں لیکن عیسائی اقوام نے معاشرتی ضروریات کے پیش نظر بنیادی انتظامات، مختلف امدادی اور اصلاحی سوسائٹیوں کی صورت میں کر لئے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم مغربی تہذیب کی ناپائیدار چیزوں کو جو سطحی طور پر خوبصورت نظر آتی ہیں، فوراً اپنا لیتے ہیں، لیکن وہ بلند اخلاقی معیار اور اعلےٰ طرز فکر جس نے اب تک مغربی تہذیب کو سہارا دے رکھا ہے اس کی طرف کبھی توجہ دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ انسانی فکر وعمل کی رہنمائی اس کا قلب کرتا ہے اور اسی قلب کی مناسب تربیت و تہذیب انسان کو فلاح و کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے[3] اس لئے یہ خیال کہ "آج بین الاقوامی دور ہے اس لئے مغربی ذہن کو صرف ایسا مذہب یا نظام ہی متاثر کر سکتا ہے جو ان مشکلات کا حل پیش کرے جن سے اقوام عالم دوچار ہیں ایک غلط فہمی ہے اس لئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، ان مشکلات کی ابتدا افراد کے فکر وعمل میں صحیح توازن کے فقدان کا نتیجہ ہوتی ہے اور عدم توازن معاشرہ کے بیشتر مسائل کا ذمہ دار ہے۔ اس عدم توازن اور تصادم نے معاشرہ کو سراسر مسئلہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ پھر ان

---

[1] سو یکسو ہو کر دین کی طرف رخ کر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (الروم ۳۰-۳۰)

[2] آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ (المائدہ ۵-۳)

[3] قرآن مجید الرعد ۱۳-۲۸، المؤمنون ۲۳-۱تا۱۱)

مسائل کی نوعیت عام فرد کی زندگی میں اس کے ماحول، حالات، ذہنی و فکری سطح کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے اور خود ہر ایک فرد کے کچھ اپنے مسائل اور ذہنی الجھنیں ہوتی ہیں جن سے نجات حاصل کرنے اور ان مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے اس کا ذہن سرگرداں رہتا ہے۔ چنانچہ جب آپ اسلام قبول کرنے والے مرد وزن کی روحانی کشمکش کی داستانوں کو پڑھیں گے تو ہر ایک کے انداز فکر اور ذہنی پرواز کو بالکل مختلف اور جداگانہ پائیں گے۔ خود اسلام کے اوائل میں اسلام قبول کرنیوالے لوگوں میں حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے قبول اسلام کی وجوہات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مغرب کے متلاشیانِ حق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اقوام عالم کی ان مشکلات و مسائل کے متعلق اصلاحی نقطہ نگاہ کو نہ سراہا ہو۔ اس کی چند مثالیں ہم شروع میں دے چکے ہیں جو طلوع اسلام کی مایوسی کو ایک خوشگوار امید میں بدلنے کا موجب ہو سکتی ہیں۔

اب ہم اسلام کے متعلق قرآن کریم کے دعاوی اس کی پیشگوئیوں اور اس کی نشر و اشاعت کی ترغیب و تلقین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید نے اسلام کو دینِ فطرت کہا ہے اور حتمی طور پر کہا ہے کہ یہ ہمیشہ قائم رہے گا[1] اور اس کے لئے دلائل بھی پیش کئے ہیں چونکہ خدا ہی اس کائنات کا حاکم و خالق اور قادر مطلق ذات ہے اس کے اشارے پہ کائنات کا نظام جاری و ساری ہے، اور آسمانوں اور زمین کے تمام عناصر چار و ناچار اسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں[2]۔ اور چونکہ قرآن کو خدا تعالےٰ نے بطور نصیحت اور رشد و ہدایت نازل کیا اور وہ قلب کی بیماریوں کو شفا بخشتا ہے اور خدا پر ایمان لانے والے کے لئے ہدایت اور

---

[1] قرآن مجید الروم ۳۰۔ ۳۰

[2] "تو کیا اللہ کے دین کے سوا کچھ اور چاہتے ہیں اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی و ناخوشی اس کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (آل عمران ۳۔ ۸۲)

رحمت کا باعث[۱] ہے اس لئے جو اس دین فطرت سے اعراض کرے گا وہ دین و دنیا میں نامراد رہے گا۔[۲] دین اسلام کا پیغام کسی خاص قوم سے مختص نہیں بلکہ یہ تمام قوموں کے لئے رشد و ہدایت کی خوشخبری[۳] اور رحمت کا عالمگیر پیغام لے کر آیا ہے[۴] اور یہ سراپا ہدایت اور سچائی ہے۔[۵]

اس دین متین کی حامل امت مسلمہ کو قرآن مجید میں سب سے اچھی امت کہا ہے لیکن اس کے ساتھ چند فرائض بھی عائد کئے ہیں اول یہ کہ یہ امت لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے دوئم یہ کہ یہ اچھے کاموں کا حکم دیگی اور بُرے کاموں سے روکے گی[۶] پھر انہی فرائض کی اہمیت پر ایک دوسری جگہ زور دیتے ہوئے اس کام کے لئے ایک تنظیم قائم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور یہ یقین دلایا ہے کہ نہ صرف ایسی تنظیم ضرور کامیاب و کامران ہوگی[۷] بلکہ اسلام اپنی بے نظیر تعلیمات

---

[۱] "اے لوگو تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے اور اس کے لئے شفا ہے جو سینوں میں ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے" (یونس ۱۰ - ۵۷)

[۲] "اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہتا ہے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا" (آل عمران ۳ - ۸۵)

[۳] "اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (السبا ۳۴ - ۲۸)

[۴] "اور ہم نے تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۷)

[۵] "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو کل دینوں پر غالب کرے گو مشرک بُرا ہی مانیں" (التوبہ ۹ - ۳۳)

[۶] "تم سب سے اچھی امت ہو جو لوگوں (کی بھلائی) کے لئے برپا کی گئی ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو" (آل عمران ۳ - ۱۱۰) [۷] "اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں" (آل عمران ۳ - ۱۰۴)

کی وجہ سے دوسرے ادیان پر غالب رہے گا[1] اور اکناف و اطراف عالم میں پھیلے گا۔[2] آج کے جدید دور میں جبکہ مختلف نظریات کی ترویج و اشاعت کے لئے دنیا کی بڑی بڑی اقوام منظم طریق پر کوشاں ہیں ضرور تھا کہ یہ کامل دین حیات جدید وسائل اختیار کرتا اور خدائے علیم و خبیر نے پہلے ہی سے بھلائی کو پھیلانے کے لئے ایک تنظیم قائم کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اسلام کی حقانیت اور اس کی اشاعت کے لئے منظم کوشش کے بار آور ہونے کی تھوڑی سی جھلک ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (انگلستان) کی گذشتہ پچاس سالہ تبلیغی تگ و تاز میں نظر آتی ہے۔ اس مشن کے ذریعہ سینکڑوں یورپین لوگوں نے اسلام قبول کیا جن میں برٹش اور جرمن سوسائٹی کے اونچے طبقے کے ذی علم و مرتبہ اور صاحب حیثیت افراد شامل ہیں۔ یہ خیال کرنا کہ محض اسلام کے نام ہی سے لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں کچھ اتنا صحیح نہیں۔ دراصل وہ پاک دل جو سچائی کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں[3] جب ان تک یہ تعلیم پہنچتی ہے یا ان تعلیمات کے ماننے والوں میں ان کو رہنے کا اتفاق ہوتا ہے تو ان کا قلب سلیم اس دین کو قبول کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کرتا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) یا امام مسجد برلن (جرمنی) نے کہیں اسلام پر لیکچر دیا اور اس کے اختتام پر کسی نے اٹھ کر کہہ دیا کہ میں نے دین کا جو نقشہ پہلے ذہن میں سوچ رکھا تھا وہ وہی ہے جو آج کے مقرر نے بیان کیا ہے اور اس نے اسلام قبول کرنیکا اعلان کر دیا۔

---

[1] قرآن مجید التوبہ ۹ - ۳۳

[2] "ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف (عالم) میں ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تیرا رب ہر ایک چیز کا شاہد حال ہے" (السجدہ ۴۱ - ۵۳)

[3] (قرآن مجید) متقیوں کے لئے ہدایت ہے"۔ (البقرہ ۲ - ۲)

چاہیئے کہ لوگ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس نیک کام میں مشن کے تبلیغی کاموں میں روڑے اٹکانے کی بجائے اس کا تعاون کریں تاکہ ہم ان خوش نصیبوں میں گنے جائیں جنہوں نے خدا کی بات کو پورا کرنے کے لئے سعی کی۔

آخر میں مجھے عزیز مکرم بشیر احمدؐ سوز صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے، جنہوں نے اپنی گونا گون مصروفیتوں کے باوجود مبلّغین حضرات کے بیانات کا ترتیبہ کر کے ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا سامان فراہم کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار۔ ناصر احمدؐ

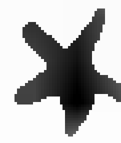
سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور
یکم نومبر ۱۹۶۲ء

تعارف

شاہجہان مسجد۔ ووکنگ۔ انگلستان

اور

حضرات آئمہ کرام



شاہجہان مسجد، ووکنگ، انگلستان

شاہجہان مسجد، ووکنگ، انگلستان ۱۸۸۹ء میں ایک ممتاز مستشرق ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر۔ ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ایل نے تعمیر کروائی۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ برصغیر ہند و پاک کے ان علاقوں میں تعلیمی خدمات کے سلسلہ میں گزارا ہے جو پاکستان میں شامل ہیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار تھے اور ان چند ممتاز ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنکی ان تھک کاوشوں اور قابلیت نے اس یونیورسٹی کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہ چکے ہیں۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ انگلستان چلے گئے۔ چونکہ آپ کو مشرقی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون سے گہری دلچسپی تھی اور السنہ شرقیہ کے ماہر تھے اس لئے آپ کے دل میں دار العلوم السنہ شرقیہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے ووکنگ کی وہ جگہ انتخاب کی جہاں اب شاہجہان مسجد اور سالار میموریل ہاؤس تعمیر ہیں۔ مسجد کی تعمیر کے لئے مسلمانانِ برصغیر ہند و پاک نے عطیات دیئے۔ بیگم شاہجہان مرحومہ ملکہ ریاست بھوپال نے اس کے لئے ایک خطیر رقم عطا کی۔ اسی اعانت سے اس مسجد کا نام ملکہ عالیہ کے نام پر شاہجہان مسجد رکھا گیا۔ مسجد کی تعمیر ہندی اور عربی فن تعمیر کا شاندار امتزاج ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر لائٹنر مرحوم کا اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن، علوم و فنون اس کی تمدنی معیشت و معاشرت اور رواج و روایات کا کتنا گہرا مطالعہ تھا۔ اپنی مجوزہ یونیورسٹی کے سلسلہ میں انہوں نے شاہجہان مسجد کے ساتھ ایک رہائشی مکان اور ایک میوزیم

بھی تعمیر کروادیا۔ آپ نے اورینٹل یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ ووکنگ انگلستان کی طرف سے کئی عالمانہ کتب شائع کیں اور ایک ماہنامہ بھی جاری کیا جس میں عربی اور انگریزی ہر دو زبانوں میں تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ڈاکٹر لٹنر مجوزہ یونیورسٹی کے قیام و ترقی کے سلسلے کئی تجاویز رکھتے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں ان کی موت نے موقع نہ دیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم بروک وڈ میں اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کی قبر پہ سنگِ مرمر کا مجسمہ نصب ہے اور کتبہ پر عربی میں یہ عبارت لکھی ہے "العلم خیر من المال" کہ علم دولت سے بہتر ہے۔

آپ کی وفات کے بعد کئی سالوں تک شاہجہان مسجد غیر آباد رہی اور اکثر مقفل رہتی لگ گئے ہے اور وہ بھی عید کے موقعہ پر نماز عید کے لئے آجایا کرتے تھے۔ آثار و اسناد سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۰۳ء میں ووکنگ میں عید کے موقعہ پر ایک اجتماع ہوا جس میں ہندوستان سے آئے ہوئے ممتاز مسلمانوں نے شرکت کی۔ مزید یہ کہ ۱۹۰۳ء سے پہلے شاہ ایران قیام انگلستان کے دوران نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

۱۹۱۲ء میں الحاج خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور نے مغرب کی سرزمین میں پہلا اسلامی مشن قائم کیا اور بنفسِ نفیس انگلستان تشریف لائے۔ بڑی جد وجہد کے بعد اس مسجد کو ڈاکٹر لائٹنر کے ورثاء سے واگذار کروایا اور آباد کیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ انگلستان کی بنیاد رکھی۔ شب و روز کی محنتِ شاقہ سے انگریزی زبان میں گرانقدر لٹریچر پیدا کیا۔ خواجہ صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ اور خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت سے شاہجہان مسجد چند ہی سالوں میں مغربی دنیا میں ایک اہم اسلامی مرکز کی حیثیت اختیار کر گئی اور یہاں سے اسلامی تعلیمات کی تشہیر و تبلیغ ہونے لگی۔ اس وقت سے اب تک یہ ادارہ تبلیغ اسلام کے کام میں سرگرم عمل ہے اور آج خدا کے فضل و کرم سے بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے۔

حضرت الحاج خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت الحاج خواجہ کمال الدین ۱۸۷۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت خلیفہ عبدالرشید لاہور کے مشہور شاعر اور قاضی تھے۔ آپ نے فورمین کرسچین کالج سے ۱۸۹۳ء میں بی اے پاس کیا۔ اور اکنامکس میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچرار اور پھر پرنسپل کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۸۹۸ء میں آپ نے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ اور پشاور میں وکالت شروع کی۔ اسی دوران برصغیر ہند و پاک کا دورہ فرمایا اور اسلام پر لیکچر دیئے آپ نے علیگڑھ یونیورسٹی کے مالی استحکام کے لئے بھی متعدد دورے کئے۔ ان خدمات کے صلہ میں آپ کو علیگڑھ یونیورسٹی کا فیلو بنا دیا گیا۔ آپ اس یونیورسٹی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے ممبر بھی رہے۔ اسلام کے لئے درد و تڑپ نے برصغیر میں آپ کو متعارف کرا دیا۔

۱۹۱۲ء میں تبلیغ اسلام کے لئے آپ انگلستان تشریف لے گئے اور مختلف ثقافتی جماعتوں میں اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ مغربی لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے اور مذہب اسلام اور اس کے رہبروں کے خلاف غلط فہمیوں اور اعتراضات کو دور کرنے کی غرض سے ۱۹۱۳ء میں ایک انگریزی ماہنامہ اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا کے نام سے جاری کیا۔ اس رسالہ میں اسلام کے متعلق مضامین کے علاوہ مسلمانوں کے سیاسی اور تمدنی حالات و کوائف بھی شائع کئے جاتے تھے۔ انگلستان میں بیٹھے ہوئے بھی خواجہ صاحبؒ ہندوستان کے مسلمانوں کی مشکلات سے بے پرواہ نہ ہوتے اور گاہے گاہے ان کی رہنمائی کرتے رہے چنانچہ ۱۸ فروری ۱۹۱۳ء میں خواجہ صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے لکھنؤ کے اجلاس

کے لئے انگریزی میں ایک خط لکھا جس میں انگریزی ذہن میں ہندوستانی مسلمانوں کیلئے خصوصاً اور دوسرے مسلمانوں کے خلاف عموماً جو درجہ کی نفرت اور تعصب کا بالتفصیل ذکر کیا۔ اس وقت خواجہ صاحب کا دفتر ۸۵ فلیٹ سٹریٹ لنڈن میں تھا۔ انہی ایام میں سب سے پہلے قبول اسلام کرنے والی سعیدہ روح ایک خاتون تھیں جن کا نام مسز وایولٹ ابراہیم تھا۔ جولائی ۱۹۱۳ء میں آپ نے کانگریس آف ریلیجس پروگریس کے چھٹے بین الاقوامی اجلاس منعقدہ پیرس میں شرکت فرمائی ووکنگ سرے میں ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر نے بیگم بھوپال اور دوسرے مسلمان امراء کے عطیات سے ایک مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ ایک رہائشی مکان بنوایا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم وہاں سے اورینٹل انسٹی ٹیوٹ ووکنگ کے نام سے کئی بلند پایہ کتابیں بھی شائع کرتے رہے۔ یہ مسجد ڈاکٹر صاحب کی موت کے بعد سے بند پڑی تھی۔ خواجہ صاحب مرحوم نے سر عباس علی بیگ اور سید امیر علی مرحوم کی مدد سے یہ مسجد اور اس سے ملحقہ جائداد کا ایک ٹرسٹ قائم کیا اور ۱۲ اگست ۱۹۱۳ء میں پہلی مرتبہ نماز جمعہ کا سلسلہ جاری ہوا۔

۱۶ نومبر ۱۹۱۳ء کو لارڈ ہیڈلے نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اس اعلان نے عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ دسمبر ۱۹۱۳ء تک کپتان سٹیلے سگر ہاروا ٹیکونٹ کا ٹیڈ پوٹیز نوبل مین یو دکیورچ، لیڈی کیوبولڈ، مسز کلفورڈ خواتین جیسی نامور ہستیاں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں اسلام قبول کرنیوالوں کی تعداد ایک سو بیس تک پہنچ چکی تھی۔ جون ۱۹۱۴ء میں آپ ہندوستان واپس آگئے اور دو سال تک یہیں مقیم رہے یہاں مرکزی دفتر کے قیام اور مالی وسائل کے لئے کوشاں رہے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ پھر انگلستان تشریف لے گئے مارچ ۱۹۱۹ء میں آپ سخت بیمار ہو گئے اور ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق آپ ہندوستان واپس تشریف لے آئے۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ فروری ۱۹۲۰ء میں آپ مدراس گئے اور متعدد جلسوں سے خطاب کیا۔ ستمبر ۱۹۲۰ء

۱۵۴۲۷

میں آپ نے رنگون، برہما اور جاوا کا دورہ شروع کیا۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۲۱ء کو انگلستان پہنچے
مئی ۱۹۲۲ء میں لیگ آف نیشنز یونین انگلستان کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۲۳ر جون ۱۹۲۳ء
لارڈ ہیڈلے الفاروق کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے انگلستان سے روانہ ہوئے۔ ۵ر
جولائی ۱۹۲۳ء کو اسکندریہ پہنچے۔ ان کے اور لارڈ ہیڈلے کے اعزاز میں متعدد اجلاس
منعقد ہوئے جن میں آپ نے بھی تقاریر فرمائیں۔

۸ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو لارڈ ہیڈلے کی معیت میں ہندوستان پہنچے اور سارے ہندوستان
کا دورہ کیا۔ اگست ۱۹۲۴ء کو بمبئی میں ہندو مسلم اتحاد کے سلسلہ میں متعدد جلسوں سے خطاب
کیا۔ نومبر ۱۹۲۴ء میں علیگڈھ یونیورسٹی میں مسلمان نوجوانوں کو اسلام پر متعدد لیکچر دیئے۔ اگست
۱۹۲۵ء میں پھر انگلستان تشریف لے گئے۔ فروری ۱۹۲۶ء میں لارڈ ہیڈلے کے
ساتھ افریقہ کے دورے پر گئے اور مشرقی اور جنوبی افریقہ میں اسلام پر تقاریر کیں اور
پادری زویمر جیسے دشمن اسلام کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق کیا۔ ۶ر ستمبر ۱۹۲۶ء کو آپ
ہندوستان تشریف لے آئے۔ مارچ ۱۹۲۷ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کی ذہنی اور سیاسی
اُلجھنوں کا آپ کو شدید احساس ہوا اور اُردو ماہنامہ اشاعت اسلام جس میں اسلامک ریویو کے
مضامین کا اُردو ترجمہ شائع ہوا کرتا تھا اب خود ان مسائل پر ان صفحات میں مضامین لکھنے شروع
کئے۔ افریقہ سے واپس آکر آپ کی صحت زیادہ گر گئی۔ دو مرتبہ آپ کو ڈاکٹروں کے مشورہ
پر کشمیر جانا پڑا۔ لیکن صحت کی خرابی کے باوجود آپ نے متعدد تصانیف سپرد قلم فرمائیں اور
تفسیر قرآن کے کام کو جاری رکھا۔ یہ مضامین جنوری ۱۹۳۲ء سے اشاعت اسلام میں
شائع ہونے شروع ہوئے۔ دسمبر ۱۹۳۲ء میں آپ نے سورۃ فاتحہ کی نہایت فصیح و
بلیغ تفسیر لکھنی شروع کی اور خدا کی شان کہ اس مضمون کا آپنے خود نظر ثانی کی اور ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۲ء
کو اپنی وفات سے چند لمحات پہلے اس کو مکمل کر دیا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب

آپ جنوری ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں سرکاری ملازمت چھوڑ کر اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے زندگی وقف کر دی۔ قوم کے بچوں کو بچپن سے اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے اور ان کی تربیت کی غرض سے قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ابتدا کی۔ حضرت مولانا کی قابلیت اور محنت شاقہ نے اس سکول کو ملک بھر میں ایک امتیازی حیثیت عطا کی۔ مئی ۱۹۱۴ء میں حضرت خواجہ کمال الدین رح بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی واپسی پر ولایت تشریف لے گئے اور فروری ۱۹۱۷ء تک قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ مسجد شاہجہان کی امامت کے علاوہ ماہنامہ "اسلامک ریویو" کی ادارت کا کام بھی کرتے رہے۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ کے انگریزی ترجمہ کا پہلا ایڈیشن انہی کی نگرانی میں طبع ہوا۔ اس ترجمہ کی طباعت میں مولانا نے نہایت محنت اور نفاست سے کام کیا...

دوسری مرتبہ آپ اگست ۱۹۱۹ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور قریباً ۹ ماہ کے قیام کے بعد واپس لاہور تشریف لے آئے ۱۹۲۳ء میں برلن (جرمنی) گئے اور ۱۲؍ ستمبر ۱۹۲۴ء میں سب سے پہلی خوبصورت اور وسیع مسجد کی بنیاد رکھی اور اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی مسجد کی تعمیر ۴۶½ فٹ مربع زمین پر ہے۔ منارے ۹۰ فٹ اونچے اور گنبد ۷۵ فٹ اونچا ہے۔ مسجد مشرقی تعمیر کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ مسجد کے چاروں طرف کشادہ سڑکیں ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اسی سال جرمنی سے ایک سہ ماہی رسالہ مسلمش ریویو جاری ...... ہوا۔ اس سہ ماہی نے حضرت مولانا موصوف کی نگرانی میں جرمن ذہنوں میں اسلامی تعلیمات کا اچھا اثر پیدا کیا۔ مئی ۱۹۲۵ء میں واپس لاہور تشریف لائے۔ یکم جولائی ۱۹۲۶ء کو اشاعت اسلام کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۲۷ء میں جرمن ترجمۃ القرآن مجید کی طباعت کے سلسلہ

میں جرمنی تشریف لے گئے اور دسمبر ۱۹۳۷ء میں واپس تشریف لے آئے۔ مولانا موصوف نے اس ترجمہ میں جرمنی زبان میں ایک لمبا دیباچہ لکھا ہے جس میں نہایت عالمانہ انداز میں قرآن مجید کے مختلف موضوعات پر بحث کی ہے۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۹۴۰ء میں طبع ہو کر منظر عام پر آیا۔ مولانا کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ آر دی گوسپلز انسپائرڈ، غلبۂ قرآن، ضرورت حدیث رحمۃ للعالمین خصائص القرآن۔ عیسائی معتقدات تعلیم انجیل کی روشنی میں۔ ان میں سے تقریباً تمام کتب کے انگریزی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے امیر منتخب ہوئے۔

حضرت مولانا مصطفےٰ خان صاحب مرحوم

حضرت مولانا مصطفےٰ خانصاحب ..... بی اے۔ ایم۔ آر اے۔ ایس۔ تعلیم سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج پٹیالہ میں پروفیسر تعینات ہوئے۔ عربی، اردو اور انگریزی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔

سنہ ۱۹۱۱-۱۲ء میں ایک علمی و ادبی رسالہ ادب پٹیالہ مشرقی پنجاب ہندوستان سے جاری کیا جو تھوڑی مدت بعد بند ہو گیا۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے آپ کی ادارت میں روزنامہ "الحصر" لاہور سے جاری ہوا۔ جسے بعد میں ہفتہ وار کر دیا گیا۔ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں چند ماہ کے لئے آپ نے انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کی ادارت بھی کی۔ سنہ ۱۹۲۲ء کے اواخر میں خانصاحب موصوف نے دی اسلامک ورلڈ کے نام سے انگریزی میں ایک ماہنامہ جاری کیا جس کا مقصد پادری زویمر کے رسالہ مسلم ورلڈ کا جواب دینا اور اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کرنا تھا۔ یہ رسالہ سات آٹھ سال تک نہایت کامیابی سے چلتا رہا بعد ازاں نامساعد حالات کی بنا پر بند کرنا پڑا۔ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور سنہ ۱۹۲۲ء کے

اواٹل تک شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام رہے - اور ماہنامہ اسلامک ریویو کی ادارت کرتے رہے - اسی دوران میں یونیورسل انسائیکلوپیڈیا شائع ہونا شروع ہوئی۔ اس میں اسلام اور قرآن مجید کے موضوع پر آپ کا مضمون جو آپ نے اُن کی بہت سی غلطیوں سے پُر مضمون کے جواب میں لکھ کر بھیجا درج کیا گیا۔

آپ نے ۱۲ سے زائد کتب تصنیف و تالیف فرمائی ہیں۔ اور بچوں کے لئے کتب کا اسلامی سلسلہ شروع کیا "کنگڈم آف ہیون"۔ "غزوات نبوی"۔ اور پنجسورہ وغیرہ ان کے شاہکاروں میں شمار ہوتے ہیں - انگلستان سے واپس آکر مولانا مرحوم نے اسلامک ورلڈ کے نام سے انگریزی میں رسالہ جاری کیا۔ اس میں بلند پایہ مضامین کے علاوہ اسلام پر اعتراضات کے نہایت عالمانہ جوابات لکھے جاتے تھے - مولانا .... نے ۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لاہور میں وفات پائی۔

جناب محمد مارماڈیوک پکتھال

۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے ــــ مشہور ہیرو کے ادارہ میں تعلیم پائی۔ مشرق قریب کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات کے مطالعہ کی غرض سے فلسطین تشریف لے گئے ۱۹۰۳ء میں ایک شامی رومان کے متعلق ایک ناول SAID THE FISHER MEN شائع کیا جس نے ان کو ادبی دنیا میں ایک امتیازی حیثیت بخشی۔ ۱۹۲۱ء تک آن کی چیدہ چیدہ کتب کی تعداد ۲۰ سے زائد ہو گی - موصوف کا سب سے بڑا شاہکار انگریزی ترجمہ قرآن ہے جو گلوریس قرآن کے نام سے کئی ایڈیشنوں میں چھپ چکا ہے جن مشہور جرائد میں ان کے مضامین چھپتے رہے انیس اینتھنوم، سیٹرڈے ریویو - نیو ایج، اور کرائیسٹ کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کچھ عرصہ تک بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں - آپ نے ۱۹۱۶ء میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اور پھر انگلستان میں مسلمانوں کی مذہبی اور تمدنی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر

حصہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کی غیر حاضری میں ووکنگ مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ لندن پریہ ہاؤس میں لیکچر دیتے رہے اور اس سال انہوں نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ عید دیا اور لندن پریہ ہاؤس میں تراویح کی نماز پڑھائی۔ نیز اس عرصہ میں اسلامک ریویو کی ادارت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب

آپ کی پیدائش ۱۸ ستمبر ۱۸۹۱ء پیر پائی ضلع پشاور میں ہوئی۔ بی اے کرنے کے بعد بی ٹی کی ٹریننگ حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی بار انگلستان تشریف لے گئے وہاں ماہنامہ اسلامک ریویو کے جملہ انتظامات اور مشن کے شعبہ طباعت و اشاعت کا کام سنبھالا ایک سال کے لئے لندن پریہ ہاؤس کے انچارج رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیرت خیر البشر" اور حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کی کتاب "رازِ حیات" کا انگریزی ترجمہ کیا۔ خواجہ صاحب مرحوم جب اس سال جون میں مشرقی ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے تو خانصاحب موصوف نے ان کی جگہ سنبھالی ستمبر ۱۹۲۳ء میں دو سال کے بعد واپس لاہور تشریف لائے۔ اور مارچ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۸ء تک انگریزی ہفت روزہ "لائٹ" کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بلند پایہ انگریزی سہ ماہی اسلامک ریویو کی ادارت بھی کی۔ جولائی ۱۹۳۰ء میں ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور اور مینیجر سکولز مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۵۰ء سے لاہور کے مشہور انگریزی روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے اور جنوری ۱۹۵۲ء میں اس کے چیف ایڈیٹر بنا دیئے گئے۔ ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا

محمد علی رحمۃ اللہ علیہ مفسر قرآن کی وفات پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے صدر منتخب ہوئے ستمبر ۱۹۵۶ء میں دوسری دفعہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ ایک سال کے بعد واپس پاکستان تشریف لے آئے ۱۹۵۸ء میں خان بہادر غلام ربانی خانصاحب کی واپسی پر دسمبر ۱۹۵۹ء میں بحیثیت امام تشریف لے گئے۔ آج کل آپ پھر شاہجہان مسجد کے امام ہیں۔ اس مرتبہ آپ جون ۱۹۶۱ء میں انگلستان تشریف لیگئے تھے مولانا موصوف اس وقت انگریزی ترجمہ قرآن از مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے پانچویں ایڈیشن کی طباعت کے کام میں مصروف ہیں۔ آپ کی مشہور کتب گولڈن ڈیڈز آف اسلام اور ڈائنا آف سمرنا ہیں۔

خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء

۲ دسمبر ۱۸۹۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے سنٹرل ماڈل سکول لاہور اور فارمن کرسچین کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۱۱ء میں انگلستان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ تک لندن یونیورسٹی اور گلڈز انسٹی ٹیوٹ لندن میں سول اور میکینیکل انجنیرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں خواجہ صاحب کو مانچسٹر واٹر سپلائی کے سلسلہ میں حکومت نے اسسٹنٹ انجنیر مقرر کیا۔ ۱۹۲۲ء میں مڈل ٹیمپل کی سوسائٹی کے ممبر بنے اور پھر اسی سال لاء کی پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۲۳ء میں ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور ستمبر ۱۹۲۳ء میں شاہجہان مسجد ووکنگ کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور ۱۹۲۴ء کے آخر تک اس عہدے پر فائز رہے اس عرصہ میں سر آرچیبالڈ ہملٹن جیسی ذی علم شخصیت نے اسلام قبول کیا۔ آپ کا سب سے بڑا شاہکار "جیسس ان ہیون آن ارتھ" یعنی حضرت عیسیٰ جنت ارضی پر ہے۔ کتاب کے چار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اور کئی ایک زبانوں میں اس کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ

انہوں نے دو چھوٹی کتابیں اسلام اینڈ سلیوری اور اسلام اینڈ سوشلزم بھی لکھی ہیں۔

جناب مولانا عبدالمجید صاحب

آپ ۱۸۹۶ء میں لدھیانہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۸ء میں عربی میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا۔ ۱۹۲۲ء میں انگلستان تشریف لے گئے وہاں سے آپ کو جرمنی میں برلن مسلم مشن کے قیام کے لئے برلن جانا پڑا اور ۱۹۲۵ء کے اوائل تک اس مشن کے استحکام اور برلن مسجد کی تعمیر کے کام میں مصروف رہے۔ اس دوران میں آپ نے جرمن زبان بھی سیکھی اور مشہور و معروف جرمن مصنف ڈاکٹر ڈرکس کی جرمنی کتاب EUROPE'S DEBT TO ISLAM کا انگریزی ترجمہ کیا۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں آپ انگلستان تشریف لے آئے اور شاہجہان مسجد ووکنگ کے قائم مقام امام کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں ماہنامہ اسلامک ریویو کی ادارت آپ کے سپرد ہوئی۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء کے ابتدائی مہینوں تک آپ پھر امام مسجد ووکنگ کی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ووکنگ مشن انگلستان کے جملہ فرائض آپ کے سپرد رہے۔ جنگ کی ہولناکیوں کے درمیان مولانا موصوف نے نہایت باقاعدگی اور استقلال سے مشن کی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ اور مالی وسائل بھی خود ہی پیدا کرتے رہے کیونکہ جنگ کے دوران میں مرکز سے روپیہ نہ ارسال کیا جا سکتا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں اسلامک ریویو کی ادارت پھر آپ کے ذمہ ہوئی۔ اس ماہنامہ کو آپ نے بڑی ترقی دی۔ مولانا موصوف کی شب و روز کی محنت شاقہ نے اس کو ایک بین الاقوامی جریدہ بنا دیا۔ اگست ۱۹۶۲ء میں آپکو اسلامک ریویو کا چیف ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ اسلامک ریویو کی ادارت اور شاہجہان مسجد کی امامت کے علاوہ مشن کے مالی استحکام کے لئے ہندوستان، برما، انڈونیشیا اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کے

مختلف اوقات میں دورے کرتے رہے ہیں۔ مولٰنا انگریزی کے اچھے ادیب اور ایک بیدار مغز جرنلسٹ ہیں اسلامک ریویو کی جدید گٹ اپ انہی کی مرہون منت ہے۔ آپ انگریزی کے علاوہ عربی، جرمن، فرانسیسی زبانیں بھی جانتے ہیں۔

مولٰنا آفتاب الدین احمدؒ مرحوم و مغفور

آپ جنوری ۱۹۰۱ء میں مقام ٹولہ ضلع بردوان (مغربی بنگال) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بردوان میں حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں پریزیڈنسی کالج کلکتہ سے بی اے کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ تحریک خلافت اور برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں کی گری ہوئی اسلامی حالت سے دل پر چوٹ لگی۔ آپ نے اس تحریک کی رضا کارانہ خدمت مختلف اوقات میں چار سال تک کی۔ ۱۹۲۳ء میں عربی زبان کے ذریعہ اسلام کے براہ راست مطالعہ کا شوق آپ کو دہلی کے قریب دیوبند لے گیا۔ وہاں آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال تعلیم حاصل کی۔ مولٰنا شبیر احمد عثمانی کا درس سنتے رہے۔ ۱۹۲۵ء میں مذاہب عالم کے مطالعہ کا شوق انہیں لاہور لایا۔ یہاں حضرت مولٰنا محمد علی رحؒ اور خواجہ کمال الدین رحؒ کے علمی اور روحانی فیض سے مستفیض ہوئے ۱۹۲۶ء میں مولانا عبدالکریم ٹرسٹ کے اسلامی مشن کے انچارج کی حیثیت سے جیلانگ تشریف لے لئے وہاں کھاسی لوگوں میں تبلیغ اسلام کا کام کرتے رہے اور کھاسی زبان میں اسلام پر کئی کتابچے رقم فرمائے۔ حضرت خواجہ کمال الدین کی خواہش پر ۱۹۳۱ء میں بطور نائب امام شاہجہان مسجد ووکنگ تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۲ء میں واپس لاہور تشریف لے آئے اور ماہنامہ "اسلامک ریویو" کی ادارت کا کام سنبھالا۔ ۱۹۳۴ء میں پھر امام مسجد ووکنگ کی حیثیت سے انگلستان تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۳۹ء میں واپس لاہور تشریف لے آئے اور اسلامک ریویو کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ساتھ ساتھ آپ نے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کی کتب کی نظر ثانی کا کام

شروع کیا۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں ووکنگ مشن کے سیکرٹری منتخب ہوئے اور سنہ ۱۹۵۰ء میں ہفت روزہ لائٹ کی ادارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں آپ نے صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کا کام شروع کیا اور ۱۳ر جنوری سنہ ۱۹۵۶ء تک تقریباً چار پارے مکمل کر پائے تھے کہ اجل نے آ لیا۔ ان کی مشہور تصانیف میں اشتراکیت پر دو کتابچے کمیونزم اور مارکسزم اینالائزڈ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی تصوف پر مشہور کتاب فتوح الغیب کا انگریزی ترجمہ ہیں۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور احمدیہ قبرستان لاہور میں دفن ہوئے۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ مرحوم و مغفور

۱۰ر نومبر سنہ ۱۸۹۸ء کو مقام رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ لائل پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول لائلپور سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا فارمن کرسچئین کالج سے سنہ ۱۹۲۰ء میں بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ اور پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے سنہ ۱۹۲۲ء میں ایم ایس سی بھی اسی کالج سے کی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچرار رہے سنہ ۱۹۲۷ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جائنٹ سیکرٹری مقرر کیے گئے۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں برلن (جرمنی) تشریف لے گئے اور حضرت مولٰنا صدرالدین بانی مسلم مشن کے ساتھ کام کرتے رہے اور جرمن زبان میں ماہنامہ مسلمش ریویو کی ادارت میں معاونت کرتے رہے سنہ ۱۹۳۲ء میں برلن یونیورسٹی سے کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی اس دوران میں انہوں نے برلن کے مشہور پروفیسر سی۔ مانخ کی سرپرستی میں اپنا مقالہ تیار کیا۔ مئی سنہ ۱۹۳۳ء میں واپس لاہور تشریف لے آئے۔

اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء میں دوبارہ بطور امام برلن مسلم مشن تشریف لے گئے سنہ ۱۹۳۹ء میں دوسری

جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر واپس تشریف لے آئے اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں امام مسجد ووکنگ کی حیثیت سے انگلستان تشریف لے گئے اور ۱۹ / مئی سنہ ۱۹۵۶ء کو ووکنگ میں وفات پائی۔ اور وہیں مدفون ہوئے

جناب اقبال احمد صاحب بی کام

۱۰ / اگست سنہ ۱۹۳۰ء میں آسام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ووکنگ لندن میں حاصل کی اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور کے ساتھ سنہ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے ہیلے کالج آف کامرس سے بی کام پاس کیا۔ آپ کالج کے جریدہ "الاقتصاد" کے ایڈیٹر اور یونین کے سیکرٹری بھی رہے سنہ ۱۹۵۳ء میں انگلستان تشریف لے گئے اور دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء تک اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ مشن کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مئی سنہ ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی اچانک موت پر آپ پر مشن کے تمام فرائض کا بوجھ آن پڑا اور مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی آمد تک مشن کی نگرانی کرتے رہے۔ اس دوران میں آپ نے ورلڈ کانگریس آف فیلتھر کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی سنہ ۱۹۵۸ء میں آپ اسلامک ریویو سے منسلک ہو گئے اور اسی سال مولانا عبدالمجید صاحب کو جب مشرق وسطیٰ و انڈونیشیا کے دورے پر جانا پڑا تو اسلامک ریویو کی ادارت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ سنہ ۱۹۶۰ء سے آپ رضاکارانہ طور پر تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں اور مختلف مجالس میں اسلام کی نمایندگی کرتے رہتے ہیں، آپ کے مضامین "اسلامک ریویو" میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ نے اسلام اور چارلس کے دوسرا حصہ جو اسلام قبول کرنیوالوں کی آراء اور مضامین پر مشتمل ہے مرتب کرنے میں کافی محنت اور وقت صرف کیا ہے۔

خانبہادر غلام ربّانی خانصاحب

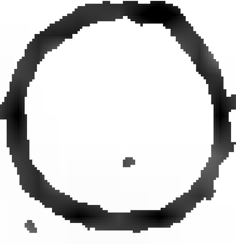
خانبہادر غلام ربّانی خانصاحب نے ایم اے او کالج علیگڈھ سے بی اے کیا۔ اور الہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۱۶ء میں لاء کی فرسٹ کلاس ڈگری حاصل کی۔ آپ مانسہرہ کے بار ایسوسی ایشن کے ۱۹۴۹ء تک صدر رہے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کو حکومت صوبہ سرحد نے فرنٹیئر ریفارمز کمیٹی کا ممبر مقرر کیا۔ اس کمیٹی نے شمال مشرقی سرحدی صوبہ کی پہلی فرنٹیئر لیجسلیٹو کاونسل کا افتتاح کیا۔ آپ اس کاونسل کے ممبر ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء تک رہے اور صاحبزادہ عبدالقیوم کی پروگریسو پارٹی کے سرگروہ رہے۔ ۱۹۳۵ء میں حکومت صوبہ سرحد نے آپ کو پارلیمنٹری ڈیپوٹیشن اور فرنچائز کمیٹی کا ممبر نامزد کیا۔ ۱۹۴۳ء میں حکومت ہندوستان کی طرف سے اس وفد کے ممبر منتخب ہوئے جو ہندوستانی فوجی افسروں سے جو مشرق وسطی، ایران اور عراق میں کام کر رہے تھے ملاقات کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں ۵۶ سال کی عمر میں اپنی کامیاب پریکٹس چھوڑ کر آپ نے اپنی رضا کارانہ خدمات انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے پیش کیں۔ ووکنگ مشن کے بڑھتے ہوئے کام میں ڈاکٹر محمد عبداللہ مرحوم کی معاونت کے علاوہ آپ کرامول کیمپ میں پانچ سو پاکستانی ہوائی فوج کے تربیتی نوجوانوں کو اسلامی تعلیم دینے کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۵۲ء میں پاکستان واپس آنے پر مرکزی حکومت نے پشاور میونسپل کمیٹی کے ملازمین کی رشوت ستانی اور بے ایمانی کے انسداد کے لئے سپیشل جج مقرر کیا۔ مارچ ۱۹۵۸ء میں دوسری بار خانصاحب بحیثیت امام شاہجہان مسجد، ووکنگ انگلستان تشریف لے گئے۔ تقریباً دو سال کی امامت کے بعد واپس تشریف لائے۔

اس دو سال کے قیام میں خانصاحب موصوف نے امریکہ، جرمنی۔ ہالینڈ، کا دورہ کیا۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ بی۔اے۔ مولوی فاضل

پیدائش شہر سیالکوٹ ۲۴ر فروری ۱۹۲۴ء کو ہوئی نومبر ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ ملازمت چھوڑ کر دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے لاہور میں مقیم ہو گئے۔

مئی ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی اچانک موت پر بحیثیت نائب امام مسجد ووکنگ انگلستان تشریف لیگئے۔ اور نومبر ۱۹۵۷ء میں امام مسجد برلن کی حیثیت سے جرمنی تشریف لے گئے اور تا حال وہیں فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔



شیخ محمد طفیل صاحب ایم۔اے

۱۶ر جون ۱۹۲۱ء کو شملہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شملہ میں ہی حاصل کی۔ بی اے ایم اے او کالج امرتسر سے کیا۔ ایم اے اسلامیہ کالج لاہور سے پاس کیا۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۵۱ء تک مختلف اوقات میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جائنٹ سیکرٹری اور افسر تبلیغ بلادِ غیر رہے۔ نومبر ۱۹۵۱ء میں اسسٹنٹ امام مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۴ء میں ہالینڈ مشن زیر سرپرستی میاں محمد ٹرسٹ کے انچارج مقرر ہوئے۔ شیخ صاحب موصوف نے ہیگ میں فرینڈز آف اسلام کے نام سے ایک سوسائٹی قائم کی اس سوسائٹی کی سرگرمیوں نے ڈچ حلقہ میں اسلام کو روشناس کرانے میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

اسی دوران میں ڈاکٹر ایم آر میلما ڈائرکٹر اسلامی انسٹی ٹیوٹ ایمسٹرڈم مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ اکثر آپ سے اسلام پر تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی اس سوسائٹی کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں آپ بحیثیت امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان تشریف لے گئے۔

نومبر ۱۹۶۰ء میں ماہنامہ اسلامک ریویو کے جائنٹ ایڈیٹر کے مزید فرائض ان کے سپرد کئے گئے۔ اگست ۱۹۶۲ء میں آپ کو ایڈیٹر اسلامک ریویو مقرر کیا گیا۔ اُردو کے اچھے ادیب ہونے کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کی کئی ایک اُردو کتب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان میں سے نبوت کے مسئلہ پر حضرت مولانا مرحوم کی معرکہ آرا ضخیم کتاب "النبوۃ فی الاسلام" کا انگریزی ترجمہ قابل ذکر ہے۔

میرا قبولِ اسلام

الحاج خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ

میرا قبولِ اسلام

تمام مذاہب تاریخی ہیں ——— اسلام بھی تاریخی اور سب سے آخری مذہب ہے اسے وجود میں آئے ہوئے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو گذرا ہے جو کوئی شخص بھی کسی مذہب سے رُشد و ہدایت اور نور و بصیرت کو حاصل کرنے کا متمنی ہو اُسے اس مذہب کی آسمانی کتاب کو بنظرِ غائر دیکھنا چاہیئے۔ تاکہ اس کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور اس کی رضا کی راہوں سے آگاہی میسر آئے۔ ہم کسی مذہب کی اتباع اور فرمانبرداری اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ اس کا منبعِ اصلاح و ارشاد اور ذخیرۂ آثار و نشان اپنی صحت و صداقت کے اعتبار سے مستند اور معقول نہ ہو۔ اس لحاظ سے اسلام میرے نزدیک اُن انفرادی خصوصیات کا حامل ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔ مثال کے طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے اور دیگر مذاہب کے پیرو کار بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے مذاہب کی مقدس کتب اب اپنی صحت و صداقت کھو چکی ہیں۔ حتیٰ کہ علمائے یہود اور اربابِ کلیسا نے اب اناجیل کو مصدق اور مستند سمجھنا ترک کر دیا ہے۔ زرتشت مذہب کے پیرو کار اُس ساری کتاب میں سے جو ایران کے ایک بزرگ پیغمبر سے منسوب کی جاتی ہے صرف ایسے پانچ چھ ہی کلمات پیش کر سکتے ہیں۔ جو اپنی حقیقی اصلیت میں اُن تک پہنچے۔ ویدانت میں بھی جسے عام طور پر ہندو مت کہا جاتا ہے بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ مقدس وید ایسی زبان میں رقم کئے گئے تھے جو آج کل متروک اور مردہ ہو چکی ہے۔ اس زبان کو ہندوستان بھر میں نہ کوئی اب بولتا ہے اور نہ سمجھتا ہے۔ ویدوں کے

اشلوک متیائن متناقض توضیحات اور تشریحات سے بھرے پڑے ہیں۔ جن کی بنا پر ہندومت فرقہ ہائے کثیر میں بٹ چکا ہے۔ بنابریں اس کے فرقے اپنے مذہب کی مبادیات میں بھی ایک دوسرے سے سخت اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ ان ویدوں سے ہی فیضان وعرفان حاصل کرنے کے مدعی ہیں۔ ہندوؤں میں ملحد بھی ہیں خدا پرست بھی لاادری (وہ جس کا اعتقاد یہ ہو کہ خدا یا دوسری غیر مادی اشیاء کی ہستی کے متعلق ہمیں کچھ علم نہ تو ہے اور نہ غالباً کبھی ہوگا) بھی ہیں۔ دین فطرت کے قائل بھی۔ بت پرست بھی اور بت شکن بھی مستزاد یہ کہ سب ہی اپنے اپنے نظریہ ہائے فکر کے اثبات کے لئے مقدس ویدوں کو ہی حکم و عدل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کسی ایک ہندو فرقہ کے ترجمہ شدہ وید کو دوسرے فرقے غلط قرار دے دیتے ہیں۔ اور اس کے ابطال و تردید کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اس کے برعکس اسلام کی مذہبی کتاب ــــ القرآن ــــ کی متعلق حبیب و رقیب سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ آج تک یہ اسی حالت میں موجود ہے جس حالت میں یہ آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تھی۔ خوش قسمتی سے ہم اس دور سے گذر رہے ہیں جبکہ معتبر آراء اور مستند فتاوی نے مندرجہ بالا امور کی صداقت قائم کر دی ہے اور آج اس حقیقت پر کوئی فرد بشر بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ کسی مذہب کی تعلیمات کی اہمیت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کی دریافت و تحقیق کا ہر ذریعہ مشکوک ہو تو اس صورت میں نہ تو اس مذہب کی تعلیمات قابل غور ہو سکتی ہیں اور نہ اس کے بلند بانگ دعاوی کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ دوسرے مذاہب کسی بھی طور اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مختلف نظام ہائے مذاہب کے بانی بزرگوں کے بارے میں بھی اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ ویدانت دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے، مگر جن ہستیوں پر یہ وید وحی ہوئے اور یا جنہوں نے انہیں جمع کیا۔ محض ناموں کے سوا ان کے دوسرے حالات و کوائف کا ہمیں کچھ بھی

پتہ نہیں چلتا۔ اور پھر یہ نام بھی بھجنوں کے شروع شروع میں ضمناً بیان ہو گئے ہیں۔ ورنہ ان کو بھی کسی تاریخی پہلو سے بیان نہیں کیا گیا اسی طرح سے حضرت مسیحؑ کی صحیح تاریخی شخصیت مشکوک اور مشتبہ ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ کو تاریخی شخصیت بھی مان لیا جائے تو بھی ہم آپکی زندگی سے بہت کم واقف ہیں بس ہم یہی پڑھتے ہیں کہ حضرت مریم صدیقہؑ کے ہاں ایک نامی گرامی نصرانی تولد ہوا اور فوراً بعد وہ اور ان کے خاوند اس نومولود کو لے کر ناصرہ نامی جگہ کی طرف چلے گئے۔ تقریباً بارہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد حضرت مسیحؑ، معبد خانوں میں احبار اور علمائے یہود سے بحث و مباحثہ کرتے نظر آئے۔ اور پھر روپوش ہو گئے، تاریخ کی نظر اس عرصہ پر بھی نہیں پڑی۔ تقریباً ۱۸ سال کے تاریخی وقفہ کے بعد خداوند یسوع مسیح یہودی خانقاہوں سے باہر نکلتے ہیں اور دریائے اردن کے کناروں پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور پھران کی دعوت و تحریک کا دور اتنا مختصر تھا۔ کہ نہ تو وہ ہمارے لئے کامل نمونہ ہو سکے اور نہ وہ انسانی زندگی کی مادی اور روحانی گزرگاہوں میں چراغ راہ بن سکے۔ کچھ مواعیظ حسنہ، چند معجزے تھوڑی بہت دعائیں اور بد دعائیں۔ انسانیت کو ایک مذہب عطا کرنے کے لئے ناکافی ہیں، حضرت مسیحؑ کی جدوجہد اپنے اندر سیمابی اضطراب رکھتی ہے صلیبی تفصیل کے سوا آغاز و انجام کا صرف ضمنی اجمال ہی ہمارے سامنے آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ صاحب شریعت نبی اور تاریخی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے مصر میں اپنی قوم کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرایا۔ اور آپؑ سے خوارق عادت معجزے اور ما فوق الفطرت کرامات صادر ہوئیں۔ لیکن آپؑ کی زندگی زندگی کی شاہراؤں میں کسی بھی طرح ممد و معاون نہیں ہو سکی۔ مختصر یہ کہ ما بقیہ تمام مصلحین قوم اور رہبروں اور ہادیوں کی زندگیاں داستان پارینہ اور راز سربستہ بن چکی ہیں۔ جب میں نے حضرت اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ شروع کیا تو میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی حضورؐ کی حیات طیبہ کے حالاتؐ واقعات ایک مسلسل منظر کی صورت یکے بعد دیگرے آنکھوں کے سامنے گزرتے گئے۔ مہد سے لے کر لحد تک حضورؐ کی حیات طیبہ

کا ہر قول و فعل شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے اور مستند طور پر جمع کیا گیا ہے۔ حضورؐ کی ذات بابرکات میں اخلاق عالیہ صفات حمیدہ اور اوصاف حسنہ کا اجماع دیکھ کر حیران رہ گیا۔ زندگی کی یہ بلندیاں کسی اور انسان میں نظر نہیں آتیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ حضورؐ نے مختلف کرداروں کے اعلیٰ و ارفع اوصاف اپنی ذات میں کیسے سمو لیئے، آپؐ منکسر المزاج بھی تھے اور جری اور دلیر بھی۔ نو عروس کی مثل شرمیلے تھے اور مرد میدان بھی۔ بچے آپؐ کے چنچل پن اور رنگیلی رسیلی اور پیاری باتوں کی وجہ سے از حد پیار رکھتے تھے اور فہیم و کبیر بزرگ آپؐ کی فہم و فراست کے باعث آپؐ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آپؐ صادق بھی تھے امین بھی محبّ حبیب بھی تھے۔ شفیق باپ اور محبوب خاوند بھی اور پسر فرض شناس اور ممد و معاون بھائی بھی۔ عسر یسر میں آپکی شخصیت ایک ہی رہی۔ نہ امارت و دولت مرعوب کر سکی اور نہ عزت نے مغرور کیا۔ امن و آشتی اور بدامنی و بے چینی کے اوقات میں حضورؐ کے مزاج میں یکسانیت رہی۔ میزبان بھی تھے اور متواضع بھی۔ دوسروں کے لئے فیاض اور اپنے لئے قانع۔ الغرض آنحضرت صلعم کو انسانی کردار کے کسی بھی پہلو سے پرکھیں تو آپؐ کے کردار میں کوئی سقم نہیں ملیگا۔ آپؐ خیر و خوبی اور تقویٰ و طہارت کی اعلےٰ ترین صلاحیتوں کے پیکر تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپؐ کے معاندین نے جو کچھ لکھا اور کہا ہے میں نے ان تمام کا بہ تفصیل اور تنقیدی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ معاندین آپؐ کے ذاتی کردار میں ایک عیب بھی ظاہر نہ کر سکے۔ آپؐ کا دامن ہر قسم کے معائب سے پاک اور آپؐ کا کردار اعلیٰ اور اکمل ہے۔ آپؐ کے سماجی کردار کے دو ایک پہلوؤں پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں، اگر بغور دیکھا جائے تو وہ پہلو اصولاً معقول اور ناقابلِ اعتراض ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم ان پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے حضورؐ کی ذات اقدس کو دیکھیں اور پرکھیں جن کی وجہ سے آپؐ پر اعتراض ہوتے ہیں ہمیں ان حالات و حقائق کی صحت کا فیصلہ کرنا ہوگا جن کے ماتحت آپؐ نے یہ پہلو اختیار

گئے۔ اگر کسی وقت ایسے ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں کہ تعدد ازواج ایک ناگزیر امر اور ایک اقتصادی و معاشرتی مسئلہ بن کر رہ جائے۔ تو بتایئے ایسی صورت حال میں اگر نبی کریم صلعم نے تعدد ازدواج کو اپنا لیا۔ تو اعتراض کیوں؟ اور جبکہ دنیا کے بڑے بڑے اشخاص محسنین انسانیت، خصوصاً مذہبی لوگوں نے ایک سے زائد بیویاں کی ہیں۔ جہاں تک سیف و شمشیر کے استعمال پر اعتراض ہے آپ دیکھیں کہ آج بھی دنیا اپنی جنگی قوت پر ناز کرتی ہے۔ جدید ایٹمی ہتھیاروں کی ہولناکیاں انسانیت کے قلب و ذہنیت پر چھا رہی ہیں۔ جنگ ایک ناگزیر امر ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے جنگ کی ہے تو اس لئے کہ انسانیت کو جنگ کے آدابؐ اخلاق کا سبق دینا تھا۔ اس سلسلہ میں آپؐ کی شرافت نفس کا کون انکار کر سکتا ہے؟! آپؐ نے تلوار اُٹھائی محض بدی کے استیصال اور حق کی حفاظت کے لئے۔ آپؐ نے جو جنگ بھی لڑی ہے میں نے اس کے اسباب و عوامل اور آغاز و انجام پر بڑا غور کیا ہے۔ وہ لڑائیاں جارحانہ نہیں بلکہ دفاعی تھیں۔

حضور اکرمؐ کا وجود باجود مثالی خوبیوں کا حامل ہے۔ سلسلہ عالیہ انبیاء علیہم السلام میں آپؐ کی ذات بابرکات ہی ایسی ہے جس نے ربانی دعوت و تحریک کو کمال نصرت سے ہمکنار کیا۔ حضرت مسیحؑ عمر بھر معاندین کی ستم ظریفیوں کا تختۂ مشق بنے رہے۔ تختۂ صلیب پر جناب مسیحؑ کے لب نالش و ناکامی کے شکوہ سنج تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جابر و ظالم دشمنوں کو مٹا کر رکھ دیا۔ ظفر و نصرت کے وقت جب قریبی اور جانی دشمن آپؐ کے قدموں میں ذلت و شکست سے سر رکھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے عفو و درگذر کی الٰہی صفت کا مظاہرہ کیا۔ تاریخ کا جو طالب علم بھی فتح مکہ کا بیان پڑھتا ہے۔ وہ اس رجل عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جس نے نہ صرف اپنے جانی دشمنوں کو ہی معاف فرمایا بلکہ انہیں عزّ و عظمت کے بلند مراتب بھی عطا کئے۔ کیسے

خبر کہ جناب مسیحؑ اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اُن سے کیا سلوک روا رکھتے۔ آپؑ نے تو یہی فرمایا تھا۔ کہ میں دنیا میں امن پیدا کرنے نہیں تلوار چلانے آیا ہوں حضرت موسیٰؑ۔ راجچندرؑ۔ کرشنؑ اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے دشمنوں سے سلوک کرتے وقت رحم وکرم کا ذرہ بھر مظاہرہ نہیں کیا۔

میں نے مختصر سے عرصہ میں مختلف مذہبی فرقوں کے عقائد اور تعلیمات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے۔ ہندومت کی ابتدائی شکل خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن آج یہ مذہب رسم ورواج اور دان بلیدان کے بے شمار اختراعات کا گہوارہ ہے اور یہ حالت امرِ مشترک کے طور پر سب فرقوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان میں اتحاد واتفاق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دراصل ہندومت میں کوئی ایسی جامع اصلاح نہیں ہے۔ جو ان تمام فرقہ ہائے کثیر کو ایک نقطۂ نظر پر متحد کر دے مظاہر پرستی، عناصر پرستی، بطل پرستی، صنم پرستی، کثرت پرستی اور کسی حد تک توحید پرستی یہ سب عقائد ہندومت۔ کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ اس مذہب کا ایک فلسفہ ہے جس کا عملی زندگی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ فلسفہ بعض معمّے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر دکھ سکھ کے فلسفہ ہی کو لیجئے اس سلسلہ میں یہ مذہب تناسخ یا آواگون کا قائل ہے جو ذہنی تعیش کی ہی صورت ہے عملی طور پر فائدہ بخش نہیں ہے۔ مانا کہ پُن دان اور بلیدان وغیرہ فضول نہیں ہیں ان کے بھی اثرات مترتب ہوتے ہیں البتہ ان کا درجہ ثانوی ہے اور یہ مقصود ومطلوب کے لئے ذرائع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جبکہ ہندومت میں ان کی حیثیت لوازمات کی ہے۔ علاوہ ازیں ہندی رسم ورواج خاص خاص مقامی مسائل اور ضروریاتِ حاضرہ کی تکمیل کے پیشِ نظر اختیار کیے گئے تھے۔ اس لئے یہ آیندہ قوموں اور نسلوں کے لئے سُود مند نہیں ہو سکتے۔

یہودیت نے دنیا میں علم وحکمت پھیلائی۔ مگر مرورِ زمانہ سے یہ بھی رسم ورواج کی نظر ہوگئی رسمی تقدس کا نقص اس حقیقت میں مضمر ہے کہ جب کوئی رسمی تقاضوں کو پورا کر دیتا ہے

تو وہ اپنی ذات کو دوسروں سے اعلیٰ و ارفع سمجھنے لگتا ہے۔ اس سے کسی جرم و گناہ کی بازپرس نہیں کی جاتی۔ بدیں وجہ ہندوؤں میں برہمن اور یہودیوں میں فریسی ان امور و فرائض سے جو معاشرہ کے دیگر افراد پر عائد ہوتے ہیں اپنے آپ کو مستثنےٰ خیال کرتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کوئی نیا مذہب لے کر مبعوث نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کسی گرجا کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ یہودی تھے اور موسوی شریعت پر سختی سے پابند تھے۔ [redacted] اپنے آقا و مولا حضرت موسےٰؑ کی تعلیم کو فقیہوں اور فریسیوں کی رسمی قید و بند سے آزاد کرانے آئے تھے۔ وہ ان کی ریا کاری اور جدل۔ فریب کو ظاہر کرنے کی جرأت رکھتے تھے۔ الغرض یہودیت کی تطہیر و تجدید حضرت مسیحؑ کا مشن تھا۔ مگر آپ کے دشمن اس راہ میں سنگ گراں ثابت ہوئے جن کی وجہ سے جناب مسیحؑ آخر تک اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر جناب سینٹ پال کا ظہور ہوا۔ لیکن اپنے آقا حضرت مسیحؑ کے مشن کو جاری رکھنے کے بجائے اس نے اس مذہب میں نئے اور متنازعہ معتقدات پیدا کر دیئے۔ اور یوں یہ ربانی مشن کفارہ اور حرمت کفارہ کا گورکھ دھندہ بن کر رہ گیا۔ اس تحریک احیاء کو "NEW COVENENT" یا میثاق نو کہا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک قدیم کفر و شرک کی نشاۃ ثانیہ ہے صرف نام و ماحول ہی دوسرا ہے۔ داستانِ مسیحیت مختصراً یوں ہے کہ جب انسان گناہ میں گھر گیا تو خداوند خدا باپ اس کی گناہ آلود زندگی کو دیکھ کر غیض و غضب سے بھڑک اٹھا۔ اور اسے دھتکار کر اپنے سے دور کر دیا۔ پھر اس غیض و غضب کو فرو کرنے کی خاطر خداوند خدا باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے۔ خداوند یسوع مسیح۔ کو ایک کنواری ماں کے رحم میں متجسم کر کے اس گنہگار دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جو صلیب پر مصلوب ہوئے اور تمام نسلِ انسانی کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ اور یوں وہ نسل انسانی کے گناہوں کے داغوں کو اپنے مقدس خون سے دھو کر صلیبی . . . . موت مرجاتے ہیں اور پھر زندہ ہو کر انسانیت کو نئی زندگی

بخشتے رہیں۔ یہ ہے پولوسی فرقہ کا نقشہ جس کے مطابق موجودہ عیسائیت کی ساری عمارت کھڑی کی گئی ہے اور جو سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کی اپنی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، آپؑ نے ہرگز ہرگز ایسی تعلیم نہیں دی۔ یہ پولوسی مذہب کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ چنانچہ اب یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ خداوند یسوع مسیح۔ جنہیں پولوس رسول اور لجض تے! "آدم نو کہا جاتا ہے۔ THE NEW ADAM" کنواری ماں سے پیدا شدہ متھرا، اپالو، بیکچس، ہورس۔ اور سیس وغیرہ سورج دیوتاؤں میں سب سے آخری سورج دیوتا ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دیوتا ۲۵ر دسمبر کو اوّل وقت میں پیدا ہوا۔ ہر ایک نے نہایت پُر امن طور پر اپنا مشن چلایا۔ پہلا معجزہ جو ان سب نے دکھلایا وہ کم و بیش شراب سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر ایک دیوتا کا دعوےٰ تھا کہ وہ اپنے خون کے عوض نسل انسانی کی نجات کے لئے آیا ہے ہر دیوتا آخر مارچ میں جمعہ کو سہ پہر کے وقت فوت ہو گیا۔ دو دن تک قبر میں مدفون رہا۔ پھر ایسٹر کے اتوار کو جی اٹھا اور پھر آنے کا وعدہ کر کے آسمان پر اُڑ گیا۔

مسیحی کلیسا کی تعمیر سے صدیوں پہلے مختلف ممالک میں بالکل وہی مذہبی نظام رائج تھا اور ابتدائی مسیحی مصنفین کی کتب میں لفظ بہ لفظ دوہرایا گیا ہے۔ مسیحیت سے قبل کنواریوں سے پیدا شدہ دیوتاؤں کے نام پر بپتسمہ دے کر لوگوں کو باضابطہ طور پر اس مذہب میں شامل کیا جاتا تھا۔ ان دیوتاؤں کے پرستار صلیب کو پوجتے تھے ان کے دو مقدس تہوار ایسٹر اور کرسمس تھے۔ درحقیقت حضرت مسیحؑ کے بعد رومن کیتھولک کلیسا جو پولوسی عقیدہ کا پہلا کلیسا ہے اس قدیمی اور باطنی مذہب کی ہو بہو نقل ہے۔ جب اس باطنی مذہب کے تمام خدو خال مغرب کے سرکاری کلیسا نے اپنا لئے ہیں تو پھر صرف قدیم مشرکانہ مذہب کو ہی کیوں بدنام کیا جاتا ہے اگر مشرکانہ مذہب باطل ہے تو مسیحی کلیسا بھی باطل ہوگا۔ مذہب سے مراد ایسا ضابطہ حیات

ہے جو اس دنیا اور آخرت کی دنیا میں سرخروئی کی زندگی عطا کرے۔" اس لحاظ سے موجودہ مسیحیت کوئی مذہب نہیں۔

اس پہلو سے مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد جس دین پر میری نظر انتخاب پڑی وہ اسلام ہے یہ فعل و عمل اور اقدار و اخلاقیات کا مذہب ہے اور بالکل سادہ اور عملی ہے۔ اس میں DOGMAS نہیں ہیں یعنی ایسے عقائد نہیں جن کا تعلق عمل سے نہ ہو اور جو محض نجات کے لئے انسان پر تحکمانہ انداز میں ٹھونس دیئے جائیں۔ سارے کے سارے اسلامی عقائد مستند دلائل کے حامل اور قرین عقل ہیں اور ان کا زندگی سے براہ راست تعلق ہے۔

مانا کہ مسلمانوں کا دامن بعض قسم کی رسمیات سے خالی نہیں ہے۔ یہ بھی قربانی اور نذر و نیاز کے قائل ہیں۔ لیکن جب میں نے قرآن کریم میں پڑھا تو میں خوشی سے پھولا نہ سمایا کہ

"بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر و لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے سبب قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلاموں کو آزاد کرنے میں مال دے۔ اور نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور متقی ہیں"

(۱۷۷:۲)

یہ بیان کتنا شاندار فیصلہ کن اور پر جرأت ہے۔ جو رسمیات کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والا ہے اسلام میں بعض رسمیں پائی تو جاتی ہیں مگر وہ لوازم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک رسم بوقت نماز قبلہ رُو ہونے کی ہے جو اس مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں اسلام ظہور پذیر ہوا۔ یہ ایک بڑی ہی اہم

ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

مگر مذکورہ آیت کریمہ کی وضاحت کے بعد قبلہ رو ہونا فی الذات کوئی نیکی نہیں ہے تا وقتیکہ بیان کردہ عقائد و اعمال کی تعمیل و تکمیل نہ کی جائے دراصل یہ رسم ان روحانی فیوض و برکات کی یاد تازہ کرتی ہے جو اس مقدس مقام سے وابستہ ہیں لہٰذا اگر عقائد و اعمال کی پابندی کے بغیر محض قبلہ رو ہونے میں کوئی منفعت نہیں تو پھر دوسرے ارکان کی کیا اہمیت ہوگی !

مسلمان نذر و نیاز بے شک کرتے ہیں۔ مگر ان سے مقصود قہر الٰہی کو فرو کرنا نہیں جیسا کہ دوسرے مذاہب میں خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے جملہ مقاصد میں سے ایک یہ ہے۔

"(خود بھی) کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور سوال کرنے والے (غریبوں) کو بھی کھلاؤ" (۲۲ : ۳۶)

یہ رشد و ہدایت دوسروں کے لئے فیض بخش بننے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اور دین الٰہی (اسلام) کی علامت بھی ہے۔ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ہمیں خدا تعالےٰ کی رضا اسی طرح چاہنا چاہیئے جس طرح کہ جانور ہماری رضا کی خاطر چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں قربانی کا فلسفہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

"اللہ تعالےٰ تک نہ تو ان (چارپایوں) کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے لیکن تمہارا تقوےٰ اسی کو پہنچتا ہے۔ ان چارپایوں کو اسی طرح تمہارے تابع کر دیا ہے۔ تاکہ تم اس بات پر اللہ کو بڑائی کیساتھ یاد کرو کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے۔ اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو" (۲۲ : ۳۷)

میں اسلام کی کسی اور رسم کو نہیں جانتا۔ اور اگر رسمی تقدس فی نفسہ بے حقیقت شئے ہے اور یقیناً ہے تو ہندومت اور یہودیت جو رسمیات کے مذہب ہیں انسانی حوائج و ضروریات کو کسی بھی

طور پر ادا نہیں کر سکتے یہ حقیقت ہے کہ موجودہ عیسائیت نے ان تمام مذہبی ارکان وآداب کو جن پر حضرت مسیحؑ سختی سے پابند تھے چھوڑ دیا ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ خداوند یسوع مسیحؑ نے صلیبی . . . . موت مر کر انسانوں کے گناہوں کا کفارہ دے دیا ہے اور اپنے خون سے اپنے ماننے والوں کو ارکان وآداب کی پابندیوں سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ اب ورثہ کے طور پر بہت سی مشرکانہ رسوم کلیسیا میں داخل ہو گئی ہیں اور اس کی حالت اب پہلے سے دگرگوں ہو گئی ہے۔ اسلام کے ارکان وعقائد کو بیان کرنے سے پہلے میں ایک امر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب آسمانی صحف متداول روایات اور اختراعات سے بھر گئے تو نزول قرآن کی ضرورت پیش آئی۔ مذاہب عالم نے اپنی اپنی تعلیمات کی بنیاد آسمانی وحی پر رکھی ہے۔ منشاء ایزدی یہی ہے کہ بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے اپنی رضا اور رشد و ہدایت کی راہوں سے مطلع کرے۔ اگر یہ راہیں گرد و غبار سے اٹ جائیں۔ ان کے نشان باقی نہ رہیں تو کیا اس صورت میں خداتعالےٰ کو جائز نہیں کیا انسان کی اپنی فطرت کا تقاضا نہیں کہ اسے پھر ان راہوں سے باخبر کیا جائے۔ رب العالمین کا اس کائنات میں یہی نظام رائج ہے ہمارے لئے اس نے بیشمار چیزیں پیدا کی ہیں۔ جب وہ چیزیں ختم ہو جاتی ہیں یا ان میں کمزوری اور نقص پیدا ہو جاتا ہے تو اپنی حکمت وقدرت سے ویسی ہی اور اشیاء پیدا کر دیتا ہے۔ جن سے ہماری زندگی کے سامان ہوتے رہتے ہیں جو نظام عالم طبیعات میں جاری وساری ہے وہ عالم روحانیات میں بھی ہے۔ بنابریں اگر کتب قدیم مسلمہ طور پر محرف ومبدل ہو جائیں۔ اور ان کی حقیقی ہیئت نیست ہو جائے۔ تو ایسی حالت میں کوئی شخص دوسری نئی اور تازہ آسمانی کتاب کی ضرورت سے کس طرح انکار کر سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گو اتنے وقتوں میں جو صحف آسمانی مختلف اقوام عالم کو عطا ہوئے آج ان میں سے کسی ایک صحیفہ کی تعلیم وتلقین بھی اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ اس بات کو سبھی مانتے ہیں اگرچہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے دنیا کی تمام

قوموں کی رشد و ہدایت کے لئے کتابیں نازل کیں، لیکن آج وید، بائبل اور قرآن کے سوا باقی دوسری کتب کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ سب صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہیں۔ وید اور بائبل میں ان خاص قوموں کا ہی ذکر ہے جو بھگوان اور خداوند خدا باپ کی مختص اور پیاری ہیں۔ اس کے برعکس قرآن نہ تو کسی قبیلہ کی داستان ہے اور نہ کسی فرد کی رام کہانی ہے بلکہ وہ انسان کو بحیثیت انسان پیش کرتا ہے۔ اور انسان اور انسان کا خدا قرآن کا مرکزی موضوع ہے۔

کائنات اور اس کی پیدائش کے ذکر کے بعد اسرائیلی صحیفوں کا صدری تعلق نسل انسانی کے صرف ایک خاص طبقہ یعنی خلفائے بنی اسحاقؑ سے ہے۔ ابراہیمی علاقہ سے بنی اسرائیلیوں کی ہجرت۔ قیام مصر۔ حکومت مصر کی غلامی۔ حضرت موسٰیؑ کا ان کو غلامی سے چھوڑانا وغیرہ سب حالات بائبل میں درج ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے مذہبی اور رسمی ضوابط کا بھی بیان ہے اور ان کی صحرا نوردی۔ اسرائیلی حکومتوں کا قیام۔ ان کی شان و شوکت کی حکایتیں اور انجام کار ان کی سیہ کاریوں اور بدعملیوں، ان کا تمرد اور سرکشی، ان کی تعیش پسندی، ذلت و مسکنت اور تنزل کے بارہ میں حضرت مسیحؑ کی پیشگوئیاں وغیرہ ان تمام کوائف کو یکے بعد دیگرے بنا سنوار کر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ان بزرگوں کے حالات بھی ہیں جن سے ایسی مذہبی رسومات صادر ہوئیں جن کا معتدبہ حصہ دشمنوں کے حق میں بددعاؤں پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں رحمت الٰہی اور فرشتوں کے بشارتیں لانے کا بھی بیان ہے۔ الغرض بائبل قوم بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی مکمل تاریخ ہے حضرت موسٰیؑ صاحب شریعت اور عروج و کمال کی پیشگوئی کرنے کی حیثیت سے پہلی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں جو ہونے والی ذلت و مسکنت پر غم و الم کے آنسو بہا رہے ہیں۔ جس طرح بائبل کا تعلق بنی اسرائیل کی قوم سے ہے اسی طرح وید بھی وسط ایشیا کی آریہ قوم کی تاریخ ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم دریائے سندھ پار کر کے ہندوستان کے مغربی علاقہ میں قیام پذیر ہو گئی تھی۔ مقدس وید اس قوم کو ذرا عمت

پیشہ قوم کی حیثیت میں پیش کرتے ہیں۔ اس قوم نے مختلف عناصر اور ان مظاہر قدرت کی حمد و ثنا میں بھجن گائے جو خشک اور پیاسی زمینوں کی سیرابی کا باعث بنتے اور ہری بھری کھیتیوں کی دولت کے خزانے کھول دیتے تھے۔ ان بھجنوں کے علاوہ آریہ قوم کی رسوم آداب اور دان و بلیدان کا بھی بیان ہے اور ہندوستان کے اصلی باشندوں سے قتل مقاتلہ ان پر غلبہ۔ آریہ قوم کی شہری اور عسکری زندگی، حکومتوں کا قیام اور آخر میں ان کی نفس پرستی اور عیش و عشرت کا ذکر ہے۔ یہ تمام حالات شاعرانہ انداز میں نظم کئے گئے ہیں۔ چنانچہ وید اور بائبل ہر دو کتابیں دو خاص قوموں کی تاریخ ہیں جن میں مذہبی ارکان و عقائد کا ضمناً تذکرہ کیا گیا ہے لیکن قرآن کریم کا جہاں تک تعلق ہے۔ یہ انسان کو خدا کی طرف سے عطا شدہ دین پر مشتمل ہے۔ بنی نوع انسان کی ترقی و ترفع یا ذلت و مسکنت قرآن کریم کے مرکزی موضوع ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم میں بعض لوگوں اور بعض قوموں کا ذکر موجود ہے۔ مگر یہ تلمیحات اور حکایات اس ربانی کتاب کے بڑے مقاصد میں سے نہیں ہیں یہ محض تشریحات و توضیحات کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کتاب میں بنی نوع انسان کی اخلاقی اصلاح اور روحانی کمال کے لئے بعض قواعد و ضوابط بیان کئے گئے ہیں۔ انسان کو ان بے راہ رویوں اور بدعملیوں سے روکا گیا ہے جو اس کو ذلت و نکبت کے عمیق گڑھے میں گرانے والی ہیں۔ قرآن میں انسان کے لئے اخلاق و آداب کی مواعیظ ہیں اور خدا خوفی اور خدا پرستی کا بیان ہے۔ اور جہاں کہیں بعض لوگوں، نبیوں، ان کے مخالفین اور مختلف قوموں کا حال بیان ہوا ہے تو صرف قرآنی تعلیمات کی تفہیمات اور توضیحات کے لئے ہوا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے افراد اور اقوام کے تفصیلی کوائف بیان نہیں کئے بلکہ ان کا اجمالی اور بعض جگہ محض اشارتاً ذکر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مشہور داستان نہیں بلکہ اقتصادی معاشرتی اخلاقی اور روحانی ضوابط کا مرقع ہے۔ وید اور بائبل ان لوگوں کے لئے تو روحانی فیوض و برکات کا باعث ہوں گی

جو ان کے زمانہ نزول کے وقت موجود تھے لیکن آج ان میں بنی نوع انسان کی سرخروئی اور فلاح آخرت کے کوئی سامان نظر نہیں آتے قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو فطری تعلیمات پیش کرتی ہے۔ ہر ملک وملت اور ہر دور و دیار کے لوگوں کے لئے ہے اور ہمہ گیر فلاح کی باعث ہے اس کی تعلیمات ابدی ہیں اور حسنات زندگی اور نعماء آخرت سے فیض یاب کرتی ہیں۔

ویدا ور بائبل کی کتابیں اپنے نزول کے کسی ہمہ گیر مقاصد کی صراحت نہیں کرتیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے بے شک کوہ طور پر سیدنا موسیٰ سے ہمکلام ہوئے اور اپنے پیارے نبیؑ کو حکم دیا کہ فرعونِ مصر کے ہاں جاؤ اور اسے بنی اسرائیل کی آزادی کے مطالبہ کا پیغام پہنچا دو۔ بنی اسرائیل کے خروج از مصر کے بعد اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے پھر ہمکلامی کی اور اوامر عشرہ عطا فرمائے۔ مابعد گاہے گاہے حسب ضرورت ہدایت و رہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوتے رہے اور خدائے سمیع و رحیم سے اپنی پیاری قوم کے لئے احکام و فرامین لیتے رہے۔ اور جب کبھی خداوند خدا باپ کی یہ پیاری قوم کسی دکھ درد میں مبتلا ہو جاتی تو یہووہ (JEHOVA) کی جناب سے فرشتے بشارتیں لے کر اترتے۔ اسی طرح ویدوں میں بھی بہت سے بھجن اور گیت سنگیت ایسے ہیں جو ایسے ہی حالات میں پرانے رشیوں اور منیوں کو وحی ہوئے۔ اوامر عشرہ بے شک ان باتوں کا پرچار کرتے ہیں جو کسی معاشرہ کی اصلاح اور تعمیر و ترقی کے لئے از بس ضروری ہیں مثلاً یہ کہ انسان کو ملنسار ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے۔ والدین سے احسان و مروت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اولاد کا اکرام کرنا چاہیئے۔ عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کی جان و مال، اور طبقۂ نسواں کی عزت و عصمت کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ یتیم و جوان کو سکھی رکھنا چاہیئے اور یوم سبت منانا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی معاشرہ جو تعمیر و ترقی کا خواہاں ہو کسی وحی و الہام کے بغیر بھی اس قسم کے اصلاحی اور اخلاقی قوانین خود مرتب کر سکتا ہے۔ جہاں تک قرآن

کریم کا تعلق ہے۔ یہ ان معمولی اور دنیوی ضروریات سے کہیں بلند تعلیمات کا حامل ہے جو انسان کو بقدر صلاحیت عروج و کمال کی رفعتوں پر پہنچاتی ہیں۔ پہلی وحی جو رحمت للعالمین کو غار حرا میں ہوئی وہ ذاتی اور نسلی امتیازات سے بالاتر تھی اور بنی نوع انسان کی عمومی فلاح کے لئے کی گئی تھی رب العالمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ وہ صرف عرب قوم کی اصلاح کریں اور نہ روح القدس کو نازل کیا کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں سے ابن اللہ کا خطاب کرے سرور کائنات صلعم بنی نوع انسان کو بلا امتیاز ملک و ملت، ذلت و مسکنت کی عمیق پستیوں سے نکال کر عزت و عظمت کے اوج و کمال پر پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپکو بارگاہ ایزدی سے پہلا پیغام یہ ملا کہ :-

" اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا لوتھڑے سے پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ سنو انسان جب اپنے آپ کو غنی دیکھتا ہے تو سرکشی کرتا ہے"

(۹۶:۱-۷)

حکیم و علیم رب العالمین نے حضور اقدس کی معرفت بنی نوع انسان کو ہدایت فرمائی کہ اشاعت کتب اور علم و حکمت کو عام کرنے کے لئے فن تحریر سیکھے اور ان علوم و فنون کو جو ابھی تک پردۂ راز میں ہیں دریافت کرے تاکہ انسان ارفع و اعلیٰ مراتب حاصل کر سکے کیونکہ خالق و مالک خدا خود بھی عزت و عظمت کا مالک ہے۔ اسکی مخلوق کا بھی انہی اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے مادیت انسان کے روپ میں اپنے طبعی کمال کو پہنچتی ہے۔ اور اس کے بعد طبعاً ان میں کسی قسم کی مزید ترقی ناممکن ہے۔ مگر مادہ سے جسم انسانی میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے جسے شعور کہتے ہیں جب اس کی تعلیم و تہذیب ہو جاتی ہے تو اس سے عقل و دانش، جذبات و احساسات، سیرت و

کردار، اخلاق و آداب، مذہب اور روحانیت کے پیشے پھوٹتے ہیں۔ یہ تمام خدائی خواص ایک شاندار معاشرت کے قیام اور انسان کو عظمت و مرتبہ پر پہنچانے کے لئے فطرت انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں جس طرح انسان رحم مادر میں ایک خون کے لوتھڑے کی مثل طبعی تغیر کے بعد کامل انسان بنتا ہے۔ بعینہٖ سرور کائنات صلعم کی بعثت کے وقت انسانی شعور مثل ایک لوتھڑے کے تھا اور انسان کی عقل ابھی ناپختہ تھی۔ اس انسان ناتمام کی تعلیم و تہذیب اور رشد و ہدایت کے لئے انسان کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تاکہ انسان سے باطنی اوصاف و خواص ظاہر ہوں۔

قرآن کریم نے اپنے نزول کی یہی غرض و غایت بیان کی ہے اور شروع میں ہی اس کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں جہاں انسان کے عظیم مرتبہ، قرب الٰہی کا بیان ہے جسے انسان اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور استعدادوں کو ربانی تعلیم کے تابع کرکے حاصل کرتا ہے۔ وہاں اس پستی کا بھی نقشہ ہے جس میں انسان سفلی قوتوں سے مغلوب ہوکر گر جاتا ہے۔ ذکر آدمؑ میں بلند و پست ہر دو کیفیتیں بیان ہوئی ہیں۔

انسان اس دنیا میں خدا تعالےٰ کا نائب ہے۔ فرشتوں کو لازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ اور اس مقصد کے لئے شمس و قمر مع دیگر مظاہر قدرت انسان کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ انسان دنیا و مافیہا کی ہر شئے کو علم و حکمت کی بھرپور صلاحیتوں سے کام لیکر حاصل کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ ہدایت سے بھٹک جائے اور سفلی محرکات کا بندہ بن جائے۔ تو ان ذرائع و وسائل سے یکسر محروم رہ جاتا ہے جو اس کی خوشیوں میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

ہم اپنی تمام تر تہذیب و ترقی کے باوجود ابھی اس بلندی پر نہیں پہنچے جس پر ہمیں قرآنی احکام کی پیروی کے بعد پہنچنا چاہیئے۔ ابھی تک کامل طور پر ہم شمس و قمر کی تسخیر کے قابل نہیں ہوسکے ہیں۔ قرآن کریم نے ہماری چند روزہ دنیوی زندگی کا یہی مقصد بیان کیا ہے اس ضمن میں قرآن کریم

مزید انکشاف کرتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے مالک ہیں مگر چونکہ ہم حیوانی سطح سے بلند ہوئے ہیں اور ہم میں نفسانی جذبات اور سفلی رجحانات موجود ہیں۔ اس لئے قرآن کریم ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ مقصد حیات حاصل کرتے میں بڑی دشواریاں لاحق ہیں۔ ہمارے قعرِ ذلت میں گر جانے کا احتمال ہے اس لئے ہمیں رشد و ہدایت کی ضرورت ہے جو روحانیات میں ممد و معاون ہو اور ذلت و مسکنت کے گڑھوں میں گرنے سے بچائے۔

نزول قرآن کا یہ دوسرا مقصد ہے۔ ہم ظلمات میں لپٹے ہیں۔ اور ہمیں روشنی کی ضرورت ہے قرآن اسی روشنی کا مدعی ہے سینٹ پال فطرت انسانی کو برا بھلا کہتا ہے لیکن اسلام کے نزدیک ہم معصوم فطرت لے کر آتے ہیں جو جبلی طور پر خبیثیت سے پاک ہے۔ اس مسئلہ پر اسلام کلیسائیت سے اختلاف رکھتا ہے اگر دوزخ گناہوں کا نتیجہ ہے تو جنت ان لوگوں کے لئے ہے جو تقویٰ اور طہارت کے ساتھ اس دنیا کو خیرباد کہہ جاتے ہیں اسلام اور مسیحیت یہ دو مختلف اور متضاد مسئلے پیش کرتے ہیں مسیحیت کہتی ہے کہ انسان پیدائشی گناہگار ہے۔ لیکن اسلام کی رُو سے انسان بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اس لئے اگر کوئی بچہ بوقت پیدائش مر جائے تو اسلامی تعلیمات کی رُو سے وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ مگر مسیحی اصولوں کے لحاظ سے وہ دوزخ کا ایندھن ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام کی رُو سے جنت ہمارا پیدائشی حق ہے۔ البتہ ہم اس سے اپنی بدعملیوں کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں لیکن مسیحیت کہتی ہے کہ ہم دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ تا وقتیکہ ہم کفارہ پر ایمان لے آئیں۔ اسی طرح کلیسائی معتقدات کی رُو سے گناہ موروثی ہوتے ہیں لیکن اسلام کہتا ہے کہ یہ خود اپنے ہی غلطیوں کا نتیجہ ہیں اور انسان ان سے بچ سکتا ہے۔

بائبل کا واحد مقصد انسان کو گناہوں کی دلدل سے نکال کر نیکی کے کنارے پر لا کھڑا کرنا ہے۔ مگر قرآن انسان کو شروع پیدائش سے ہی اس مقام پہ دیکھتا ہے اور ان رفعتوں پہ پہنچانے آیا ہے جہاں پہنچکر انسان قرب الٰہی سے مشرف ہوتا ہے۔ اسلام اور عیسائیت کے نقطہ ہائے نظر

میں زمین و آسمان کا فرق ہے قرآنی تعلیمات معقول اور فطرتی ہیں لیکن وید اور بائبل کی تعلیمات تحکمی اور غیر استدلالی ہیں۔ جس طرح کسی استاد یا باپ کا ہر قول اس کے شاگرد یا بچہ کے لئے قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ وید اور بائبل بھی اپنے ارکان و عقائد کو تحکمانہ انداز میں پیش کرتے وقت اپنے ماننے والوں سے یہی توقع رکھتی ہیں کہ وہ بلا چون و چرا قبول کر لیں گے اور کسی قسم کا اختلاف اور شک و شبہ نہیں کریں گے۔

ان کتب میں ہستی باری تعالےٰ، ملائکہ، روز حشر، قیامت، وحی و الہام، نبوت رسالت اور اخروی زندگی میں ہمارے اعمال و افعال کی باز پرس وغیرہ کا ذکر ضرور ہے۔ مگر وہ ان تمام حقائق کو دلائل و براہین کی کسوٹی پر درست ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ کوئی بے دین اور کافر ان کتب کو پڑھ کر کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ شاید جب یہ نازل ہوئی تھیں تو اس وقت کے انسان کی فہم و فراست بالغ اور پختہ نہیں ہوئی تھی۔ اور انسان جذبات و احساسات کی دنیا میں اندھوں کی طرح کسی چیز کو تلاش کرنے کی کوشش میں تھا اور جب قرآن کریم نازل ہوا تو اس وقت ایسی بالغ ہو چکی تھی کہ تفہیم و تحقیق کو اندھی تقلید پر ترجیح دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ متذکرہ حقائق قرآن کریم میں بالصراحت بیان ہوئے ہیں اور مختلف دعاوی کو دلائل و براہین سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کی تعلیمات عقل و دانش کے مطابق ہیں۔ قرآن اپنی تعلیمات کو تحکمانہ انداز میں پیش نہیں کرتا اور کسی کو بالجبر ماننے پر مجبور کرتا ہے جو شخص بھی قبول کرتا ہے محض اس وجہ سے کہ یہ تعلیمات فطرتی ہیں معقول ہیں اور مفید ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی طبقہ میں دہریت کا رجحان پیدا نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف جب کبھی بھی عیسائی دنیا میں کلیسائی تعذیب سست پڑی اور اس کی آہنی گرفت سے عقل و خرد نے چھٹکارا حاصل کیا تو فوراً ہی دہریت اور آزاد خیالی کی وسعتیں پھیلنے لگیں۔

بظاہر ہندوستان میں مذہب اور دھریت کے درمیان کوئی نمایاں آویزش نہیں ہوئی کیونکہ وید اور ہندو فرقہ ہائے کثیر دہریت کے رجحانات کی برابر . . . حوصلہ افزائی کرتے ہیں یہاں بھی

اسلام کا طرزِ فکر ان ہر دو مذاہب سے مختلف ہے ۔ علم کی روشنی سے کلیسا کی تاریکیاں چھٹ چکی ہیں اور لوگ مسیحی تعلیمات سے برگشتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ ہندو مت کے خلاف بھی خصوصاً ان ایام میں ایسی ہی فضا قائم ہو رہی ہے ۔ مگر جدید علم و حکمت نے اسلامی ارکان و عقائد پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور ایمان بالقرآن قوی تر ہو گیا ہے ۔ عقل و شعور انسانی فطرت کا حصہ ہیں ۔ ان کا ہمارے عقائد سے بہت گہرا تعلق ہے اس لئے وقت کے تقاضوں کو دوسری کتب نہیں بلکہ قرآن ہی پورا کر سکے گا ۔

وید اور بائبل اپنے اپنے مذہبی ارکان تفصیلاً بیان نہیں کرتے کسی محقق کو خود ہی اول تا آخر پڑھ کر انہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے ۔ کلیسا میں یہ کام چرچ کے ذمہ ہوتا ہے ۔ ارکان کلیسا جو ابتدائی مسیحی مصنفین سے بیان ہوتے ہیں انہیں کامن پریئر نامی کتاب میں جمع کیا گیا ہے ۔ جس میں بار بار ترمیم و تقریظ ہو چکی ہے ۔ ویدوں میں چونکہ مذہبی اصولوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی خاص ذکر موجود نہیں ہے اس وجہ سے ہندو مت میں بڑے فرقے پیدا ہو گئے ہیں جو اساسی اصولوں میں بھی ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتے ہیں ۔ مگر قرآن نے اسلامی ارکان کو بیشتر آیات میں بیان کر کے مسلمانوں کو تخریب اور تفرقہ سے بچا لیا ہے ۔

لفظ ایمان عموماً عقائد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ عربی لغت میں اس سے مراد کسی چیز کا علم اور اس کی صداقت اور حقانیت پر ایسا کامل اور محکم یقین ہے جو ہمارے اندر اسکے متعلق اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا جوش و خروش پیدا کرے ۔ قرآنی اصطلاح کی رُو سے ایمان کی تعریف میں ایسے عقائد نہیں آتے ۔ جن پر نہ عمل ہو سکے اور نہ ان کا تعلق عمل سے ہو بلکہ ایمان سے وہ عقائد مراد ہیں جن پر انسان زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے بھی تصدیق کرے اور ان پر عمل بھی کرے ۔ تحکمانہ اور غیر فطری عقائد ہمارے ایمانیات میں سے نہیں ہیں ۔ اور مسلمانوں کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ...

قرآن کی رُو سے۔ انسان کے قول و فعل کی تہذیب و تربیت میں عقائدِ صحیحہ کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے ہماری زندگی کی حرکات و سکنات ان عقائد کا پرتو ہوتی ہیں جن کا ہم زبانی اقرار کرتے اور دل سے تسلیم کرتے ہیں اور جو کامل اور پختہ یقین پر قائم ہوتے ہیں۔ ہماری حرکات و سکنات اور طور و طریق خواہ وہ کتنے ہی بے مقصد اور غیر ضروری ہوں۔ مگر وہ ہمارے کسی نہ کسی چیز پر ایمان لانے یا عدم ایمان کے مظہر ہوتے ہیں۔ ایمان میں کسی قسم کا تغیر ہمارے معمولات پر بلا واسطہ طور پر اثر انداز ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہمارے لبوں کی خفیف سی حرکت اور ہمارے جسم کے کسی حصّہ کی تحریک کسی نہ کسی ایمان کے مطابق ہی پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم آواز کی سماعت اور گویائی پر بھی ایسا ہی ایمان نہ رکھیں جیسا کہ اپنے سامع کی سماعت کی اہلیت پر تو پھر ہم اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکال سکتے۔ چنانچہ جس چیز کے بارہ میں ہم جو طریق عمل اختیار کرتے ہیں۔ اس طرزِ عمل پر ایمان پہلے ہی ہمارے دل و دماغ میں موجود ہوتا ہے۔ یہ حقیقت رہ حیات میں کسی مذہب کے معقول و محتاط انتخاب کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کیونکہ پختہ ایمان سے ہی پختہ عمل پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی عقائد میں ایمان و عمل کی ہر دو خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے اسلامی عقائد سے زیادہ مؤثر و معقول عقائد اور کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے۔

ہر مذہب کے کچھ ایسے عقائد ہوتے ہیں جو اس کے اساسی اصول کہلاتے ہیں جن پر پیروکار ایمان رکھنا لازمی ہوتا ہے یہ اصول خواہ عقل و فہم کو اپیل کریں یا نہ اور دنیاوی زندگی میں ہمارے لئے سود مند ہوں یا نہ ہوں لیکن ان کے متعلق بالیقین نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں اپنے ماننے والوں کو اخروی زندگی کے لئے فلاح و نجات کی ضمانتیں کامل طور پر موجود ہیں۔

حیات بعد الموت کے متعلق قریب قریب ہر مذہب اپنے اپنے رنگ میں متحد الخیال ہیں، ہر مذہب کے عقائد تعلیمات کے لحاظ سے ایک دوسرے کے بالکل ہی مختلف

ہیں لیکن ان عقائد کے ثمرات اور برکات جو پیروکار کو مرنے کے بعد نصیب ہوتی ہیں ہر مذہب ایک ہی طرح کی بیان کرتا ہے۔ کوئی مذہب سوائے اسلام کے اپنی حمایت میں معقول دلائل نہیں رکھتا اور کوئی شخص اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے اس دنیا سے اس دنیا میں واپس نہیں آیا ہے۔ نظام کائنات شاہد ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اگر ایک فرانسیسی پیر پیوسٹ (قائل روحانیات) تناسخ کے مسئلہ کو نظام کائنات کی بناء پر حقیقی اور درست تسلیم کرتا ہے تو انگلستان میں اسی کا ہمعصر اپنے شواہد و حقائق کی بناء پر اس عقیدہ کی تغلیط و تردید کرتا ہے اندریں حالات میں مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کسی مذہب کے محض دعوے پر اس کے اصولوں کو مان لینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ جب تک وہ اصول ہمارے دل و دماغ کے مطابق نہ ہوں اور ہماری صالح زندگی کے معیار پر پورے نہ اتریں۔

اندھیاروں میں پھاندنا خطرناک ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک ایسی باتوں پر ایمان لانا ہے جو نہ صرف ہماری زندگی سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ بسا اوقات اپنے اثر و نفوذ کے لحاظ سے ہماری سیرت و کردار کی تربیت پر بھی منفی اثرات ڈالتی ہیں چنانچہ کفارہ اور تناسخ یا آواگون وغیرہ مسائل ایسے ہیں جنھیں اس دنیا کے شواہد و حقائق سے ثابت کرنا ناممکن ہے۔ بعض لوگ ان مسائل کو مبنی بر حقیقت تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ان کا محکم ایمان ہے مگر حق یہ ہے کہ ان بیکار محض مسائل پر ایمان رکھنا گویا اندھیاروں میں بھٹکنا اور ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے۔ علاوہ ازیں یہ مسائل نہ ہماری زندگی پر خاطر خواہ اثر ڈالتے ہیں اور نہ وہ عملی تحریک پیدا کرنے کے موجب ہیں۔

قوت مذہب بیشتر حالات میں بدی کے استیصال کے لئے مؤثر ذریعہ ثابت ہوتا ہے رائے عامہ کا دباؤ اور قانونی تعزیریں جرم و گناہ کی بہت حد تک حوصلہ شکنی کا باعث ہیں لیکن جب ان کی گرفت سست پڑ جائے تو اخلاقی اور معاشرتی برائیاں عود کر آتی ہیں۔ عیسائی اقوام

میں عصمت فروشی قمار بازی اور شراب نوری کی لعنت کا باعث یہ ہے کہ مسیحی ممالک میں رائج نامران جرائم اور گناہوں کے خلاف اتنی مضبوط نہیں ہے اور قانون بھی قریباً قریباً خاموش ہو خوف خدا اور اخروی زندگی میں احتساب عمل کا ڈر ہی ہے جو ان بدیوں کے استیصال کا ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن جو کفارہ کے قائل ہیں۔ ان کا جرم و گناہ سے بچنا محال ہے۔

جب خداوند خدا باپ کے پاس بنی نوع انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہی یہی ایک ہے کہ وہ گا ہے گا ہے اپنے بیٹوں کو دنیا میں بھیجکر انسانی گناہ کی تلافی کی خاطر ان کو صلیبی موت مار دیا کرے۔ جیسا کہ جناب یسوع مسیح صلیبی موت مر گئے اور انسانوں کی نجات کا باعث ہوئے تو پھر انسان کو عمل صالحہ اور سیرت و کردار کی تعمیر و تہذیب کی کیا ضرورت ہے۔ ہم میں سے بہت کم ایسے ہیں جو نیکی کو نیکی سمجھ کر کرتے ہیں۔ لیکن اگر نیکی ایمان بر کفارہ سے میسر آسکتی ہو تو بہت کم ایسے ہونگے جو نیکی کی زندگی کے لئے تکالیف و مشکلات جھیلنا پسند کریں۔ کفارہ پر ایمان عمل و سعی کی ضرورت کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح مسئلہ تناسخ ہمارے عملی قوتے اور عملی محرکات کو کمزور کر دینے کا موجب ہے اگر ہیپا سیتا زندگی کے مقدرات میں سے ہیں اور رنج و راحت کی گھڑیاں ازل سے انسان کے ساتھ ہیں۔ اور کوئی تدبیر کوئی سعی و جدوجہد ہماری لکھا اور قسمت کو ہرگز ہرگز بدل نہیں سکتی تو پھر غربت کے خاتمہ کے لئے کوئی تدابیر اور خوشی و مسرت کیلئے کوئی اخلاقی تجاویز بار آور بھی نہیں ہو سکیں، اور اگر گذشتہ بدعملیوں کے بد اثرات انسان کا سایہ ہو کر رہ جائیں تو اُن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے یہ نا قابل تدارک بات ہے اس طرح اگر کوئی شخص پہلی زندگی کے گناہوں کی پاداش میں عقیدہ کرم کے تحت بخار میں مبتلا ہے تو اب کوئی بھی علاج کی تدبیر کام نہیں آسکتی۔ لہذا یہ عقیدہ نہ صرف طبی مشورہ کو بیکار کر دیتا ہے بلکہ طبی پیشہ کو بھی یک قلم موقوف کر دیتا ہے اور اس دور کی تمام تر سائنسی ترقی کے لئے بہت بڑی رکاوٹ کا باعث ہے اور دیگر ترقیاتی امور

بھی اسی ذیل میں آئیں گے۔ گویا تحقیق و تجدید، غور و فکر اور سوچ بچار کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ما نا کہ جو لوگ ایسے عقائد کے پابند ہیں۔ وہ ترقیاتی پہلوؤں میں عموماً بے حسی کا مظاہرہ نہیں کرتے اور نہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔ بلکہ وہ خود بھی ترقی کرتے ہیں اور تحقیقاتی امور میں نمایاں حصہ بھی لیتے ہیں، مگر اس سے معلوم ہوتا ہے۔ اپنے مذہب کے اساسی اصولوں پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان نہیں رکھتے یہی وجہ ہے کہ ان کے عقائد و اعمال میں بیّن فرق ہے۔

ذاتِ باری

تعالےٰ پر ایمان تدیم سے مذہب کی ناگزیر شرط رہی ہے۔ انسان کے اندر فطری طور پر عبادت و ریاضت کا جذبہ موجود ہے۔ اس جذبہ نے انسان کو کسی نہ کسی خدا کے آگے جھکنے پر ہمیشہ مجبور کیا ہے۔ اگرچہ بدھ مت کی مقدس کتاب میں ہستی باری تعالےٰ کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں ہے، اور خدا کے تصور سے نا آشنا محض ہے لیکن اس کے پیروؤں میں اعلیٰ ہستی کی عبادت کا فطری جذبہ بڑی سرعت سے سرایت کر گیا ہے۔ دیگر مذاہب جو اوصاف و خواص ذات باری تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں بدھوں نے وہ سب مہاتما بدھ کی ذات کے لیے مختص کر دیئے ہیں۔ تمام بدھ ممالک میں مجسمات بدھ کی پوجا پاٹ ہوتی ہے ان کے پگوڈے (عبادت خانے) مورتیوں سے بھرے پڑے ہیں اور پجاری جمع ہو کر ان مورتیوں کے آگے دھرنا مار کر بیٹھ جاتے ہیں اور اسی طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح دوسرے مذاہب خدا کی عبادت کرتے ہیں اور مہاتما بدھ کو اسی طرح یاد کرتے ہیں اور اسی طرح اس کی حمد و ثنا کے بھجن گاتے ہیں جس طرح خدا کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔ چنانچہ کسی اعلیٰ ذات کے آگے سربسجود ہونے کا فطری احساس انسانی ذہن کا نمایاں اور غالب پہلو ہے۔ اس جذبہ و احساس کے ماتحت انسان نے پتھر سے لے کر انسان کے بچے تک مختلف مظاہر قدرت کو اپنا خدا مانا ہے۔ اور اس کی پرستش کی ہے۔ جو بلند اور پاکیزہ جذبات ایک زاہد عابد شب بیدار

اور خدا پرست کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ صنم پرستی نے بسا اوقات اسی قسم کے مظہر
ذکی جذبات انسان کے اندر بھی پیدا کئے ہیں اور صنم پرست جو حمد و ثنا اور جو تعریف
توصیف خود تراشیدہ پتھر کے دیوتاؤں کی کرتے اور ان کے اس طریق میں جو جمال اور شان
اور جو تاثیر اور جو اخلاص پایا جاتا ہے۔ وہ پرستاران الٰہی کی زاہدانہ اور عابدانہ نیم شبی
دعاؤں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ہندوستان میں ہندو بت پرستوں کا ایک فرقہ "وشنو" ہے
جو اخلاقیات کا بڑا پابند ہے، اس کا تقویٰ و طہارت بسا اوقات ایک توحید پرست کے
تقوے و طہارت سے بھی سبقت لے جاتا ہے، تاہم اسلامی عقائد نے جنہیں تہذیب و
تمدن، عقل و شعور اور ترقیات کی حمایت حاصل ہے قدیم اور باطل عقائد کو ختم کر دیا ہے۔ اور
ان کی بے اثری کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ان قدیم عقائد میں وہ قوت و طاقت نہیں
ہے جو اچھے کردار کی تعمیر میں ممد و معاون ہو۔ اب دنیا توحید کی قائل ہوتی جا رہی ہے
اور وہ لوگ جن کا رجحان کثرت پرستی کی طرف مائل رہا ہے۔ اب نادم ہیں اور اس
باطل عقیدہ کو چھوڑ رہے ہیں کہ جس وقت ایمان بالتوحید ہماری روزانہ زندگی میں عملی طور پر نظر
آنے لگے جیسا کہ میں بیان کروں گا تو بلاشبہ انسانی تہذیب و معاشرت خوبی و کمال کے بلند
ترین مقام پر پہنچ جائے گی۔ لیکن توحید کا زبانی اقرار بھی متذکرہ الصدر صنم پرستی و کثرت پرستی
سے کسی طرح کم نہیں ہے شاید مقلدین حضرات میری اس بات پر اعتراض کریں لیکن میں بالجرأت
یہ بات کہوں گا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک متقی اور حق کی کثرت پرست کا درجہ ایک توحید پرست
بدکار شخص سے اعلیٰ و ارفع ہے لہٰذا اگر ایمان با توحید سیرت و کردار کی تعمیر میں کوئی خاص اثر نہیں
دکھاتا تو ایسے ایمان کی کوئی خوبی نہیں ہے اگر ہم خدا ترس اور نیک عمل نہیں تو گلا پھاڑ پھاڑ کر
حمد و ثنا کرنا اور درود و سلام بھیجنا فضول ہے۔ خدا کو ہماری حمد و ثنا اور عبادت و ریاضت
کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر اسے ضرورت ہے اور محتاج عبادت ہے تو وہ ان اسماء

صفات کے لائق نہیں جو ہم اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر عبادت الٰہی سے یہ مراد ہے کہ اس کے حضور نذر ونیاز کی جائے جان ومال کی قربانیاں دی جائیں اور حمد وثنا کے ترانے گائے جائیں تو اس طرز عبادت سے نہ تو خدا کو کوئی اعزاز ملتا ہے اور نہ انسان کی اپنی ذات کے لئے فائدہ مند ہے حقیقت یہ ہے کہ خدا ان حوائج سے پاک ہے وہ کسی قسم کی عبادت وریاضت کا محتاج نہیں وہ غنی عن العالمین ہے اس پر قرآن کریم میں بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس کی خدائی کو ماننا اس کی عزت وعظمت کو نہیں بڑھاتا اور نہ اس کا انکار اس کی شان وشوکت کو کم کرتا ہے۔

عبادت الٰہی حمد وثنا کے لئے ہو یا اظہار شکر کے لئے اور یا حصول فضل وبرکات کے لئے ہو وہ اس طریق پر ہونی چاہیئے کہ اس سے ہماری صلاحیتیں حسنات زندگی کے حاصل کرنے میں سرگرم عمل ہو جائیں اس لحاظ سے مجھے وہ دعا بڑی پسند ہے جو اسلام نے سکھائی ہے وہ قرآن کریم کی پہلی سورت الحمد شریف ہے۔ یہ سورۃ کریمہ حمد وثنا اور شکر وصبر کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے لیکن اگر یہ حمد وثنا اور شکر وصبر کا اظہار دل کی گہرائیوں سے نہیں ہوتا اور محض لبوں کی حرکت ہی ہے۔ تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، اس سورۃ شریفہ کی پہلی آیت کریمہ الحمد للہ رب العالمین ہے جس کے معنی ہیں سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ لفظ الحمد کے کئی معنی ہیں۔ اور چہار قسم کے نظریئے پیش کرتا ہے۔ اول یہ کہ لفظ مخصوص طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی یہ صرف اللہ تعالےٰ کی تعریف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دوئم یہ لفظ تکمیل کا نظریہ رکھتا ہے یعنی بندہ اس کی ذات میں تمام اعلیٰ وارفع خصوصیات اور جمیع صفات دیکھتا ہے وہ مرجع صفات ہے۔ سوئم اس لفظ سے اس بندے کی اپنی طلب کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ وہ بقدر ہمت وصلاحیت ان خدائی صفات کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے پیش نظر وہ عبادت الٰہی کرتا ہے۔ چہارم اس لفظ میں شکر کا مفہوم پایا جاتا

ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کے اندر ان صفات کے حاصل کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ فی الحقیقت عبادت الٰہی نفسیاتی طور پر ان مذکورہ چار باتوں کے لئے ہوتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کی عظمت و کمال کا اظہار اور انسان میں اس خوبی کی کمی اور اسے حاصل کرنے کی تڑپ سالک کی دعائیں سمیع و رحیم خدا کے حضور لے جاتی ہیں اور یہ اسی لئے ہے کہ ہمیں فطرتی طور پر اس کا علم ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں سے کام لیکر خدائی صفات کے مالک ہو سکتے ہیں چنانچہ جب کوئی عابد بوقت عبادت الحمد کا لفظ زبان سے نکالتا ہے۔ وہ محض خدا کو خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق ڈھالنے کے لئے ایک حقیقی خواہش کا حقیقی اظہار کرتا ہے۔

الحمد کے بعد مسلمان خدا تعالیٰ کے چار اسمائے حسنہ کا ذکر کرتے ہیں جو فی الذات کامل ترین حسین ترین اسماء الٰہی ہیں، وہ ہیں رب، رحمٰن۔ رحیم اور مالک یوم الدین جب یہ چاروں صفات انسان کے اندر پیدا ہو جائیں تو وہ دور دنیا کے لئے عہد سعادت ہوگا۔ رب کے معنی ہیں پیدا کرنے والا۔ پرورش کرنے والا، خبر گیری کرنے والا، اور صلاحیتوں اور استعدادوں کو کمال عروج تک پہنچانے والا۔ رحمٰن کا مطلب ہے بے انتہا رحم کرنے والا خدا۔ جس کے انعام و اکرام اور افضال و برکات بلا خیرو خوبی اور بلا استحقاق بندوں پر نازل ہوں۔ رحیم کا مطلب ہے کسی عمل کا بار بار صلہ دینے والا۔ مالک یوم الدین کا مطلب ہے جزا سزا کا مالک اس کا محض اصلاح کے لئے سزا دینا۔ ان اسمائے حسنہ کی خصوصیات یہ ہیں کہ رب العالمین اپنے بندوں میں رنگ و نسل، ملک و ملت کا کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ اسلام کا خدا ساری دنیا کا خدا ہے وہ اپنے لطف و کرم اور برکات و عنایات سب انسانوں پر نازل کرتا ہے اگر اس دنیا کے حکمران جو دوسری قوموں کو غلامی اور ذلت و مسکنت کی زندگی میں مبتلا کئے رکھتے ہیں۔ یہ الٰہی صفات اپنے اندر پیدا کریں ...... تو غلامی ظلم و جور اور عصبیت

واستبداد کی لعنت دنیا سے مٹ سکتی ہے۔

مسلمان پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نمازیں ان کو چار صفات الٰہی کی یاد دلاتی کرانی رہتی ہیں تا خود بھی وہ اپنی زندگی میں ان صفات کو پیدا کریں اور ان کے مطابق زندگی گذاریں۔ جب یہ صفات انسان میں پیدا ہوجاتی ہیں تو خدا خوفی، نیک عملی، اور تقوے و طہارت اور امن و آشتی کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے چنانچہ یہ حقیقت مغرب میں ذہبی لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہے۔

میں اپنے موضوع سے دور چلا گیا ہوں مگر جو کچھ میں نے کہا ہے عبادت کے فطری پہلو سے جدا نہیں ہے چنانچہ اگر عبادت الٰہی سے ہماری زندگی پر کوئی اخلاقی اثر پیدا نہیں ہوتا تو ایسی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر دو خداؤں کی عبادت کے نتائج و ثمرات ایک ہی جیسے ہوں تو اس صورت میں انتخاب اور ترجیح کے لئے بھی کوئی وجہ جواز نہیں ہے کثرت پرستی کی بیشمار صورتوں میں سے بطل پرستی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ حضرت مسیح ان منعم علیہ بزرگوں میں سے آخری بزرگ ہیں جنہیں ان کے پیرو کار خدائی تخت پر متمکن کرتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں میں دو اور انسان خداؤں کا بھی ذکر کرتا ہوں وہ ہندوستانی دیوتا۔ جناب کرشن اور رام چندر ہیں۔ دو ہزار سال قبل از مسیح سے لوگ انہیں خدا مانتے چلے آرہے ہیں، حضرت مسیح کی طرح وہ بھی مشرقی ہیں اور دراز نسل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن خدا ہونے کی حیثیت سے بہت سی باتوں میں خداوند یسوع مسیح پر فوقیت رکھتے ہیں، وہ تاریخی شخصیتیں ہیں اور ان کی زندگی کا ریکارڈ اگرچہ متداول روایات سے مبرا نہیں لیکن مقابلتاً زیادہ صحیح اور زیادہ مستند ہے ان کے عقائد و تعلیمات خیالی پہاڑی وعظوں سے زیادہ شاندار تحیّر انگیز، اثر آفریں اثر پذیر اثر انگیز اور عملی منفعت کے حامل ہیں۔ حضرت مسیح غریب گھر کے غریب بیٹے تھے۔ اپنا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ مگر جناب رام چندر وقت کے شہزادہ تھے بعد ازاں تخت کے وارث بھی ہوئے اور کرشن مہاراج اپنے وقت کے راجوں مہاراجوں پر حکومت کی حضرت

مسیحؑ کی مال و ملک کے لحاظ سے کوئی قربانی نہیں ہے۔ لیکن دو قوی دیوتاؤں نے بنی نوع انسان کی خدمت و ہمدردی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں حضرت مسیحؑ بدیوں کا استیصال نہ کر سکے لیکن رام چندر نے بدیوں کا خاتمہ کیا اور رادھا کرشن عمر بھر بدیوں کا قلع قمع کرتے رہے مادیوں اور سوانح نگاروں نے ان دو ہستیوں کے جو اعمال و افعال بیان کئے ہیں ان کے لحاظ سے وہ ظل اللہ نظر آتے ہیں۔

بائبل میں حضرت مسیحؑ کے بارہ میں ایسے حالات کا ذکر نہیں ہے اگر ہم انسان خدا ہونے پر نظر ڈالیں تو ہمیں جناب یسوع مسیحؑ کو دوسروں پر فضیلت اور ترجیح دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ملتی الوہیت پر ایمان نے انسانیت کی اتنی خدمت نہیں کی جتنی کہ کرشن اور رام چندر کی خدائی نے کی ہے ثقافت اور تمدن کے لحاظ سے مسیحیت انسانی ترقی کیلئے ایک خطرناک دشمن ثابت ہوئی ہے اس نے سائنس کو حتی المقدور کچلنے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر آج بھی پادری سائنس کے اس موقف کو برداشت کر لے تو اس کا اکثر و بیشتر وقت سائنس کی حوصلہ شکنی کے لئے وقف ہو جائے۔ پچھلے ہی دنوں بشپ آف لیون نے سائنسی تحقیقات کو دس سال کے لئے بند کرنے کی تجویز پیش کی تھی یہ اس ظلم و جور اور استبداد کی صدائے بازگشت ہے جو زمانہ وسطیٰ میں ثقافت اور سائنس کے خلاف کلیسا سے اٹھی تھی اب فرق یہی ہے کہ اسے ثقافت نو کے رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

الغرض اگر کسی شخص کے ایمان باللہ سے زمانہ قدیم کی تجرد و تجسیم پرستی کے مقابلہ میں انسانیت کی بہتر خدمت نہیں ہوتی۔ تو جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ایسا ایمان کچھ کام کا نہیں۔ مغرب کی روز افزوں ترقی کو کلیسا کے حکیمانہ عقائد کا ثمرہ خیال نہ کرنا چاہیئے حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک مغرب مسیحیت کے باطل معتقدات کی آہنی گرفت میں جکڑا رہا اس وقت تک اس نے کوئی ترقی نہیں کی۔ یہ ترقیاں تو مذہبی فرار کے بعد کی ہیں۔

کسی مذہب کے غور طلب امور اس کے بنیادی اصول ہوتے ہیں اگر ہم کو متذکرۃ الصدر

مذہبی اصولوں کو ماننے کو کہا جائے جن کا زندگی کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ تو ان کا نہ ماننا ہی اچھا ہے اور اگر ایسے اصول پیش کئے جائیں جو ہماری شرافت نفس اور باطن کی تعمیر و تہذیب کریں اور کائنات کی تمام ترقوتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لانے کی تلقین کریں تو ایسے اصول انسان کے لئے ناگزیر ہیں۔ میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ خدا تعالےٰ کو ہماری عبادت و ریاضت کی چنداں ضرورت نہیں اور اگر عبادت و ریاضت ہمیں خدائی صفات سے متصف کرتے اور ہم میں ایسی خصوصیات پیدا ہو جائیں جن سے تقویٰ و طہارت اور اعلیٰ تہذیب و معاشرت پیدا ہو۔۔۔ تو ایسی عبادت ہماری زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو جانا چاہیئے اسلام تو پانچ دفعہ عبادت کا سبق دیتا ہے مگر میں پچاس دفعہ ایسی عبادت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

سائنس نے جو ہمیں عظیم ترین نعمت بخشی ہے وہ اس ایمان کی نعمت ہے کہ عالم کائنات میں ایک قانون جاری ہے اور ہم صرف اس پر پابندہ کر ہی کامیاب و کامران ہو سکتے اور خوشی و مسرت کی نعماء سے متمتع ہو سکتے ہیں۔ قانون زمانہ کا تقاضا ہے کائنات کا ہر ذرّہ اور اس ذرّہ کے ان گنت اتصالات مع انسانی جسم قانون کے قائم ہونے پر شاہد ہیں۔ نشو و نما اور زندگی کامیابی قانون کی سخت پابندی پر منحصر ہے۔ ہیئت سادی سے لیکر انسانی جسم و جثہ تک ہر شئے قانون کے تابع ہے۔ اگر کوئی مذہب قانون اور ضابطہ پر انسان کا ایمان محکم اور پختہ کر دے۔ تو وہ انسانیت کی مقدور بھر عظیم ترین خدمت کرے گا اپنی علّت و افزائش کی رُو سے نیکی و بدی کی ہر دو تحریکیں، قانون اور اس کی قوتوں پر ہمارے ایمان کی مضبوطی یا کمزوری کی مناسبت سے پیدا ہوتی ہیں۔ قانون اور اسکی قوتوں پر ہمارا ایمان جس قدر مضبوط اور محکم ہوگا اسی قدر نیکی سے رغبت اور بدی سے اجتناب کا رجحان ہوگا۔ جہاں قانونی بندھنوں کو بغیر خوف گرفت توڑا جا سکے وہاں ہر طرح کا اور ہر طرف سے ظلم و ستم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی جگہ قانون تعزیرات کو بے رحمی اور ظلم و جور کے مترادف خیال کیا جائے تو وہاں قانون کی کوئی حیثیت باقی ہی نہیں رہتی۔

اگر قانون ہی سب کچھ ہو۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہمارے کردار کی تعمیر اور ہماری کامیابی کا جزو اعظم ہو تو اس لحاظ سے نہ صرف واضع قانون پر ہی ہمارے محکم ایمان کی ضرورت ہے بلکہ قانون سے متعلق اور بہت سی دوسری چیزوں پر بھی ایمان ضروری ہے۔ قانون کا عمل چلانے عاملین کی خدمات بھی چاہتا ہے تا وہ اسے ہمیشہ زیر عمل رکھیں۔ ورنہ ان کے بغیر قانون کی حیثیت کچھ نہ ہوگی۔ مزید براں قانون یا اس کی دفعات انسان کی اپنی وضع کردہ ہوں یا الہامی ہوں چونکہ ان کا انسانی زندگی پر مثبت اثر ہوتا ہے اس لئے اس کو ایسی صورت میں محفوظ کیا جانا چاہیئے کہ وہ ہر فرد و بشر کی خدمت کر سکے۔

قانون فطرت کے علم و معرفت کا ملکہ ہر انسان کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس کے ذرائع پر غور و فکر ہی سے میسر آسکتا ہے۔ نسل انسانی میں چند ہی ایسی منتخب ہستیاں ہوتی ہیں جن کو یہ ملکہ نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ انہی کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کی رہنمائی کریں اور انہیں روشنی بخشیں اور اگر قانون کے عامل یا تارک کو ناگزیر طور پر جزا سزا نہ ملے۔ تو قانون کی تمام ترقوتیں اور اثرات و نتائج ختم ہو جاتے ہیں اندریں صورت یہ ہمیں ہمہ گیر عمل اور پابندی کے لئے مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ الغرض اس قسم کی جزا سزا کے لئے ایسے اوقات متعین و مقرر ہونا چاہئیں کہ جب قانون کی اطاعت اور عدم اطاعت کے ثمرات معرّا کل عالم پر واضح ہو جائیں۔ اگر قانون کائنات کی تمام تر مشینری کا بیرم (لیور) ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہماری ترقیات کے سلسلہ میں بیش بہا نتائج خیر کا حامل ہے۔ تو اس لحاظ سے واضع قانون، عاملین قانون۔ اس کے ریکارڈ، محافظین و معلمین وغیرہ پر بھی ایمان لانا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس انتظامیہ کی طرف سے دی گئی جزا یا سزا پر بھی ایمان ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر کسی ایسے انسانی ادارہ کو ہی لیجئے جو مدنی اور معاشرتی فلاح و بہبود کا گہوارہ ہو تو ہم اسکو مذکورہ بالا اساسات اصولوں جن میں کا ایک قانون بھی ہے محور کے گرد گھومتا پائیں گے۔ کسی ملک کی حکومت کو دیکھئے کوئی معاشرہ خواہ وہ کتنی ہی ابتدائی حالت میں ہو وہ کسی قسم کی حکومت کے بغیر جو اس میں ایک سیاسی مختار کی حیثیت سے کام کرتی ہے ترقی نہیں کر سکتا۔ حکومت اپنے قوانین و ضوابط کے مطابق کام

چلاتی ہے۔ اس کے پاس ان قوانین کو زیرِ عمل لانے کے لئے مشینری کا ہونا ضروری ہے اسے اپنے قوانین کو ریکارڈ کرنا بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ قوانین ضبط تحریر میں نہ ہی لائے جائیں۔ مگر ذہن انسانی میں منقش کر دیئے جاتے ہیں اور عوام الناس تک پہنچانے کے لئے ذیلی افسران کو سونپ دیئے جاتے ہیں۔ حکومت کو بھی امور سلطنت چلانے کے لئے ایک عدلیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ اگر قانون اتنا ہی اہم چیز ہے۔ اور میرے نزدیک ہماری ترقی اور تکمیل کی صرف یہی کلید ہے۔ تو مذہب کا یہ پہلا فریضہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے اندر قانون کے احترام اور اس پر عمل درآمد کا زبردست جذبہ اور جوش و خروش پیدا کرے جو مذہب قانون کو یہ مقام نہیں دیتا میرے نزدیک اس کی کوئی قدر اور اہمیت نہیں اور جو مذہب قانون کی اہمیت و حیثیت کو گھٹائے ایسے مذہب کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے کفارہ اور اسی قسم کے دوسرے باطل عقائد کو چھوڑنا پڑا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے واضح کیا ہے کہ اگر ایمان سے مذکورہ بالا نتائج اخذ نہ ہوں تو پھر خدا کی ذات پہ بھی ایمان لانے کی کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ قانون اپنے وجود پر بغیر ایمان اور اطاعت کل کا مقتضی ہے اور ان لوگوں کیساتھ جو قانون کو نہیں مانتے یا قانون پر عمل نہیں کرتے اس کا رویہ اندھے انصاف کا سا ہے۔ جب اس دنیا میں کوئی اور ایمان قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو قانونی مقتضیات سے بچا نہیں سکتا۔ تو پھر کیا آخرت میں بھی ایسا ہی نہ ہوگا؟ اگر ہوگا اور ضرور ہوگا تو کیا مذہب کو ایمان بہ قانون کی اہمیت اور ضرورت کو سب سے پہلے ذہن نشین نہیں کروانا چاہیئے اس کے علاوہ دیگر موضوعات کو بھی زیر بحث لانا چاہیئے کیونکہ صرف اور صرف قانون پر ایمان سے ہی کچھ حاصل نہیں ہوتا جب تک دوسری ضروری اشیاء پر بھی مکمل ایمان نہ ہو مذہب میں عبادت الٰہی کو اولین اہمیت دی جاتی ہے مگر ہم خدا تعالیٰ کو نظام کائنات کے ذریعہ سے ہی جان سکتے ہیں کہ اس نظام میں اس کی قدرت نمائی اور اس کی صفات عالیہ اور کمالات جلیلہ کام کرتے نظر آتے ہیں ہمارے پاس سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ اس کی پہچان کا نہیں اس لئے خدا تعالےٰ کے حضور عبادت سے مراد اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ان افعال و صفات کی پیروی کرنا ہے

جو اس کائنات میں دکھائی دیتی ہیں اور ہماری دعائیں یا تعظیم و تکریم کی کوئی دوسری صورت تو محض اس صداقت عظمیٰ کی یاد دہانی کے طور پر ہونا چاہئیں۔

مخصوص دعاؤں اور بیانات کی تلاوت کرنا عبادت نہیں ہوتی بلکہ حقیقی عبادت سے مراد قوانین کی مکمل پیروی ہے اس لحاظ سے میں بے خوف و خطر کہہ سکتا ہوں کہ صرف اسلام ہی آسمانی مذہب کا حقیقی نمایندہ ہے۔ اسلام کے معنی قوانین کی فرمانبرداری ہیں۔ اور مسلمان وہ ہے جو قانون کی فرمانبرداری کرے۔ قانون سے مراد قوانین الٰہی ہیں۔ خواہ وہ ہم نے قوانین فطرت کی حیثیت سے خود معلوم کئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے خود انسان پر وحی کئے ہوں۔ قرآن کریم میں قانون ــــ افعال خداوندی کے لئے بہت سے مترادف الفاظ استعمال ہوئے جیسے اس کی حدود، اس کی پابندیاں، اس کی حکومت۔ اس کی نیکی اور بدی کا قبل از وقت اندازہ۔ اور عرش جس پر وہ متمکن ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ الفاظ دراصل قانون کے مختلف امور اور پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

قانون کا کام کچھ حد بندیاں اور پابندیاں عائد کرنا ہے کوئی فعل بذات خود نہ اچھا ہوتا ہے اور نہ برا بلکہ اسکا استعمال یا اطلاق اور وہ حالات جن کے تحت یہ فعل کیا جائے اس فعل کو اچھا یا برا بنا دیتے ہیں۔ اس لئے قانون ان حالات کی وضاحت کرتا ہے۔ جن کے تحت کوئی فعل اس کے فاعل کے لئے بھلائی کا موجب ہو اور اس صورت میں یہ فعل نیکی اور بھلائی کہلاتا ہے۔ اور مقررہ حدود سے کسی قسم کے تجاوز سے مراد خطا۔ فسق اور گناہ ہے۔

ایک الہامی مذہب اور اس کی ضرورت کے لئے قرآن کریم کے دوسرے پارہ کے آخری رکوع میں ذیل کا بیان درج ہے۔ اس سے زیادہ مدلل اور موثر بیان کا کوئی اور حوالہ پیش کرنے سے قاصر ہوں

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو خواہ چھپاؤ ہر حال میں اللہ جاننے والا ہے، پھر اسے اختیار ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے وہ ہر بات پر

قادر ہے۔ اللہ کا رسول اس (کلام) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور جو لوگ (دعوت حق پر) ایمان لاتے ہیں وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے (کہ اسے مانیں۔ دوسرے کو ترک کر دیں یا سب کو مانیں مگر کسی ایک سے انکار کر دیں ہم تمام رسولوں کی یکساں طور پر تصدیق کرنے والے ہیں) اور (یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں داعی نے پکارا تو) انہوں نے کہا خدایا ہم نے تیرا حکم سُنا۔ اور ہم نے تیرے آگے اطاعت کا سر جھکا دیا مالک! تیری مغفرت ہمیں نصیب ہو۔ خدا! ہم سب کو تیری ہی طرف (بالآخر) لوٹنا ہے۔

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھکر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا ہر شخص نے جو نیکی کی ہے اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی کمائی ہے اس کا وبال اسی پر ہے (پس ایمان والوں کی صدائے حال یہ ہوتی ہے کہ) خدایا! اگر ہم سے (سعی و عمل) میں بھول چوک ہو جائے ان پر گرفت نہ کیجیو اور ہمیں بخش دیجیو! مالک! ہم پر بندھنوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ پروردگار! ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیو جس کے اٹھانے کی ہم (ناتوانوں) میں سکت نہ ہو۔ خدایا! ہمارے ساتھ نرمی کر، ہمیں درگذر فرما، اے ہمارے رب! ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک و آقا ہے۔ پس ان (ظالموں) کے مقابلے میں جن کا گروہ کفر کا گروہ ہے ہماری مدد فرما۔"

پہلے تو قرآن کریم ان چھ باتوں کا ۔۔۔۔ واضح طور پر ذکر کرتا ہے جو کائنات کے ہر صفحہ پر نمایاں طور پہ مرقوم ہیں۔ اور جن کا وجود ایک عام اور سطحی انسان کو بھی نظر آتا ہے کہ ان کے انکار پر فوری

عتاب وعقاب مترتب ہوتے ہیں۔ یہ موجودات حقیقی ہیں۔ جنہیں درست طور پر واقعہ یا حقیقت کہا جا سکتا ہے ان آیات میں مندرجہ ذیل حقیقتیں بیان ہوئی ہیں:۔

(۱)۔ حکومت الٰہیہ کی عالمگیریت ۔۔۔۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے، اور ہر دو عالم میں اس کا قانون جاری ہے۔

(۲)۔ بارگاہ الٰہی میں ہمارے ہر ظاہر و باطن فعل کی ناگزیر جواب دہی ہوگی۔

(۳)۔ قانون مکافاتِ الٰہی کا نفاذ ہمیشہ جاری ہے دی گئی شرائط کے ماتحت خطا بخشی ممکن ہے۔

(۴)۔ انسان میں قوانین الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہلیت موجود ہے۔

(۵)۔ قانون عمل اور اس کے اثرات و مضرات یعنی جیسا کریں گے ویسا بھریں گے۔

(۶)۔ یوم حشر ۔۔۔ یعنی نتائج اعمال کا وقت۔ خواہ یہ متصل اور فوری ہو کہ بسا اوقات ہم اپنی خطاؤں اور غلطیوں کے باعث جلد مبتلاء عذاب ہو جاتے ہیں خواہ یہ ۔۔۔ عقبیٰ ۔۔۔ اگلے زمانہ میں ہو ۔ جسے معروف مذہبی اصطلاح عام میں یوم آخر یا یوم حساب کہا جاتا ہے۔

ان حقائق کو ذہن نشین کرنے کے لئے نہ تو ہمیں وحی الٰہی کی ضرورت ہے اور نہ کسی ربانی ہادی کی اجتہادی تعلیم درکار ہے، ہر ذرہ کائنات ان کی منہ بولتی تصویر ہے۔ کوئی ذی فہم انسان ان کا انکار نہیں کر سکتا ان سے مذہب اور اس کی ضرورت اور اس کے اصولوں کی ماہیت کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان چھ قوانین کو ایک دھریہ بھی بسر و چشم مانتا اور تسلیم کرتا ہے۔ اصل میں اگر ہم ان سے خدا یا "اس کا" کے الفاظ حذف کر دیں تو یہ اس کے مذہب کے عقائد بن جاتے ہیں۔ دھریہ قانون فطرت کو بغیر حیل و حجت تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کی مشکل صرف یہ ہے کہ وہ اس اعلیٰ و اکمل دماغ کو ماننے کی اہلیت نہیں رکھتا جس سے قانون کے سوتے پھوٹتے ہیں اور جو جدید سائنٹیفک تحقیقات کی روشنی میں سہل امر ہے۔ حتیٰ کہ ایسے حضرات جو مذکورہ بالا حقائق میں سے بعض پر اعتراض کرتے ہیں۔ مثلاً ہم میں اطاعتِ قانون کی اہلیت کا ہونا وہ عالم طبیعات میں ان چھ قوانین کے نفاذ

کو ماننے پر مجبور ہیں۔ عالم کائنات کی ہر شئے (DOGMA) ادعا کی تردید کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں میں مسیحیت کے بنیادی نظریہ ـــ نام نہاد گناہ آدم یا فطری معصیت ..... کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اگر گناہ یا معصیت سے مراد قانون کی خلاف ورزی ہی ہے۔ تو پھر اس نظریہ پر پانی پھر جاتا ہے۔ ہم بلاشبہ گناہ پر قادر ہیں۔ قانون کی بھی خلاف ورزی کر سکتے ہیں لیکن طبیعت کا یہ منفی رجحان ہماری پابندی قانون کی صلاحیت کی تکذیب نہیں کرتا۔ انسانی معاشرہ میں حکومت کی تمام تر مشینری اس مفروضہ پر کام کرتی ہے کہ اس معاشرہ کے افراد سرکاری قوانین کی تعمیل و تکمیل کے اہل ہیں۔ اس مفروضہ یا ایمان کے بغیر برطانیہ پارلیمنٹ ایسی جماعت، اور بہت سی دوسری قانون ساز جماعتیں بھی اسی زمرہ میں آتی ہے ـــ کی جد و جہد کا وجود ہی بیکار محض ہو کر رہ جاتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ مذکورہ بالا کچھ قوانین اس محسوس دنیا میں جاری ہیں لیکن ہم میں سے بعض لوگ ان قوانین سے آخرت میں بھی جاری ہوتے پر اسی طرح کا ایمان رکھنے کے لئے وجہ جواز نہیں پاسکتے اس قسم کے نقطہ نظر کی بے ثباتی ثابت کرنے کے لئے جو کچھ میں نے پہلے بیان کیا ہے اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ یہاں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ میں نے بائیبل میں فرامین الٰہی کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جسے انسان پورا نہ کر سکتا ہو۔ کچھ ہی لوگ ایسے ہوں جو مذکورہ بالا بعض احکام کی تعمیل و تکمیل میں نرمی اور تساہل سے کام لیتے ہوں، مگر نسل انسانی میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو مسلمان (ان قوانین پر عامل) ہیں اور رہے ہیں۔ توراۃ کی کتاب خروج کے پہلے چار احکام تو خدا تعالےٰ کی توحید پر ہمارے پکے ایمان کے متقضی ہیں۔ اور باقی احکام پر انسانیت کا بیشتر حصہ عامل رہا ہے کیونکہ ان کی ترویج کے بغیر انسانی معاشرہ خواہ ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہی ہو تھوڑے عرصہ کے لئے بھی برقرار نہیں رہ سکتا۔ ایک نئے معاشرہ کی صحت مند اور تعمیری ترقی کے لئے ان احکام کو جاری کرنے کے لئے ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہاں تو مذکورہ بالا کچھ قوانین

ہمارے ایمان کے مقتضی ہیں۔ اگر ہم حکومتِ الٰہیہ کے زیرِ سایہ اچھے شہری بن کر رہنا چاہیں اور حقیقی کامرانی اور خوشی و مسرت حاصل کرنا چاہیں۔ تو ہمیں ان قوانین کو جاننا چاہیئے اور ان کے محافظین و معلمین کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرنا چاہیئے چنانچہ قرآن کریم کی متذکرہ آیات میں انبیاء کرامؑ اور ان آسمانی کتب کا ذکر ہے جو وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے لے کر آئے۔ یہ کتب رضائے الٰہی کی راہوں اور قوانین الٰہی کو جن کے ماتحت وہ زمین و آسمان پر حکومت کرتا ہے افشاں کرنے کے لئے نازل ہوتی ہیں۔ مذہبی فرقہ ہائے کثیر ایک اور ذی حس آسمانی مخلوق پر ایمان رکھتے ہیں جسے ملائک کہا جاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی رُو سے وہ ایک ایسی جماعت کا حکم رکھتے ہیں۔ جو قانون فطرت اور کائنات کی ہر قوت اور استعداد کو زیرِ حرکت رکھتے ہیں اور اسی طرح انہیں دائم قائم رکھتے ہیں یہ ان کا کام اور ان کی ہستی کا مقصد ہے۔ وہ موجودات عالم کے لئے زندگی اور رُوح کا کام دیتے ہیں۔ قدرتی صلاحیتوں اور استعدادوں کو زیرِ حرکت رکھتے ہیں۔ میں اس موضوع کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ بلکہ محض اس حقیقت کو آشکار کرتا ہوں کہ اگر قانون پر پختہ ایمان اور اس کی اطاعت ضروری ہے تو ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہم ملائک ایسی مخلوق کے وجود پر ایمان نہ رکھیں اس ضمن میں میں نے ان صفحات میں اس مخلوق کا نام عاملین قانون رکھا ہے۔

ہم کسی مذہبی قانون کو مانیں یا نہ مانیں یہ اپنا مرضی ہے مگر ہمیں ان حقائق پر تو ایمان ضروری لانا پڑتا ہے جو ہماری صحت و مسرت کے لازمہ ہیں اور جو کوئی مذہب منجانب اللہ ہونے کا دعوےٰ کرے یہ حقائق اس کے اجزاء ایمان ہونا چاہیئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قانون

(۲) خدا تعالےٰ سرچشمہ قانون

(۳) ملائک — عاملین قانون

(۴) آسمانی کتب ــــ ذخیرۂ قانون

(۵) مرسلینؑ ــــ وہ وسائط جو اللہ تعالےٰ کا پیغام بندوں کو پہنچاتے ہیں

(۶) عقبیٰ یا عالم آخرت

(۷) یوم حساب

قرآن کریم کی آیات کریمہ میں سات حقائق بیان ہوئے ہیں۔ جو ہمارے ایمان کے مقتضی ہیں اور ان پر اس طرح کے ایمان کی ضرورت ہے جس طرح کہ ایک شخص اپنے دنیوی معاملات اور کاروبار پر رکھتا ہے۔ حال مستقبل کی ماں ہے۔ اُخروی زندگی، موجودہ زندگی کا بچہ ہے اوّل الذکر، آخرالذکر سے مترتب ہوتی ہے۔ مادہ طبعی سطح پر ارتقائی منازل طے کرتے کرتے انسانی شکل میں اپنے آخری کمال کو پہنچاتا ہے۔ یہاں اس سے ایک دوسرا نظام ــــ اخلاقیات، مذہب اور رُوحانیات کا نظام۔ پیدا ہوتا ہے۔ موت کے وقت زندگی ترقّی پذیر عنصر کے ساتھ، پھل، پھول کی بُو باس کی طرح جسم و جُثّہ کو چھوڑ جاتی ہے۔ یہ کہر کی شکل ہے باوجود اس کے برکھا کے گہرے بادل بنانے کے لئے اس میں بڑی بڑی قوتیں پنہاں ہیں۔ لیکن قانون جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا، ارتقائی راہ میں ترقّی کے ہر مقام پر نافذ ہے، اس کی پابندی ہی سے کامیابی اور کامرانی اپنی راہ میں ترقی پذیر عنصر کو اپنے ساتھ لیتی ہیں۔ اس لئے ہمیں ایک ایسے نظام قانون کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں اپنی اگلی زندگی کو مرغوب اصول کے مطابق بسر کرنے میں مدد دے۔ تاکہ ہم عالم علوی کے فیوض اور افضال و ثمرات سے کماحقہ طور پر متمتع ہو سکیں۔ ایسے نظام کا کوڈ صرف اور صرف ذات اولیٰ کی طرف سے ہی آسکتا ہے جو زندگی اور اس کی نشوونما کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے آسمانی اور الہامی مذہب کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ مذکورہ بالا حقائق کو تفصیلات کے ساتھ بیان کرے اس کے علاوہ کوئی دوسرا نظام مذہب طفل تسلیوں کے مترادف ہے۔ جس کا کام بچے کو صرف

خوش اعتقادی سکھاتا اور اس کی دلجوئی کرتا ہے۔ مگر بچہ ایک نہ ایک دن فہم و فراست اور عقل و بصیرت میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اور چیزوں کو دلائل و براہین اور تہذیب و ترقی کی روشنی میں دیکھنا شروع کرتا ہے۔ بنابریں ایسے مذاہب جن کی بنیاد تحکمانہ اعتقاد اور توہم پرستی پر ہے، وہ دنیائے تہذیب و تمدن سے مٹتے جاتے ہیں۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات کے بارے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ نظریہ اصول معدلت پر قائم ہے اور دلیل و برہان کے ہر تقاضے کو پورا کرتا ہے۔ قرآن کریم، ہمارے عمل پر قانون کی استعداد (اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھکر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ۲:۲۸۶) کو بیان کرنے کے بعد اور پھر ہمارے اعمال کی جوابدہی (ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔ ۲:۲۸۶) کے متعلق ایسے حوائل تخفیفی حالات کا ذکر کرتا ہے جو سزائے ترک قانون سے نجات کے لئے سودمند ہو سکیں (خدا! اگر ہم سے دستی و عمل) میں بھول چوک ہو جائے ان پر گرفت نہ کیجیو اور ہمیں بخش دیجیو۔ ہم پہ بندھنوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ۲:۲۸۶) حالات تین ہیں۔

(۱) فراموشی قانون ــــ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے بارہ میں قرآن کریم کی روایت ہے۔

(۲) بےلے قصد فروگذاشت۔

(۳) مخصوص حالات میں قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کی نااہلیت۔

کوئی شخص ان شرائط کی قوت و معقولیت پر اعتراض نہیں کرسکتا۔ ان سے ہماری خطا پوشی و خطا بخشی ہوتی ہے۔ پھر بھی ہمیں اپنے قصوروں سے درگذر کے لئے مالک یوم الدین کے حضور نہایت عجز و انکساری اور خشوع و خضوع کیساتھ پیش ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان تین حالات کو دعائیہ صورت میں منضبط کر دیا ہے

انسانیت کے سچے اصول

"میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے دین پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور ایک ایسی مملکت قائم کرنا چاہتا ہوں جو قرآن کے سچے اصول پر قائم ہو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی ہستی سے اپنی قوم کو روشناس کرایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رومیوں کو۔ لیکن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت عالمگیر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عربوں میں بت پرستی کا رواج تھا۔ لیکن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربوں کو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود اللہ کی عبادت کی دعوت دی مشرقی قوموں میں اس وقت "باپ، بیٹا اور روح القدس" کے مسائل نے الجھنیں پیدا کر رکھی ہیں لیکن اس بے امنی کی دنیا میں پیغمبر اسلامؐ نے لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ آپؐ نے باپ، بیٹا، اور روح القدس کی تثلیث کو بت پرستی اور شرک سے تعبیر کیا۔

مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب میں دنیا کے تمام ملکوں کے دانشمندوں اور علماء کو جمع کروں گا۔ اور دنیا میں ایک ایسی عالمگیر عدل پرور مملکت قائم کروں گا جس کی بنیاد قرآن پاک کے ابدی قوانین اور اصول پر مبنی ہوگی۔ میرا یہ یقین ہے کہ قرآن پاک کے قوانین ہی انسانیت کے لئے سچے اصول ہیں۔ اور نسل انسانی کی فلاح صرف قرآن کے نظام حیات میں ہے۔

مسز سروجنی نائیڈو

عملی جمہوریت

"اسلام سب سے پہلا دین ہے جو جمہوریت کا علمبردار ہے۔ اسلام کی تعلیم میں عملی جمہوریت کارفرما ہے۔ آپ ذرا دیکھیں تو سہی مسجد کے مینار سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ سب نمازی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں یہ ایک ایسا دلکشا اور روح پرور منظر ہوتا ہے کہ جب ایک ادنیٰ غریب کسان اور ایک بادشاہ کاندھے سے کاندھا ملا کر اللہ کے حضور میں جھکتے ہیں اور سب کی زبان پر "اللہ اکبر" (خدا سب سے بڑا ہے) کی صدائیں ہوتی ہیں۔ میں تو اسلام کی اس دل کش وحدت اور مساوات سے حیرت زدہ ہو کر رہ جاتی ہوں۔ جو انسانوں میں برابری اور اخوت کے مناظر پیش کرتی ہے۔ سچی جمہوریت کا یہ عملی نمونہ ان میں پانچ دفعہ اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلام نے نسلِ انسانی میں وحدت خیال برادری اور اخوت کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا ہے اگر لندن میں ایک مصری یا الجزائری۔ ہندوستانی یا ترک آپس میں ملیں تو ان کا وطن خواہ کوئی بھی ہو سب ایک اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک نظر آتے ہیں۔"

"عدل و انصاف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کیونکہ جب میں قرآن مجید پڑھتی ہوں تو مجھے زندگی کے انقلاب آموز اصول نظر آتے ہیں ایسے اصول جو فرضی اور خیالی نہیں بلکہ حقیقی اور عملی ہیں۔ ہاں ہاں ایسے پاکیزہ اصول جو ساری دنیا کے لئے زندگی کی فلاح و کامرانی کے رہنما اصول ہیں۔"

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق مرحوم

اسلام کی عالمگیر تعلیمات

یارک شائر (آئرلینڈ) کے لارڈ خاندان کے پانچویں بیرن مشہور و معروف انجنیئر لائق و فائق مصنف اور مقرر، عزوجاہ عقل و تدبر کے مالک، تختِ البانیہ کے منظورِ نظر جناب الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق نے نومبر ۱۹۱۳ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور کے ہاتھوں قبولِ اسلام کیا لارڈ موصوف نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے دامے، درمے، قدمے سخنے ہر قسم کی قربانی کی ہے تبلیغی سلسلہ میں مختلف ممالک کے دورے کئے اشاعت اسلام کے لئے چندہ اکٹھا کیا اور دین کی حقانیت پر کتابیں لکھیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

ممکن ہے بعض لوگ خیال کریں کہ میں نے اپنے مسلمان دوستوں کے کہنے سے اسلام قبول کر لیا ہے ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میرے موجودہ عقائد برسوں کے غور و فکر اور سالہا سال کی تحقیق و تجسس کا حاصل ہیں تعلیم یافتہ مسلمانوں سے مذہبی امور پر تبادلۂ خیالات تو صرف چند ماہ ہی سے شروع ہوا ہے۔ اور یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میرے تمام خیالات اور حاصل نتائج اسلام کے عین مطابق نکلے ہیں جس کی وجہ سے مجھے انتہا درجہ مسرت حاصل ہوئی ہے۔ میرے دوست خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی کبھی مجھے کسی طرح متاثر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان سے تبادلۂ خیالات سے مجھے اس سلسلہ میں بڑی مدد حاصل ہوئی۔ انہوں نے بہت سی ان قرآنی آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی مجھے بتائی جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اسی طرح انہوں نے ایک سچے مسلمان داعی کے اصولوں کا مظاہرہ کیا۔ یعنی یہ کہ مبلغ اسلام قبولِ مذہب کے لئے

نہ کبھی کسی کو مجبور کرتا نہ ترغیب دیتا ہے۔ کیونکہ تبدیلیٔ مذہب بقول قرآن کریم انسان کے ذاتی فیصلہ اور آزاد واسطے سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے

اسلام میں انسان کو تنگ دلی اور تعصب سے نجات مل جاتی ہے اور میری رائے میں اسلام شکر گزاری، ایمان و محبت امن امان اور سخاوت کا مذہب ہے۔ ایمان کی روح اسلام کا خلاصہ ہے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گزشتہ چند سال سے اسلام کے خالص اور تسلی بخش عقائد میرے لئے ایک حقیقت بن گئے اور مجھے ایسی خوشی میسر آئی ہے کہ اس سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔ اسلام قبول کر کے مجھے مسیحیت کے مختلف کلیساؤں کے غلطی لایخل عقائد سے نجات ملی تو ایسا معلوم ہوا کہ روح کو آسمانی نعمت مل گئی اور اسلام کی سادگی اور ضیاء بخش شوکت کا احساس کر کے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی تاریک کوٹھڑی سے نکل کر روز روشن کی فضا میں آگیا ہوں۔ تعصب اور سنگدلی نے مسیحی کلیساؤں کو مخاصمت کا اڈہ بنا دیا ہے لیکن اسلام اس لعنت سے پاک ہے۔ کیونکہ اسلام میں صرف ایک ہی قبلہ ہے۔

اسلام کی تعلیمات باہمی رقابت، نسلی امتیازات، اور مشرقی اور مغربی اختلافات سب کا قلع قمع کرنے والی ہیں۔ اگر مسیحیت نے جناب مسیح ناصری کی زیر ہدایت دنیا میں اس قدر روشنی پھیلائی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کی تعلیمات جو مسیحیت سے اعلیٰ اور ارفع اور سادہ تر ہیں۔ جن کو نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا انسانوں کو متوثر کرنے کے کام کو جاری نہ رکھ سکیں۔ آنحضرت صلعم کی سیرت پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان دونوں رہنماؤں کی زندگیوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اور قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ اس میں کوئی بات سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآنی تعلیمات سراسر بائبل کی مؤید ہیں ان میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر زمانہ کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔

مدعیانِ مسیحیت کی تنگدلی بڑی حد تک میرے ترک مسیحیت کا باعث ہوئی ہے۔ مسلمان کبھی غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق ایسی تنگ نظری کا اظہار نہیں کرتے جیسی کہ مسیحی لوگ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس امر پر افسوس ہوتا ہو کہ دوسرے لوگ انکے ہم خیال کیوں نہیں لیکن وہ کبھی بھی محض اختلاف عقائد کی بناء پر دوسروں کو ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھہراتے۔

مسیحیت کی تنگدلی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مسیحی کو اناناسیوسی عقیدہ کا قائل ہونا ضروری ہے۔ جس میں تثلیث کا۔ جو کلیسا کا اہم عقیدہ ہے نہایت واضح طور پر ایں الفاظ بیان کیا گیا ہے مجھے ڈرایا گیا ہے کہ میں تثلیث پر ایمان لاؤں اور

اگر ایسا نہ کروں گا تو ابدی جہنم کا وارث ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اگر ہم نجات کے خواہاں ہوں تو ہمیں اس طرح تثلیث پر ایمان لانا چاہیئے یعنی ہم خدا کو ایک ہی سانس میں رحمٰن اور رحیم بھی تسلیم کریں اور ظلم و ستم کی صفات بھی اس سے منسوب کریں جو کہ ہم کسی خون آشام ظالم انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کرتے۔ گویا خدا جو کہ تمام کائنات سے بالاتر ہے۔ وہ تثلیث کے متعلق ہم فانی انسانوں کے عقائد سے متاثر ہو سکتا ہے۔ میں نے تثلیث کے متعلق کبھی غور نہیں کیا۔ کیونکہ وہ الجھا ہوا مسئلہ ہے اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہو لیکن چند روز ہوئے میرے دماغ میں ایک خیال آیا میں نے اس پر قدرے غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مقدس پادری اتھانیسی نے اس عقیدہ کو ایسے پیچیدہ طور پر پیش کیا ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی پادری کی امداد طلب نہ کرے وہ مطلق اس کے الفاظ اور معانی کو نہیں سمجھ سکتا۔ میں اس خیال کو بہت شدت کیساتھ پیش نہیں کرتا۔ اور غالباً اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں کیونکہ یہ محض ایک خیال ہی تھا۔ جو آناً فاناً ذہن میں آیا اور نکل گیا

تنگدلی کی دوسری مثال یہ ہے کہ چند روز ہوئے میرے پاس ایک خط آیا جو میری تبلیغ اسلام سے متعلق تھا اس میں لکھا تھا کہ اگر میں نے مسیحیت کی الوہیت سے انکار کر دیا تو میرے لئے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ حالانکہ مسیحؑ کی الوہیت کا مسئلہ میرے نزدیک اتنا اہم نہیں جتنا یہ کہ آیا مسیحؑ نے خدا کا پیغام دنیا کو دیا یا نہیں؟ اب اگر اس مسئلہ پر مجھے کوئی شک ہوتا تو مجھے بہت تکلیف ہوتی لیکن الحمد للہ مجھے کوئی شک نہیں اور مسیحؑ کی صداقت اور ان کی تعلیمات کی صحت پر میرا ایمان ایسا ہی مضبوط ہے جیسے دوسرے مسلمانوں یا مسیحیوں کا اور ایسا ہی اس سے پہلے بھی تھا۔ اسلام اور مسیحیت جیسا کہ جناب مسیحؑ نے تعلیم دی دونوں سگی بہنیں ہیں ان میں صرف تحکمانہ عقائد اور رسمیات کا فرق ہے جسکو باسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں لوگ دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ پادری انہیں تحکمانہ عقائد اور تنگدلانہ باتوں لایعنی کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر آج لوگوں میں ایسے مذہب کی خواہش پائی جاتی ہے۔ جو ان کی عقل اور جذبات دونوں کو اپیل کرے کیا کسی شخص نے کسی مسلمان کو ملحد دیکھا ہے؟ ممکن ہے تاریخ میں چند مثالیں مل جائیں لیکن بہت ہی کم ملیں گی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہزارہا مرد و زن دل میں مسلمان ہیں۔ لیکن دنیاوی رسم و خیال کی وجہ سے وہ اعلان نہیں کر سکتے یا عوام کے اعتراضات کا نشانہ بننا نہیں چاہتے۔ اس لئے وہ علی الاعلان حقیقت کا اظہار نہیں کر سکتے۔

سر چیبالڈ ہملٹن

اسلام امن و عافیت کا دین ہے

سر آرچیبالڈ ہملٹن دسمبر ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے آپ نے ۴ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو اسلام قبول کیا۔ آپ بیرن تھے آپ کی بیوی ایڈمرل فشر جارج کے۔ سی۔ وی۔ او کی اکلوتی بیٹی اور فیلڈ مارشل ہز رائل ہائی سابق ڈیوک آف کیمبرج کی پوتی تھیں۔ جو ملکہ وکٹوریہ کے رشتہ کے بھائی تھے۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اسلام کی فطری خوبصورتی اور سادگی و پاکیزگی نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا اگرچہ میری پیدائش اور تربیت ایک عیسائی گھرانے میں ہوئی۔ لیکن میں ان کے اعتقادات اور ان کے استدلال کو کبھی قبول نہ کر سکا اندھی تقلید کی بجائے میں نے ہمیشہ عقل کی رہبری کو ترجیح دی ہے جوں جوں وقت گزرنے لگا۔ میں نے چاہا کہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ میرا تعلق کچھ ایسا ہو جائے جس میں سکون اور سلامتی ہو لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھے نہ چرچ آف انگلینڈ مطمئن کر سکتا ہے نہ رومن چرچ اگر میں مسلمان ہوا تو محض اس لئے کہ یہ میرے ضمیر کا تقاضا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو نسبتاً ایک بہتر اور صحیح انسان پایا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں غالباً اسلام وہ مذہب ہے جو جاہل اور متعصب لوگوں کا سب سے زیادہ تختہ مشق بنا رہا ہے حالانکہ یہ وہ مذہب ہے کہ لوگ اگر کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ اسلام ہی شوشلزم کے مسئلہ کا صحیح حل ہے۔ کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امیر و غریب، زبردست اور کمزور میں مساوات پیدا کرتا ہے اور ایک انسان کو دوسرے انسان کے لئے رحمت کا باعث بناتا ہے۔ انسانی نسل تین طبقوں میں منقسم ہے۔ اول وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں۔ جن کو معاش پیدا کرنے کے لئے تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ تیسرا بیکاروں اور کاہلوں کا کثیر طبقہ ہے۔ یا پھر وہ لوگ ہیں جو اپنے کئے کی وجہ سے یا ناموافق حالات کی بنا پر عاجزی اور درماندگی

کے گڑھے میں پڑے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام شخصی قابلیت اور ذاتی ذہانت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ مذہب تخریبی نہیں تعمیری ہے۔ یوں سمجھیئے کہ ایک شخص زمیندار ہے اور اتفاق سے امیر ہے۔ اسے زمین کی کاشت کی ضرورت نہیں اگر وہ کچھ مدت تک زمین کی کاشت نہ کرے اور یونہی بیکار پڑی رہنے دے تو یہ زمین اس کے قبضہ سے نکل جائے گی۔ اور عوام کی ملکیت ہو جائے گی اور اسلامی شریعت کی رو سے یہ زمین اس شخص کی ملکیت قرار پائے گی۔ جو اس زمین سے فائدہ اٹھانے کا اہل ہو اور جو اسے کاشت کر سکے۔ اسلام جوا اور قمار بازی سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ تمام منشیات سے روکتا ہے اور سود کو جو انسانی نسل کے دکھوں اور غموں کی جڑ ہے۔ حرام قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں کوئی شخص دوسرے سے جو نسبتاً بُری حالت میں ہو۔ ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہمارے نزدیک بے عمل ایمان ایک بے بنیاد شے ہے کیونکہ جب تک ہم اپنے ایمان کو بروئے کار نہ لائیں اور اسے عمل کی کسوٹی پر نہ پرکھیں۔ ایمان بجائے خود ناکافی ہے ہم اس زندگی میں اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں۔ اور موت کے بعد جو زندگی ہمیں حاصل ہوگی۔ اس کی ذمہ داری بھی ہماری اپنی ذات پر ہی ہے۔ ہم اپنی صلیب کو خود ہی اٹھائیں گے اور کوئی اور ہمارے گناہوں کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ اسلام کی عالمگیر برادری کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی زیادہ ضرورت نہیں یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ اسلام میں شاہ و گدا سلطان و کسان اور امیر و غریب سب برابر ہیں۔

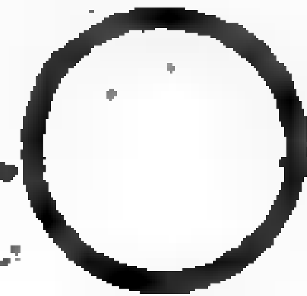
ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی قسمت مقرر کر رکھی ہے یا یہ کہ پہلے سے سب کے حالات کا فیصلہ کر رکھا ہے بلکہ ہم تقدیر کے قائل ہیں۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سے سب کے لئے قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ جن کی پیروی کا ہمیں حکم ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ انسان فطرتاً معصوم ہے مرد اور عورت ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک ہی روح ان میں موجود ہے۔ اور کہ دماغی، روحانی اور اخلاقی کمال کے حصول کے لئے ان دونوں میں ایک ہی جیسی استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں۔

میں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو باعزت انسان پایا ہے۔ اور مجھے ان کے قول پر پورا اعتماد ہے۔ انہوں نے ہمیشہ میرے ساتھ ایک انسان اور بھائی کی حیثیت سے منصفانہ سلوک کیا ہے۔ اور میری پورے طور پر مہمان نوازی

کی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو ان کے ہاں ایسا ہی پایا ہے کہ گویا اپنے گھر میں ہوں

آخر میں میں اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام جہاں نسل انسانی کی روزمرہ زندگی میں رہنمائی کرتا ہے وہاں آجکل کی نام نہاد مسیحیت اپنے علمۂ تعلیم میں اور عملیات میں اپنے پیروؤں کو یہ سکھلاتی ہے کہ وہ اتوار کے دن خدا کی عبادت کیا کریں اور باقی تمام ہفتہ بھر اسکی مخلوق پر چھاپہ مارا کریں۔



"میرے قدیم آبائی مذہب کے متعلق میرے شکوک اور اس مذہب کے بے دلیل عقائد نے مجھے مذہب سے بیزار کر کے لادینی کی حدود میں دھکیل دیا تھا لیکن اسلام کی حقائق آفریں تعلیمات کی روشنی مجھے لادینی سے سلامتی کی راہ پر لے آئی میں صمیم قلب کے ساتھ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ظلمت سے نور کی طرف کھینچا اور بہیمانہ زندگی سے نکل کر حیات انسانی کی آغوش میں پہنچ گیا۔"

(حبیب الرحمٰن جملون فلپائن)....

ار-ایل-ملمہ-نل رلینڈ

اسلام — زندگی کے بہترین اصول پیش کرتا ہے

۱۹۱۹ء میں میں نے لنڈن یونیورسٹی میں علوم شرقیہ کا مطالعہ شروع کیا اور مشہور معروف عربی دان پروفیسر مس سنگ ہار اگرانج سے عربی سیکھی، اور قرآن کریم کی تفسیر بیضاوی اور غزالی کی کتاب کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا۔ میں نے اسلامی تاریخ، ارکان دین و عوائل اسلام وغیرہ کا مطالعہ یورپین مصنفین کی تصانیف سے ہی کیا ہے ۱۹۲۱ء میں ایک ماہ کے لئے قاہرہ میں رہا۔ الازہر یونیورسٹی کو بھی دیکھا عربی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں سنسکرت، ملایا اور جاپانی کا مطالعہ کیا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں سابق نیدرلینڈ انڈیز میں جگجا کارتا کے ایک اعلیٰ تعلیمات کے سپیشل سیکنڈری سکول میں جاوی زبان اور تاریخ و تمدن ہندوستان پڑھانے کے لئے گیا تقریباً پندرہ سال تک جاوی زبان اور قدیم و جدید تمدن کے علم پر کافی عبور حاصل کر لیا۔

ایک پرآشوب عرصہ کے بعد جو مجھے جاپانی قیدی کی حیثیت سے گذارنا پڑا ۱۹۴۶ء میں نیدرلینڈ واپس چلا آیا جہاں مجھے ایمسٹرڈم کے رائل ٹراپیکل انسٹی ٹیوٹ میں کام مل گیا یہاں مجھے اسلام کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ وہ اس طرح کہ مجھ سے جاوی زبان میں اسلام پر ایک چھوٹا سا تعارفی کتابچہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ بعد ازاں اسلام سے میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ اس دلچسپی کی وجہ سے ہالینڈ کی احمدیہ جماعت کے ساتھ میرا تعلق گہرا ہوتا گیا۔ میں نے پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی مملکت کا بھی مطالعہ شروع کیا۔ بالآخر اس مطالعہ کی وجہ سے ۱۹۵۴-۵۵ء کے موسم سرما میں مجھے پاکستان جانے کا موقعہ ملا۔ اس وقت تک یورپی مصنفین کی ہی کتابوں میں سے اسلام کا مطالعہ کیا تھا، لیکن اس کے برعکس لاہور جا کر اس سے مختلف حقائق سے واسطہ پڑا۔ میں نے اپنے دوستوں سے نماز جمعہ میں شرکت کی خواہش

ظاہر کی اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جب مجھے لاہور کی ایک مسجد میں لوگوں سے خطاب کرنے اور بے شمار نئے دوستوں اور بھائیوں سے معانقہ کرنے کا موقعہ ملا۔ تو مجھ پر اسلام کی عظیم الشان اقدار کا صحیح انکشاف ہوا۔ میں اسی وقت سے اپنے آپ کو مسلمان محسوس کرنے لگا۔ اور میں نے ان کے تاثرات کو ایک مضمون میں جو ذیل میں درج ہے قلم بند کیا۔ یہ مضمون پاکستان کوارٹرلی کے شمارہ نمبر ۴ جلد نمبر ۵ ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے

اب ہم ایک چھوٹی سی مسجد کی زیارت کرنے گئے، وہاں ایک عالم، انگریزی زبان میں بڑی روانی سے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ انہوں نے سامعین سے کہا کہ میں نے دیدہ دانستہ خلاف معمول اپنے خطبہ میں انگریزی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ہمارے وہ بھائی جو نیدرلینڈ ایسے دور دراز ملک سے تشریف لائے ہیں۔ اس طرح وہ اُردو زبان میں دیئے گئے خطبہ کو بآسانی سمجھ سکیں۔ خطبہ کے بعد امام صاحب کے پیچھے حسب طریق دو رکعت نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد لوگوں نے سنتیں اور نوافل ادا کئے "

میں وہاں سے چلنے کو ہی تھا کہ امام صاحب نے مجھے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرالیا اور کہا کہ حاضرین آپ سے کچھ سننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ اپنی زبان میں کچھ بیان فرمائیے۔ میں ساتھ ساتھ اس کا اُردو ترجمہ کرتا جاؤں گا۔ چنانچہ میں اُن کے نزدیک مائیکروفون کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور اطمینان سے بولنا شروع کیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں ایک دور دراز ملک سے آیا ہوں۔ وہاں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ میں نے اپنے ہم وطن مسلمانوں کا پیغام خیر سگالی مسجد میں موجود ان پاکستانی بھائیوں کو پہنچایا جنہوں نے سات سال پہلے اپنی آزاد اسلامی مملکت کی طرح ڈالی تھی۔ ان چند سالوں میں اس نوزائیدہ مملکت نے اپنی حیثیت مستحکم کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے ایک مشکل آغاز کے بعد اب وہ بلاشبہ ایک آسان اور خوشحال مستقبل دیکھیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے وطن واپس جاکر اس خلوص، جذبہ رفاقت اور تعاون کا حال جو پاکستان کے عظیم شہریوں کے مختلف حلقوں سے مجھے حاصل ہوا ہے اپنے ہم وطنوں کو سناؤں گا۔

ان الفاظ کا جب اُردو ترجمہ سنایا گیا تو سامعین پر نہایت شاندار اثر ہوا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ

رہی کہ نیکڑوں نمازی میرے ساتھ معانقہ کرنے اور مجھے مبارکباد دینے کے لئے کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ جوان ضعیف ہاتھوں نے میرے دونوں ہاتھوں کو محبت و شفقت سے تھام لیا۔ جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ گرمجوشی اور محبت و انبساط کے جذبات تھے جو ان کی آنکھوں سے جھلک رہے تھے اس وقت میں نے اپنے آپ کو اس عدیم المثال اخوت اسلامی سے گھیرے ہوئے پایا جو دنیا بھر کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ پاکستانی مسلمانوں سے ملکر مجھے یہ سمجھ آگئی کہ اسلام شریعت کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ اور بہت سے علمی پہلو بھی رکھتا ہے ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو میں نے فرنڈس آف اسلام کے ایک جلسہ میں جو گرینڈ سیمول لوسنا لوسکی ایمسٹرڈم میں منعقد ہوا اسلام قبول کیا۔

میرے لئے اسلام میں جو خوبی نظر آئی تھی۔ اور اس مذہب کی طرف بالخصوص جس چیز نے مجھے کھینچا اس کا میں ذیل میں مختصر ذکر کرتا ہوں۔

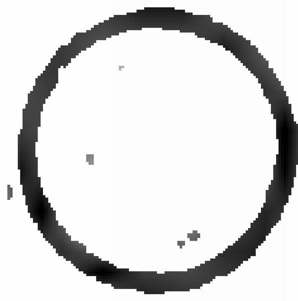
جو ایک معقول پسند مفکر جماعت کے لئے نہایت آسان بات ہے جس میں کوئی پیچیدگی اور الجھن نہیں ہے۔ وہ خود بے نیاز ہے اور دوسری مخلوق کا رب اور خالق ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور اس کے مثل کوئی نہیں۔ وہ اعلےٰ ترین عقل وفہم اعلےٰ ترین طاقت وقدرت اور اعلےٰ ترین برکات وافضال کا مالک ہے اس کے رحم وکرم کی کوئی انتہا نہیں۔

۲۔ خالق اور مخلوق کے درمیان براہ راست تعلق ہے۔ انسانیت کو اعلیٰ ترین نور ہدایت سے نوازا گیا ہے۔ ایک مومن کو کسی درمیانی واسطے کی ضرورت نہیں۔ اسلام مولوی، پادری، پنڈت پروہت سے بے نیاز ہے۔ اسلام کے عقائد کے مطابق تعلق باللہ خود انسان پر منحصر ہے۔ انسان کو آخری زندگی کے لئے اسی دنیا میں تیاری کرنا ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے اعمال واحمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اعمال واحمال کا کفارہ کسی معصوم شخص کی قربانی سے ادا نہیں ہو سکتا اور کسی شخص پر کسی کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔

۳۔ اسلام میں رواداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں مسلمان کو ہدایت ہے کہ صداقت جہاں کہیں سے ملے حاصل کرے۔ اسی طرح اگر کسی دوسرے مذہب میں خوبیاں نظر آئیں۔ ان کو بھی اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

۴۔ اسلام میں اصولِ اخوت بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب و ملت تمام بنی نوع انسان پر حاوی ہے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو عملاً اس اصول پر کاربند ہے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں۔ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں، خدا کی درگاہ میں انسانی مساوات کا نمونہ احرام کے لباس سے نظر آتا ہے جو کہ مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر پہنا جاتا ہے۔

۵۔ اسلام کے نزدیک مادہ اور روح زندہ حقیقتیں ہیں۔ انسان کی دماغی ترقیاں ضروریات کے ساتھ ساتھ ناقابلِ انقطاع طور پر وابستہ ہیں اور انسانوں کو ایسے طریق پر عمل کرنا چاہیئے کہ روح، مادہ پر غالب رہے۔ اور مادہ پر دل و دماغ اور قلب و نظر کا تصرف و اختیار ہو۔



"اسلام کا تمام نسلِ انسانی پر یہ بڑا احسان ہے اور کسی دوسرے مذہب یا سوسائٹی کو اس قدر عظیم کامیابی حاصل نہیں۔ تمام نسلِ انسانی میں مساوات برادری ہر ایک کو ترقی کے برابر کے مواقع، زندگی کے معیار اور ہر بات میں اسلام نے مساوی حقوق کا درجہ دیا۔ ہر ایک کو اپنی سعی و عمل کے نتائج کی برابر کی ضمانت دی۔ اسلام کے نظامِ حیات میں کالے اور گورے میں امتیاز نہیں اسلام تمام نسلِ انسانی کو ایک ہی کنبہ کے افراد تصور کرتا ہے۔ افریقہ انڈیا، انڈونیشیا حتیٰ کہ جاپان تک ہر قوم اور ہر نسل کے انسانوں، قوموں اور نسلوں میں جس میں بے شمار اختلافات بھی موجود ہیں ان میں مصالحت موافقت اور وحدت خیال کے سلسلے میں اسلام نے بہت عظیم پارٹ ادا کیا ہے۔ مشرق اور مغرب کی تہذیبوں میں آج کل جو تصادم ہو رہا ہے میرا یقین ہے کہ دونوں کے درمیان اسلام اور صرف اسلام ہی موافقت اور تعاون کی راہیں کھول سکتا ہے"

——— پروفیسر گب

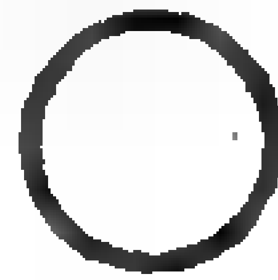
ڈیوڈ کون

اسلام — فطرت کی آواز ہے

میرے لئے یہ امر یک گونہ مسرت کا موجب ہوگا۔ اگر میں ان حالات کو قلمبند کروں جو میری قبولیت اسلام کا موجب ہوئے۔

اوائل عمر سے ہی میں تثلیث کا پوری طرح قائل نہ تھا اور یہ بات کہ خالق اکبر کا بھی کوئی بیٹا اس زمین پر ہو سکتا ہے — عقلی طور پر کبھی سمجھ نہیں آ سکی — میں متذکرہ صدر وجہ کی بنا پر اکثر بے اطمینان و افسردہ خاطر رہتا تھا۔ اور اس بے چینی اور اضطراب کے باعث میری باقی جہات بھی بند براہ نہ ہوتیں۔ اتفاق سے ایک دن پبلک لائبریری میں جانے سے میری نظر رسالہ اسلامک ریویو پر پڑی۔ جو وہاں آیا کرتا تھا۔ اُسے اٹھا کر میں نے ابھی نصف گھنٹہ ہی پڑھا تھا کہ مجھ پر یہ بخوبی منکشف ہو گیا کہ اسلامک ریویو تو اسی مذہب کو پیش کرتا ہے جس کا میں دل سے متمنی ہوں۔ اس دن سے مجھ میں اعتماد علی النفس پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ آج بفضلہٖ میں اپنے آپ کو ایک بہترین انسان سمجھتا ہوں۔

قرآن کریم کی جس بات نے مجھے متاثر کیا ہے وہ اس کی زبان کی سادگی اور درستی ہے جو خدائی عظمت و شوکت کی آئینہ دار ہے۔



احمد اے آنس

اسلام حکمت و معرفت کا دین ہے

اوائل عمر ہی سے میں عیسائیوں اور ان کے اکابرین کی منافقت سے از حد بیزار ہو گیا تھا جوں جوں عمر بڑھتی گئی قرآن کریم کے مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ دیتا رہا۔ مجھے اس کے صفحات کے اندر ہر ایک شخص کے لئے رشد و ہدایت نظر آئی۔ یہ کتاب ایک منطق ہے، جو حکمت و دانش پر مبنی ہے یہ محض تصوف کی کتاب نہیں ہے قرآن کو کسی سے سیکھنے کی چنداں ضرورت نہیں اپنی تفسیر و تشریح تو وہ آپ ہے جو کوئی شخص اس سے نور و ہدایت کا متمنی ہے۔ غیر متعصب دل و دماغ کے ساتھ اور خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرے تو یہ اس کے آگے نور و بصیرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔



شومئی قسمت سے کلیسا انگلستان نہایت ہی تنگ ظرف و متعصب واقع ہوا ہے۔ اس میں فلسفہ کا فقدان ہے۔ اس لئے اس کے بالمقابل مذہب اسلام سچا مذہب ہے جس میں روحانیت و صداقت۔ علم و عرفان کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ (مس ایلین رحیمہ لیبی از ڈورسیسٹر)

ڈیوینڈ اڈسے فلاورز

اسلامی پیغام کی سادگی اور مسلمانوں کا خلوص

آپ نیوکاسل کے ذہین شہری — لائق فوجی — پرجوش سابق عیسائی پادری — اور بہترین مقرر ہیں —————

"مغربی عیسائیت کے راسخ عقائد کو چھوڑ کر ایک مشرقی دین یعنی اسلام کو قبول کرنا ایک بڑا اہم اور بنیادی فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ میں نے کسی جذباتی رو میں بہہ کر نہیں کیا۔ بلکہ یہ میری طویل سوچ و بچار، غور و فکر اور میری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ میں نوجوانی کی اس عمر میں نہیں ہوں جہاں انسان تخیلات کی دنیا میں رہتا ہے، بلکہ میں ایک عمر رسیدہ انسان ہوں اور دنیا کے گرم و سرد سے واقف۔ میں نے تیرہ سال فوج کے ساتھ بسر کیے ہیں اور اپنی ابتدائی عمر سے مغربی عیسائی اور غیر عیسائی ماحول میں پرورش پائی ہے۔ فوج میں ملازمت کے سلسلہ میں مجھے مشرقی ملکوں میں جانے اور وہاں کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ قدرتی طور پر مجھے وہاں کے مذاہب اور عقائد سے بھی واقفیت ہوئی۔ مغربی اقوام کے اعمال و حرکات جو عیسائیت کے نام پر کیے جاتے تھے ان سے میری طبیعت سخت بیزار ہوئی، اس کراہت کے باعث میں آزاد خیالی کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے از سر نو عیسائیت کے مذہبی عقائد و اعمال کا جائزہ لینا شروع کیا۔ مجھے ہر طرف تناقض، افتراق، ریا، نفاق سے واسطہ پڑا اور نمائش، تجبر، نسلی امتیاز و منافرت اور مذہب کے نام پر سازشوں کا جال پھیلا ہوا دیکھا۔ میں نے چرچ کا کام چھوڑ کر خدمت خلق کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جس میں عمر، عقیدہ، نسل، رنگ اور مذہب کی تخصیص نہ تھی اور یہی کام میں آج تک کر رہا ہوں۔ میرا زیادہ وقت لوگوں سے ہمدردی، بیمار پرسی، اور بے علاج جانوروں سے ہمدردی اور مہربانی کے سلوک کی تحریک میں صرف ہوا تاہم افسوس ان امور میں بھی عیسائی اداروں میں عقیدہ اور یقین کو انسانیت کی ہمدردی پہ

ترجیح دی جاتی ہے۔

اسلام کے پیغام میں جو خلوص پایا جاتا ہے وہ مجھے اسلام کی طرف کھینچ لانے میں ممد ہوا ہے۔ میں اپنی رضا و رغبت سے اپنے تعلقات مغربی عیسائیت سے بکلی منقطع کرتا ہوں اور خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہوئے انسانیت کی خدمت کے لئے آمادہ ہوں۔ میں اپنی زندگی کے اس اہم فیصلہ پر خدا کا شکر گزار ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے دین اسلام اور اس کے ماننے والوں کی کچھ خدمت کر سکوں گا۔ میں ایک ناچیز انسان ہوں۔ لیکن اپنی قوتوں کو ایک خدا اور انسانیت کی خاطر صرف کروں گا۔ میں یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ اور میں نے اپنی مرضی سے حق اور صداقت کی غرض سے یہ فیصلہ اپنے دل کی گہرائیوں سے کیا ہے۔ خدا مجھے ثابت قدم رکھے۔ آمین۔



"انگریزی ترجمۃ القرآن (جس کی تشہیر و وکنگ مشن کرتا ہے) کی ایک کاپی میں نے خریدی۔ اور ابتداء سے اس کا مطالعہ شروع کیا۔ دوران مطالعہ میں نے بسا اوقات مختلف مسائل پر اپنے مقامی دوستوں سے تبادلۂ خیالات کیا۔ اس پاک کتاب کے مسلسل مطالعہ نے مجھ پر مبرہن کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو صراط مستقیم دکھاتا ہے۔ اس کی محیر العقول طاقت و قوت محسوس کر کے اسلام کا والہ و شیدا ہو گیا۔"

ایچ پی فلشر احمد

فاطمہ بنت بی کیڈ بی وان ڈرگوچن نیدرلینڈ

اسلام عالمگیر مذہب ہے

میری پیدائش ڈچ عیسائی خاندان میں ہوئی ہے دوسری جنگ عظیم سے پہلے اور اس کے بعد کئی سال تک میرا قیام انڈونیشیا میں رہا۔ وہاں مجھے مسلمانوں کے ساتھ راہ و رسم کا موقعہ ملا اور آہستہ آہستہ میں نے اسلامی نظریہ حیات کا مکمل مطالعہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام اور دوسرے مذاہب کے اخلاقی امور کا بھی سیر حاصل مطالعہ کیا بالآخر میں اس نتیجہ تک پہنچی کہ صرف اسلام ہی ہے جو انسان کے روحانی اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اسلام نہ صرف روحانی اور قومی مذہب ہے بلکہ عملی مذہب بھی ہے۔ اللہ تعالٰے کا تعلق مذہبی عبادتوں اور ریاضتوں تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ ہماری ذات میں ہے اور ہمارے گردوپیش بھی ہے وہ ابدی اور ازلی ہے حاضر و ناظر ہے۔ اور اس کا نور ہمارے دلوں کو منور کرتا ہے اسلام انسانی فطرت کو براہ راست اپیل کرتا ہے اور ہمیں ایسا اطمینان بخشتا ہے جو ہماری پریشان حال روحوں کے لئے ازبس ضروری ہے۔ میں سوچا کرتی تھی کہ ایسا شخص جو دنیا کے تاریک ترین گوشہ میں رہتا ہے، اور کسی بھی مذہب سے واقف نہیں کیا وہ جنت میں داخل کیا جائے گا یا دوزخ میں اور یہ کہ دنیا کے قدیم لوگوں کے ساتھ جو خدا اور اس کے وحدت وجود کے تصور سے ناآشنا محض ہیں ان کا انجام کیا ہوگا! آج دنیا میں بے شمار مذہب ہیں جو باہم دست و گریباں ہیں، سب ہی اپنے آپ کو سچا اور من جانب اللہ خیال کرتے ہیں۔ اور میں اس بات کی قائل نہ تھی کہ احتساب عمل کے وقت اللہ تعالٰے سب سے پہلے اس شخص سے اس کے مذہب کا نام پوچھے گا۔ اللہ تعالٰے قرآن کریم کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیتا ہے قرآن سے مجھے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی کوئی نیکی ضائع نہیں جائے گی۔

مسلمان ہونے سے پہلے میرا خیال تھا کہ جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اس دنیا کو اپنا اپنا مفوضہ پیغام پہنچایا ہے اور اپنے اپنے فرائض کو بحسن خوبی سرانجام دیا ہے۔ تو پھر کیوں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت بدھ پر فضیلت و فوقیت عطا ہو۔ اور یہ کہ جب میں حضرت عیسیٰؑ کو اپنا پیغمبر اور رسول تسلیم کرتی ہوں تو دوسرے مذاہب کے نبیوں اور رسولوں پر کیوں ایمان نہ رکھوں۔ جبکہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے نور اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ اس الجھن، تردد اور کشمکش کا حل مجھے اسلام کے اندر نظر آیا۔ اس لئے کہ اسلام تمام انبیائے کرام کی جنہیں ایسی تعلیمات کا مقصد دے کر مبعوث کیا گیا تعظیم و تکریم کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام ایک ترقی پذیر مذہب ہے اور عالمگیر حیثیت کا مالک ہے۔

قرآن کریم سچے کامل اور افضل کلام الٰہی پر مشتمل ہے یہ نور کا منبع اور حسن و خوبصورتی اور اعلیٰ روحانی اقدار کا مرقع ہے۔ میں نے جب اسلام کا دوسرے مذاہب کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا تو مجھے اسلام کی اعلیٰ اور فطرتی تعلیم پسند آئی۔ میں نے بدیر مطالعہ جاری رکھا۔ اور ایسے لوگوں سے سوال وجواب بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری رکھا جن کے ذریعہ آخر کار مجھے سیدھی راہ یعنی صراط مستقیم پا ہی لیا۔ اور ۹ مارچ ۱۹۵۵ء کو مسٹر ایس ایم طفیل ایم اے کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام میں داخل ہو گئی۔ میں امام صاحب موصوف کی رہنمائی اور معاونت کا شکریہ ادا کرنے سے قطعی قاصر ہوں، میں نے یہ مذہب بالجبر نہیں بلکہ برضا و رغبت اسے من جانب اللہ سچا سمجھ کر قبول کیا ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

لقد انزلنا آیٰت مبینٰت واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝

(قرآن ۲۴ : ۴۶)

"یقیناً ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں۔ جسے چاہتا ہے اللہ تعالےٰ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔



کرنل ڈی۔ایس راک ویل

اسلام عقلی اور عملی مذہب ہے

اسلامی تعلیم کی سادگی، اسلامی مساجد کا مؤثر اور جاذب ماحول، مسلمانوں کا خلوص۔ ان کا پابندی کے ساتھ پنجوقتہ نمازوں میں خضوع و خشوع یہ سب باتیں ایسی ہیں جنہوں نے مجھے ابتداء ہی سے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ لیکن قبول اسلام کرنے کے بعد مجھے بہت سے حقائق ایسے ملے جنہوں نے میرے فیصلہ پر مہر توثیق ثبت کر دی زندگی کا خوش آیند تخیل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور عملی کوششوں کا مستند ثمرہ، پند و نصائح و افت سخاوت کی تعلیم، رواداری، حقوق نسواں کی حفاظت اور ان کے علاوہ دوسرے خصائص تعلیم وغیرہ جن سے آنحضرت صلعم نے دنیا کو سرفراز کیا۔ ایسی باتیں ہیں جنہوں نے مجھے یقین دلایا کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے جس کا خلاصہ خود آنحضرت صلعم نے اس قول میں پیش کر دیا ہے "عقل و دل"۔ آپ نے دنیا کو عمل کا ایک اعلیٰ نظام عطا کیا۔ جو کورانہ تقلید سے پاک ہے جس میں انسان اس عالم الغیب و الشہادہ پر ایمان لاتا ہے اور اسے اس امر کی ضمانت ملتی ہے کہ اپنا فرض بہ احسن طریق ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نوازش پر تکیہ کرے۔ اسلام کا روادارانہ جذبہ جو وہ دوسرے مذاہب کے متعلق تلقین کرتا ہے ایسا ہے کہ ہر حریت پسند اس کی قدر کرے گا آپ نے اپنے متبعین کو حکم دیا کہ اہل کتاب کے ساتھ شریفانہ برتاؤ سے پیش آؤ۔ اور حضرت ابراہیمؑ، عیسےٰؑ، موسےٰؑ وغیرہم سب انبیاء کی یکساں طور پر عزت کرو۔ یہ طرز عمل نہایت ہی فیاضانہ ہے اور یہ اسلام کو دیگر مذاہب عالم سے ممتاز کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی پاک تعلیم ویسی کی ویسی ہے اور ان میں توہمانہ عقائد کی آمیزش نہیں ہوئی۔ قرآن مجید آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ وہ اپنے نزول کے وقت تھا۔ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی وہ ایسا ہی

پاکیزہ ہے جیسا کہ ایک مسلمان کا دل۔ اسلام میں پرہیزگاری اور اعتدال پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور ان دو باتوں نے میرے دل کو پورے طور پر مفتوح کر لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی صحت اور پاکیزگی کا بہت خیال تھا۔ اسی لئے آپؐ نے ان پر روزہ فرض کیا تا وہ خواہشات نفسانی پر غالب آسکیں۔

جب میں استنبول، دمشق، بیت المقدس، قاہرہ، الجیریا، طانجیر اور دوسرے شہروں کی مساجد میں گیا تو مجھے ایک زبردست ردِعمل کا احساس ہوا کہ اسلام اپنی سادگی کے باوجود، انسان کے اعلیٰ روحانی جذبات کو متاثر کرتا ہے۔ یہاں ظاہری نمود اور نشان کا نام نہیں ہے۔ نغمہ ہے نہ ساز نہ تصاویر ہیں نہ نقوش، نہ آثار پرستی ہے نہ رسم پرستی۔ مسجد مجاہدہ اور مراقبہ کا مقام ہے۔ جہاں انسان خدا تعالیٰ کی حضوری میں اپنی خودی کو فراموش کر دیتا ہے۔

اسلام کی شان جمہوریت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا، شاہ و گدا دونوں شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزی کیساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ مسجد میں رؤسا کے لئے مخصوص مقامات نہیں ہیں بلکہ خدا کے گھر میں سب کے سب برابر ہیں۔

اسلام میں خدا اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ تسلیم نہیں کیا گیا۔ مسلمان براہِ راست اپنے خدا کو پکار سکتا ہے اور اس سے التجا کر سکتا ہے اسے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے کے لئے کسی پادری یا مولوی کی ضرورت نہیں ہے نہ نجات کے لئے کسی کی سفارش درکار ہے۔

مجھے سفر کے دوران میں، اسلامی اخوت اور مساوات کے اعلیٰ نظارے جن میں ذات، نسل، قومیت، رنگ کو دخل نہیں، اکثر دیکھنے کو ملے ہیں اور یہ اس مذہب کی ایسی خصوصیت ہے جس نے مجھے شدت کیساتھ اپنی طرف کھینچا ہے۔

"مسیحی تحکم اور توہم پرستی مجھے ہرگز متاثر نہیں کر سکی۔ اسلامی اصول عقلی اور عملی ہیں" ——— جان فاطمہ

مشہور عالم برنارڈ شا

امن و راحت کا گہوارہ

"میں نے ہمیشہ ہی پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو عزت، عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دین اسلام میں ایک بہت بڑی (روحانی) قوت ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہر دور اور ہر زمانہ کی رہنمائی کی اہلیت رکھتا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی یہ پیشگوئی کر چکا ہوں کہ سو سال کے بعد اگر یورپ کا کوئی مذہب ہوگا تو وہ اسلام ہوگا۔ یہ ایک ایسا دین ہے کہ وہ بھی اس طرح مقبول اور محبوب ہوگا جس طرح وہ آج کل بھی یورپ میں اپنی مقبولیت کی راہیں نکال رہا ہے۔ ہمارے قرون وسطیٰ کے عیسائی پادریوں اور مذہبی پیشواؤں نے یا تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یا افسوسناک تعصب کی وجہ سے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جلیل القدر شخصیت اور آپ کے مذہب اسلام کو نہایت ہی تاریک شکل میں پیش کیا ہے۔"

بلکہ میں تو کھلے اور صاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر آج دنیا کی حکومت اور ڈکٹیٹر شپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے انسانِ کامل کے سپرد کر دی جائے۔ تو آپ اس کرۂ ارض کے تمام مسائل حیات اور مشکلات کو اس طرح حل کریں گے کہ تمام دنیا امن اور راحت کا گہوارہ بن جائے گی۔ ہر طرف مسرتوں اور خوشحالیوں کا دور دورہ ہوگا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین یورپ میں اپنی قبولیت کے دروازے کھول رہا ہے۔"

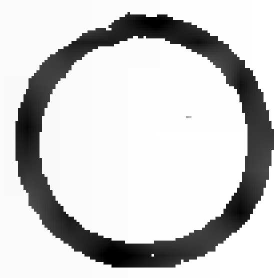
آمینہ بی فلیمنگ

اسلام رواداری اور اخوت انسانی کا مذہب ہے

اکثر اصحاب نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ ذیل میں اپنے قبول اسلام کی چند وجوہات لکھتی ہوں۔ اولاً میں یقین نہیں رکھتی کہ موجودہ زمانہ کے مسیحی جناب مسیحؑ کی اصلی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے وہی تعلیم دی ہو گی۔ جو حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ نے دی تھی اور وہ تعلیم اسلام کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ اسلام کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل اپنا بھائی سمجھنا۔

ثانیاً یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری نجات کے لئے خدا کو بشکل انسان دنیا میں آنے کی کیا ضرورت تھی بلاشبہ یہ بات زیادہ قرین عقل ہے کہ ہم خود ذاتی کوشش اور عبادات کی مدد سے خدا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور یہی صورت ہماری نجات کے لئے ممکن ہے۔ علاوہ ازیں اگر جناب مسیح علیہ السلام خود خدا تھے تو پھر وہ کیوں کہتے تھے کہ "اے ہمارے آسمانی باپ" نیز میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو گی۔" آنجنابؑ نے بارہا اپنے شاگردوں سے کہا کہ باپ کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے تمام رات گتسمنی کے باغ میں ہمت اور طاقت حاصل کرنے کے لئے خدا سے دعائیں کیں۔ اور بعد ازاں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ علاوہ بریں کہا جاتا ہے کہ اب جناب مسیحؑ خدا باپ کے دائیں ہاتھ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر جناب مسیحؑ خود قادر مطلق تھے۔ تو پھر ایسے الفاظ کیوں کر ان کی زبان سے نکلے؟ یہ کوئی معقول بات نظر نہیں آتی۔ میں تو خدا کو برتر عالمگیر اور بہت رحیم یقین کرتی ہوں۔ جناب مسیحؑ اس کے رسول ہیں۔ اسلام میں خدا تعالیٰ ایک عالمگیر خدا ہے جو رحمٰن اور رحیم ہے اس نے جناب مسیحؑ کو رسول بنا کر بھیجا، تاکہ وہ بندوں کی رہنمائی کریں۔ جس طرح کہ ان سے پہلے حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ نے

کی تھی۔ ان تمام پر خدا کی رحمت ہو۔ آنحضرت صلعم بھی خدا تعالیٰ کا وہی پیغام لائے جو دوسرے انبیاء لائے تھے۔ اور میرا ایمان ہے کہ تمام انبیاء جن میں مسیحؑ بھی شامل ہیں۔ اسلام ہی کا پیغام لائے تھے۔ جس کے معنے ہیں۔ خدا کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔ اور پھر ایک آدمی اسلام قبول کر کے بہتر مسیحی یا یہودی بن سکتا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو آج کل مسیحیت یا یہودیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ بحیثیت مسلمان میرا طریق کار اب یہ ہے کہ میں سب انبیاء کی عزت کرتی ہوں اور ان پر درود بھیجتی ہوں۔ کیونکہ جس طرح آنحضرت صلعم نے لوگوں کو خدائے واحد لاشریک خالق کی اطاعت کا حکم دیا۔ اسی طرح انہوں نے رواداری اور صلح کا سبق پڑھایا اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کی اور خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر مضبوطی سے قائم رہنے کی تعلیم دی۔ کیونکہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے۔ بچوں سے محبت کرنا اور صداقت کے لئے تکالیف اٹھانا یہی باتیں سب انبیاءؑ نے لوگوں کو سکھائیں تھیں۔ آج مختلف اقوام میں جو اختلاف رونما ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مذہب سے غافل ہیں اور ایمان میں کمزور ہیں۔ لوگ باہم دست و گریبان ہیں محض اسلئے کہ وہ اپنے ادیان برحق کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے، اسلام رواداری اور اخوت انسانی کا سبق دیتا ہے چنانچہ میں نے اسلام اس لئے قبول کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مشیت نافذہ کے متعلق میرے ذاتی خیالات کے بالکل مطابق واقع ہوا ہے۔ صرف یہی ایک ایسا مذہب ہے جو اچھی طرح عقل میں آسکتا ہے۔ اور اس کی سادگی اور خوبی کا یہ عالم ہے، ایک بچہ بھی اسکی تعلیمات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ ربنا لک الحمد



"بائبل کے ماننے والے آج اندھیرے میں ناک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ کیونکہ بائبل کی صحت تو مشکوک ہو گئی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہی کہ طلب حق و صداقت کیلئے اس کی ورق گردانی کی جائے اب طالب حق کی تشفی اسلام میں ہی ہو سکتی ہے"

(مسٹر غلام محمد پیٹر۔ اٹلی۔)

مسٹر والٹر ایچ۔ ولیم

اسلام ——— زندگی کا رہبر ہے

میں۔ اس چھوٹے سے مضمون میں مختصراً ان حالات کو قلمبند کروں گا جو میرے قبول اسلام کا موجب ہوئے اور مجھے امید ہے کہ میرے مسلمان بھائیوں اور غیر مسلم دوستوں ہر دو کے لئے یہ دلچسپی کا موجب ہوگا ——

میری پرورش بچپن ہی سے ایک مذہبی فضا میں ہوئی ہے۔ کیونکہ میں پادری بننے کا خواہشمند تھا اللہ تعالےٰ کی مرضی کچھ اور ہی تھی پادری بننے کی بجائے میں دیگر مذاہب کی تحقیق میں لگ گیا چنانچہ میں بڑی تحقیق کے بعد مسلمان ہوا ہوں۔

چونکہ میری مصروفیات نے میری زندگی میں ایک نئی دلچسپی پیدا کر دی تھی اس لئے میرے پاس مذہب کے مطالعہ کے لئے جتنا وقت پہلے ہوا کرتا تھا اب اس سے کم رہ گیا اور آخر کار جوں جوں زمانہ گزرتا گیا میں نے اپنے آپ کو ابتدائی عمر کے مذہبی تاثرات سے آزاد کر کے بذات خود دلائل عقلیہ سے کام لینا شروع کر دیا اور بالآخر میں نے دیکھا کہ میں اس مذہب کے بنیادی اصولوں پر جرح و قدح کر رہا ہوں۔ جس کو میں نے اس وقت تک صرف زبان سے ہی قبول کیا تھا تاہم جہاں تک ان فرائض کا تعلق ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجھ پر عائد ہوتے ہیں۔ میں نے ان کی بجا آوری جاری رکھی۔

قریباً اسی زمانہ میں جنگ شروع ہو گئی —اور مجھے اپنی رجمنٹ کے ساتھ خدمت ملک کے لئے مشرق قریب کی طرف جانا پڑا۔ اس چار سالہ مدت میں خوش قسمتی سے قاہرہ میں بہت سے دوست بن گئے اور ان نیک بخت

لوگوں کے ساتھ مجھے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قرآن کریم کے بعض مقامات کو مجھ پر واضح کیا۔ اور ان کو سُنکر میرے دل میں اس مذہب کا بیج بو دیا گیا۔ جس کو چند سال بعد قبول کرنا میرے مقدر میں لکھا تھا۔

نجی کاروبار اختیار کرنے کے بعد میں نے مذہبیات کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں مسیحی تعلیمات کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتا نتیجۃً میں نے گرجا جانا بند کر دیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا کہ ایسی صورت میں کوئی راہ اختیار کرنا منافقت ہوگی۔

کچھ عرصہ بعد وہ پرانی بحثیں مجھے یاد آگئیں۔ جو اپنے قدیم مصری دوستوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ اس لئے اس امید پر کہ شاید مجھے مزید روشنی حاصل ہو جائے میں نے اپنے فارغ وقت کے معتد بہ حصہ میں ایک انگریزی ترجمۂ قرآن کا مطالعہ پورے غور سے شروع کر دیا۔ اور جب میں نے حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا بار بار مطالعہ کیا تو میں اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اسلام ہی وہ سچا مذہب ہے جس کا میں اتنی مدت سے متلاشی تھا۔ اس عرفان نے میری زندگی کو بالکل بدل دیا اور ایسا معلوم ہوا کہ ٹیڑھی تاریک اور غیر واضح پگ ڈنڈیوں پر جن کا کہیں اختتام نہیں تا مک ٹوئیے مارنے کے بعد آخر کار میں ایک روشن اور نورانی شاہراہ پہ آن پڑا ہوں۔

زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں نے مسجد ووکنگ کی زیارت کی۔ اور مولوی عبد المجید صاحب سے مشورہ کیا جن کے ہمدردانہ مشورہ اور امداد کا میں دل سے معترف ہوں۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ میں اسلام کی پاک اور مقدس برادری میں شامل ہوتا ہوں فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ یہ عرض کرنا غیر ضروری ہے کہ اس کے بعد میں اپنے آپ کو ایک بالکل ایسی ہستی خیال کرنے لگا ہوں جو اپنی زندگی کا مقصد رکھتی ہے۔ میں اس جگہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر بحث کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اور اس کام کو زیادہ قابل انسان کے لئے چھوڑنے پر کفایت کرونگا۔ لیکن ایک بات ایسی ہے جس کا اظہار میرے نزدیک ضروری ہے۔ کیونکہ میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے عیسائیت اور اسلام دونوں کے مذہبی احکام و فرائض کی پورے طور پر متابعت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب ایک عام مسیحی اتوار کے دن کلیسا کی عبادت میں شامل

ہوتا ہے۔ جو بلا استثنا، ہر جگہ پادری کے توسط سے ادا ہوتی ہے اور جس میں عابدین عموماً غیر عملی حصہ لیتے ہیں اور خود کوئی حرکت نہیں کرتے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ آئندہ اتوار تک ان کا فرض ادا ہو گیا۔ اس کے برخلاف ایک مسلمان ہر روز باقاعدہ مسجد کے اندر انفرادی طور پر یا گھر کی تنہائی میں نماز ادا کرتا ہے۔ اور جمعہ کے دن بھی جب نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہے یہ انفرادیت قائم رہتی ہے۔ اور ہر مسلمان کسی درمیانی توسط کے بغیر خود بخود نماز ادا کرتا ہے۔

میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے پورا یقین ہے کہ اس ملک اور دیگر مغربی ممالک کے لوگوں کو اگر اس امر کی طرف متوجہ کیا جائے کہ وہ اسلام کے حقیقی معنوں کو سمجھیں اور اس بات کو جان لیں کہ اس مذہب کا مقصد حقیقی کیا ہے تو اسلام کے متبعین کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جائیگی۔ بدقسمتی سے فری تھنکرز (آزاد خیالوں) اور دوسرے لوگوں میں بدظنیاں اور غلط فہمیاں بہت پھیلی ہوئی ہیں وہ ابھی تک اپنے پرانے عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں محض اس وجہ سے کہ ایک ایسے مذہب کو جس کے اصولوں سے وہ اختلاف بھی رکھتے ہیں ترک کر کے اسلام کو اختیار کرنے کی اخلاقی جرأت ان کے اندر موجود نہیں ہے۔

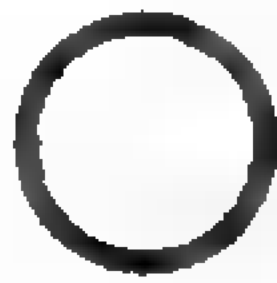
اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ اسلام مشرقی اقوام ہی کے موزوں حال ہے اور یہ مغربی ممالک کی روزانہ زندگی سے موافقت نہیں رکھتا فی الحقیقت یہ ایک غلط خیال ہے تاہم اکثریت کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا ہے عملاً اس کی تردید کی ضرورت ہے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ناواقف لوگوں کے فائدہ کے لئے یہ اشاعت کی جائے کہ میرے جیسے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور اس طرح اپنے ان سب میوں کے لئے یقین و ایمان کا سامان پیدا کریں جو آئندہ ہمارے ساتھ شامل ہونے والے ہیں۔

اگر ہم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طیبات کی اشاعت موثر طور پر کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ان تعلیمات اور دیگر امور کی اشاعت اسلامک ریویو کے علاوہ دیگر ذرائع سے بھی کی جائے۔

اسلئے اے میرے بھائیو اور بہنو! ہمیں اس خواب خرگوش سے بیدار ہونا چاہیئے جس میں ہم اب تک مبتلا رہے ہیں۔ کھلے میدان میں نکل آؤ اور اسلام کی مشعل لے کر دنیا بھر کے روشن ضمیر لوگوں تک جا پہنچو اور اپنی کوششوں کا یہ پہلا قدم اٹھانے کے لئے لندن سے زیادہ بہتر کونسی جگہ ہوگی جو مملکت برطانیہ کا صدر مقام ہے۔ اور یہیں سے

اسلام مغربی ممالک میں پھیل جائے گا

اس لئے میرے خیال میں یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ اگر کوئی اور وجہ نہ بھی ہو تو بھی محض مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر وسط لندن میں ایک ایسی عمارت لی جائے جو اسلام کے شایان شان ہو اور جہاں تمام مسلمان جمع ہو سکیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کام کیا جائے کہ اشاعت کے ذریعہ سے ۔۔۔ غیر مسلموں کو متوجہ کیا جائے کہ وہ اسلام کے مقدس علمبرداروں کے خیالات سنیں اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ کریں۔ جس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ وہ لوگ جن کے دل میں اسلامی عبادت کے متعلق غلط فہمیاں بھری ہوئی ہیں اس مذہب کی صداقت پر یقین و ایمان سے بھر جائیں گے ورنہ ہم کوشش کے بغیر کئی لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے اس کے بغیر ہم کسی طرح ان لوگوں سے تعلق پیدا نہیں کر سکتے جو اپنے معتقدات میں بھٹک رہے ہیں اور روشنی اور نور کی انتظار میں ہیں ۔۔۔ خود میں ان سینکڑوں لوگوں میں کی ایک مثال ہوں اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اسلام کا وقار دلوں میں قائم ہونا چاہیئے مملکت برطانیہ کا دارالخلافہ اور دنیا کا مرکزی مقام ایک ایسی عمارت سے خالی ہو جو اسلام کے شایان شایان ہو ضروری ہے کہ یہاں اسلامی مشن قائم کیا جائے۔



"میں نے بہت سے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا لیکن اسلام کی تعلیم میرے دل پر دوسرے مذاہب سے بہت بڑھ کر اثر کرتی ہے۔ کیونکہ اس نے سکھایا کہ کوئی شخص اس کبریائی کا مالک نہیں۔ جو ہمارے خالق حقیقی خداوند تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ حالانکہ دوسرے مذاہب میں ایسے دیوتا اور اولیاء موجود ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ اور ان سے حاجات طلب کرتے ہیں ۔۔۔ بائبل کو مسیحی کلیسائے روم سے مطابقت دینے کے لئے اس قدر تحریف و تبدیل کیا گیا ہے کہ اس کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے"

(ایچ - پی ہابن بیک)

جناب عبد الرزاق سلیاہ

اسلام — مکمّل ضابطۂ حیات

ایک رومن کیتھولک ہونیکی حیثیت سے مجھے کیتھولک مذہب کے مطالعہ کا بہت موقعہ ملا ہے میں اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کیتھولک مذہب ہی سچا مذہب ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے رازہائے سربستہ اس کے ناقابل فہم معتقدات اور ان فرضی ایمانیات نے جن کا ماننا ضروری قرار دیا گیا ہے مجھے خاموش بیٹھنے نہ دیا میں تلاش صداقت میں لگ گیا اور کئی سال تک نہایت خاموشی کے ساتھ اس کام میں مصروف رہا۔ میرے بہت سے کیتھولک دوست اور خود میرے خاندان کے افراد اس بات پر شاہد ہیں کہ مذہبی مطالعہ میرے فارغ اوقات کا ایک اہم مشغلہ تھا۔ ہندو اور بدھ مذہب میں ایسی خامیاں مجھے نظر آئیں کہ ان کو چھوڑ کر ایک ہی امر جو میرے لئے باقی رہ گیا وہ اسلام کا مطالعہ تھا۔

ایک وقت تھا کہ میں اسلام کو فی الحقیقت نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ میرے دوستوں میں کوئی مسلمان نہ تھا کیونکہ اسلام میرے نزدیک پر نفرت تھا اور میں اس کے پیروؤں کو اپنا جلیس وہمدم بنانا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ مجھے یہ وہم بھی نہ آسکتا تھا کہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کی کتابیں جو انہوں نے اسلام پر لکھی ہیں۔ مجھے ایک نیا انسان بنا دیں گی۔ اسلام کی دلآویز تعلیمات نے میری توجہ کو آہستہ آہستہ اپنی طرف مرتکز کر لیا اور میں بڑے جذب وانہماک کے ساتھ مطالعہ میں مصروف ہو گیا اور اسکے سیدھے سادے اور غیر مخفی راستہ کی وجہ سے اس سے محبت کرنے لگ گیا۔ یہ بالکل صاف اور سادہ مذہب ہے اور باوجود اس کے اس میں گہرے مطالعہ کی چیزیں ہیں۔ میں نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب اس پاک مذہب کو قبول کئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔

قرآن کریم ۔۔۔ کے بعض حصص کو میں نے پڑھا اور مجھے محو حیرت کر دیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ کوئی ایسی کتاب دنیا میں نہیں جو بائبل کا مقابلہ کر سکے لیکن میں نے دیکھا کہ میں اس بارہ میں سخت غلط فہمی میں ہوں۔ قرآن کریم فی الحقیقت صداقتوں سے معمور ہے اس کی تعلیمات عملی اور ناقابل فہم رہبانیات اور رازہائے سربستہ سے پاک ہیں میں ہر روز امن اور محبت کے اس مذہب کی طرف کھنچا چلا گیا جو فی الحقیقت اسلام کا امتیاز خصوصی ہے۔

اخوت اسلامی بھی میری نظروں سے اوجھل نہیں رہی اگر کوئی شخص اس تعلیم کا کہ اپنے ہمسایہ سے ایسی ہی محبت کر جیسی تو اپنے آپ سے کرتا ہے۔ حقیقی اور عملی رنگ دیکھنا چاہے تو وہ صرف اسلامی برادری ہی میں نظر آسکتا ہے جہاں لوگوں کا وہ عظیم الشان اور سچا اتحاد نظر آتا ہے جس کو دنیا نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی برادری پر تقریر کرتے ہوئے ایک دفعہ یہ فرمایا کہ تمام مسلمان ایک دیوار کی طرح ہیں۔ اس طرح سے وہ ایک دوسرے کی قوت کا موجب ہیں۔" میں نے دیکھا کہ تصوف اسلامی دو مسلمانوں کے مابین محبت کی ایک زنجیر ہے یہ وہ حقیقت ہے جس نے میرے دل پر نہایت گہرا اثر کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کوئی ایسا انسان نہیں گزرا جس کے دل میں انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور انہیں اس طرح ملانے کا خیال بھی پیدا ہوا ہو۔ دوسرے مذاہب کی طرح آنحضرت صلعم کا مذہب کسی خاص ملک و ملت کے لئے نہیں بلکہ بہ تمام نسل انسانی کے لئے ہے۔ اخوت اسلامی کے بارہ میں اسقدر مجھے کہنا ہے کہ جس چیز نے میرے دل کو اس پیارے اور معقول مذہب کی قبولیت پر آمادہ اور مجبور کر دیا وہ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے مابین فرق مراتب کا کوئی لحاظ نہیں۔ ایک بادشاہ اور غلام خانۂ خدا کے اندر ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو برادرانہ رنگ میں سلام کرتے ہیں۔ یعنی ہر مسلمان ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتا ہے اور وہ کھانا بھی ایک ہی دسترخوان پر ایک ہی رکابی میں مل کر کھاتے ہیں۔ طاقت، حیثیت، ذات پات اور رنگ وغیرہ کا اس عالمگیر اخوت کے سامنے کوئی لحاظ نہیں۔ یہ روح فی الحقیقت ہر قسم کے برے احساس کو کچل دیتی اور باہمی امن و تعاون کی فضا پیدا کر دیتی ہے۔ حقیقی محبت کے علاوہ ایک دوسرے کی امداد کا جذبہ اور بہت سی عمدہ باتیں ہیں۔ جو اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ جو کیتھولک کلیسا میں مجھے کہیں نظر نہیں آتیں۔

عبادت الٰہی اور نمازوں میں مسلمانوں کے اندر کوئی بے فائدہ اور بیکار رسوم نہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہ سکو تو ایسا تو ہو کہ گویا وہ تمہیں دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ "خدا اس عبادت کو قبول نہیں کرتا جس میں دل جسم کے ساتھ شامل نہ ہو" اور پھر یہ بھی فرمایا کہ صبح و شام خدا کی عبادت کرو اور دن کو اپنے دیگر مشاغل میں گذارو"

میں نے یہ دیکھا ہے کہ اسلامی اطاعت و عبادت میں کوئی شخص اپنے آپ کو فریب نہیں دے سکتا۔ نہ وہ کوئی رسم پوری کرنے یا دوسرے کو دکھانے کے لئے عبادت کرتا ہے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے یہ حکم ہے کہ نماز کی حالت میں اگرچہ ایک دشمن پیچھے سے ننگی تلوار لے کر تمہیں مارنے کے لئے آئے تو بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہ کرو۔ کیونکہ یاد رکھو کہ تم اپنے پورے دل و دماغ، روح اور جسم کے ساتھ خدا کی عبادت کے لئے آئے ہو نہ کہ اپنی جان بچانے کے لئے۔

یہ وہ سخت ترین قواعد ہیں جن کی ایک مسلمان کو جب وہ نماز اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز میرے اندر ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوئی وہ یہ ہے کہ اسلام ناقابل عمل مذہب نہیں ہے یہ ایک بہترین۔۔ عملی معقول اور جدید خیالات کا۔۔۔۔ مذہب ہے۔ توحید الٰہی اور روحانیت کے اعتبار سے بھی یہ ایک بہترین مذہب ہے۔ معتقدات کے لحاظ سے عملی اور نصب العین کے لحاظ سے جدید اور معقول ہونے کی وجہ سے بھی ایک مذہب ہے جو تمام نسل انسانی کے کام آسکتا ہے

مسز نعیمہ سعید کا

حقیقی اور سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے

میں روس کے ایک تاتاری گاؤں میں پیدا ہوئی تھی۔ وہاں میرے والدین جو رومن کیتھولک مسلک کے قائل تھے، پولینڈ سے جلاوطنی کے بعد اقامت گزین ہو گئے تھے وہ ڈاکٹر بھی تھے۔ میری ماں مسلمان تھی لیکن محض اسلئے عیسائی ہو گئی تھی کہ قدیم روس میں مسیحوں کو غیر مسیحی عورت سے شادی کی اجازت نہیں تھی باوجود اس کے میری ماں نہ کبھی گرجا جاتی تھی اور نہ عیسائیوں کی مذہبی مراسم میں حصہ لیتی تھی مجھے یاد ہے کہ وہ چھپکے چھپکے نماز پڑھا کرتی تھی۔ میں نے ایک اسلامی ماحول میں پرورش پائی اور بچپن میں موذن کی آواز کانوں میں پڑتی رہی۔ تاتاری لوگ ہمیشہ گھر پر ہوں یا کھیتوں میں نمازیں اذان کے ساتھ پڑھتے ہیں میں نے ان کی پاکیزہ متقیانہ اور شریفانہ زندگیوں کا ان روسیوں کی زندگیوں سے خوب موازنہ کیا۔ جو جوا، شراب خوری اور ناپاکی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

میرے والدین بچپن ہی میں فوت ہو گئے اور میری پرورش ان لوگوں میں ہوئی جو نہ کسی ضابطہ اخلاق کے پابند تھے، نہ مذہب کے اور اس لئے اوائل عمر میں مجھے مذہب یا روحانیت کا کبھی خیال ہی نہیں آیا بہرحال کچھ عرصہ تک انگلستان اور امریکہ میں رہنے کے بعد اور زمانہ کے نشیب فراز دیکھنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ انسان کو اپنی زندگی کسی نہ کسی اصول کے ماتحت بسر کرنی چاہیئے اور کسی نہ کسی ضابطہ اخلاق کی پیروی لازمی ہے۔ چنانچہ میں نے مسیحیت کا مطالعہ کیا۔ لیکن رسوم و قیود سے قطع نظر کر کے بھی مسیحیت مجھے تسلی نہ دے سکی۔ کیونکہ میں اسکے بنیادی اصولوں کو تسلیم نہیں کر سکتی تھی مثلاً الوہیت مسیح، مسئلہ گناہ موروثی اور کفارہ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حقیقی حضرت مسیح کی عظیم و افضل شخصیت کے مقابلہ میں ایک ہیچ ہے اور نہ اس بات پر یقین کر سکتی تھی کہ کسی پاک یا ناپاک انسان کی موت ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو سکتی ہے خصوصاً

اندریں حالات کہ میں دنیا میں لوگوں کو بدستور گناہ کا ارتکاب کرتے دیکھتی تھی۔

پس میں فطرتی طور پر اسلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ "فطرتی" میں نے اس لئے کہا کہ مجھے اسلام سے ہمیشہ سے ایک لگاؤ تھا کیونکہ میں نے اس کے ماحول میں پرورش پائی تھی۔ اسلام کا مطالعہ کر کے ایسا معلوم ہوا جیسا کوئی بھولا اپنے گھر واپس آجائے جوں جوں میں نے قرآن اور دیگر مصنفین خصوصاً خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔

مجھے معلوم ہوا کہ حقیقی اور سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے، یہ مذہب ان ارباب غور و فکر کیلئے ہے جو حقائق زندگی کی طرف سے آنکھ بند کرنا نہیں چاہتے اور سائنس کی ایجادات کا ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔ میں نے اسلامی تعلیمات کا مسیح کی تعلیمات سے موازنہ کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ اگرچہ مسیح کی تعلیم بھی مفید ہے لیکن یا تو وہ انسان کو تارک الدنیا بنا دے گی یا پھر ایک انسان کو دنیاوی زندگی سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے بہت کچھ حیلہ جوئی اور مشکلات سے دوچار کرے گی درحقیقت مسیحیت اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اسلام خدا کی مرضی کی اتباع اور کمال حاصل کرنے کی کوشش کا نام ہے اسلام میں نہ تحکمانہ عقائد ہیں نہ رسوم و اوہام پائے جاتے ہیں۔ بلکہ نجاتِ اخروی حاصل کرنے کیلئے ایک مکمل دستور العمل موجود ہے جس کی بدولت انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی حاصل کر سکتا ہے اور نہ عقل کا انکار کرنا پڑتا ہے نہ جذباتِ فطری کے خلاف کوئی بات کرنی پڑتی ہے اور میں یقین نہیں کر سکتی کہ آج کوئی عقلمند آدمی ان حقائق سے چشم پوشی کر سکتا ہو اسلام کے معترضین اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی نام نہاد رسمی زندگی پر اعتراضات کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی برائیاں دراصل ان کی مادی اور سیاسی صورتِ حال کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے بہت پہلے اسلام کا مطالعہ کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ اندریں صورت نہ صرف میری زندگی پاکیزہ ہو جاتی بلکہ میں اپنی ملت کے لئے مفید ثابت ہو سکتی تھی۔

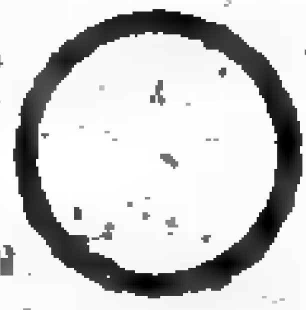
مصطفٰے کولی از گیمبیا

اسلام میں مساوات

۱۹۳۶ء کی گرما میں مجھے مسلمان ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے منیجر صاحب مجھے مسجد شریف جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے اس لئے "انتداد" کے دو ماہ بعد میری ملازمت چھوٹ گئی۔ والدہ صاحبہ اور دیگر عزیز احباب محسوس کرتے تھے کہ اسلام قبول کر کے میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ دو ماہ بعد میری بیوی مجھ سے الگ ہو گئی۔ یوں بے یار و مددگار اور تن تنہا رہ جانا میرے لئے آسان بات نہیں تھی۔ ایسی بے بسی اور افسردگی کے عالم میں جو حقیقی امر میری تسلی و تشفی اور طمانیت قلب کا باعث ہوا وہ یہ کہ خدائے عزوجل قادر مطلق ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہ خالق و مالک اور بے انتہا قدرتوں اور لامحدود طاقتوں کا حامل ہے الحاج خواجہ کمال الدین صاحبؒ اور مولانا محمد علی صاحبؒ کی کتابیں عام طور پر میری دلجوئی اور تالیف قلوب کا باعث ہوئیں اور وہ میرے استقلال و استحکام کا باعث بنی رہیں۔ رسول عربی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق میں اس ایمان پر قائم رہا کہ کائنات میں صرف ایک ہی ارفع و اعلےٰ ہستی ہے۔ جو برحق ہے اور ازلی اور ابدی ہے۔

کوئی شخص میری تکالیف کا اندازہ تو کرے۔ کہ مجھے گھر بار چھوڑنا پڑا۔ اپنے بیگانے ہو گئے۔ عزیزوں نے منہ موڑ لیا احباب کنارہ کش ہو گئے۔ مصیبتوں کا پہاڑ تھا جو مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ میری زبوں حالی دیدنی تھی۔ میری حالت ایسے غریب الوطن کی تھی جو انجانی راہوں میں بھٹک رہا ہو۔ اور کوئی اس کا پرسان حال نہ ہو۔ اس بے کسی اور بے بسی کے وقت میری تسکین روح کی باعث یہ لازوال حقیقت تھی کہ اسلام میں اعلےٰ ادنیٰ۔ چھوٹے بڑے سب یکساں اور برابر ہیں۔ اس دن سے میں اس دین متین کا بڑی باقاعدگی سے مطالعہ اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرتا رہا ہوں آج میں اس برحق دین

کا پیرو اور متبع کہلا کر بے حد خوش ہوں۔ اور فخر محسوس کرتا ہوں۔ اور اپنی عادات واطوار کے لحاظ سے بفضلہٖ تعالیٰ ایک بہتر انسان ، ایک معزز شہری اور ایک سچا مسلمان ہوں۔ میرے دل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی بہت قدر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو۔ جو جہالت کی تاریکیوں میں اب تک بھٹک رہے ہیں ہدایت کا نور دکھائے۔



"میرا آبائی مذہب مسیحیت تھا اور ایک مسیحی کی حیثیت میں مجھے ہمیشہ یہی بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے حامیوں نے اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا ہے۔ مجھے عیسائی مذہب کے تحت یہ بھی بتایا گیا کہ اسلام نے جب تلوار کے ذریعہ مذہب کو پھیلایا تو اس نے بہت سے لوگوں کو غلام بنالیا اور اس طرح مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اسلام غلامی کا محرک ہے لیکن جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسلام کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈا تھا۔ دراصل اسلام اخلاق کا حامل ہے۔ اس نے اخلاق وکردار کی بلندی سے اسلام کو رائج کیا ہے۔ اور اسلام نے غلامی کو ختم کیا ہے۔ اسلامی مساوات میں غلامی اور آقائی میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اسلام کی انہی خوبیوں کے پیشِ نظر میں نے اسلام قبول کیا۔"

(ٹی یو۔ ڈینئل۔ بلجیم)

جان فیشر از انگلستان

اسلام میں رواداری

مجھ ایسے ایک مغربی دل و دماغ رکھنے والے کے لئے اسلام کی سب سے زیادہ متاثر کرنے والی چیز اس کی سادگی ہے۔ اور بھی دو ایک مذہب ایسے ہیں جو ایسے ہی آسان اور سیدھے سادے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان میں اعلیٰ جذبات کی قوت اور وہ روحانی اور اخلاقی بلندی نہیں پائی جاتی جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اسلام کی حد درجہ سادگی جذباتی لوگوں یا ہسٹریکل عورتوں کو اپیل نہیں کر سکتی۔ ایسے لوگوں کے لئے دوسرے مذاہب میں کافی گنجائش ہے۔ وہ لوگ صرف انہی جگہوں پر اور ایسے طریقوں سے ہی تسلی حاصل کر سکتے ہیں جہاں شاندار رنگ و روغن آنکھوں کی مسرت کا موجب ہو۔ اچھے اچھے بھجنوں اور گیتوں سے کان لطف اندوز ہوں۔ اور پھولوں سے لدے ہوئے منبروں اور دلنشیں مناظر سے دل بہل جائیں۔ کیونکہ ان چیزوں میں دماغ کو اپیل کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

اس کے برعکس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کس قدر بلند ہے کہ "علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں تمہیں ملے"۔

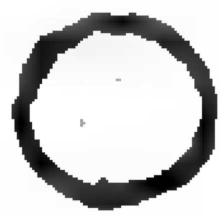
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر سے واقف تھے کہ گناہ انسان کی عقل و خرد کو ضائع کر دیتا ہے۔

اسلام اپنی رواداری کی وجہ سے بھی دلوں کو اپیل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاؤ اور ان کی عزت کرو۔ یسوع مسیح انہی نبیوں میں شامل ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ مسیحیت کی نا رواداری ہی تھی جس نے اسلام کی طرف پہلے پہل مجھے متوجہ کیا۔ جب میں لڑکا ہی تھا ایک مشنری کے لیکچر میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا اور بعض مقررین کا میرے دل پر بہت اثر ہوا جو تو تخواہ مسلمانوں میں

وہ چکے تھے۔ جب اس کے چند سال بعد مجھے ایک اسلامی مبلغ کا لیکچر سننے کا اتفاق ہوا تو اس کے اس حیرت انگیز تحمل اور بردباری کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا جو ان لوگوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے مقابلہ میں اس نے اختیار کی ہوئی تھی جو اس "نام نہاد کافر" کی سرزنش کے لئے اپنے جلسے کو چھوڑ کر آ جمع ہوئے تھے۔ اس کے الفاظ نے مجھ پر بہت اثر کیا اور میرے پکے مسیحی معتقدات کو بالکل متزلزل کر دیا۔ کئی موقعوں پر عیسائی پادریوں سے بعض سوالات کرنے پر یہ جواب ملا "میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا مگر تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا چاہیئے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے ایمان جڑ پکڑتا ہے"۔ اسلام اس سے کس قدر مختلف ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا سوال نہیں جس کا جواب نہ دیا جا سکتا ہو۔ گوئٹے نے قرآن پڑھنے کے بعد کہا تھا:۔

"اگر اسلام یہی ہے تو ہم میں سے ہر سوچ بچار رکھنے والا
آدمی فی الحقیقت مسلمان ہے"۔

کلیسا موجودہ زمانے کے جن سوالات کو حل کرنے سے ناقابل ہے۔ صرف اسلام ہی ان کا حل پیش کرتا ہے۔



"جب عیسائیت کے بہت سے عقائد و مسائل سے میرا اطمینان قلب نہ ہوا تو میں نے قرآن پاک کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اس میں مجھے اسلام ایک متبرک۔ پاکیزہ اور ربی نوع انسان کے لئے نافع۔ کامل و جامع مذہب نظر آیا۔ اور یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو گئی۔ کہ اسلام میں نجات کسی ابن اللہ کی قربانی کی منت کش نہیں بلکہ ہر ایک متنفس کا نیک و بد فعل اسکے اپنے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک شخص کی نجات اس کے اپنے ہی افعال سے وابستہ ہے"

—— جیو۔ ٹی۔ ٹائیلر

جے۔ ڈبلیو۔ بی۔ فارمر

اسلام کی نمایاں خصوصیت

انہی دنوں میرے ایک دوست نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں اسلام کی طرف کیوں مائل ہوا ہوں۔ میں نے انہیں تین وجوہات بتائی تھیں :۔

اوّل :۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو دازہائے سربستہ، بھول بھلیوں اور توہمات غیرہ سے کُلی آزاد ہے۔ اس کی تعلیمات بڑی سیدھی سادی اور آسان ہیں۔ اس میں بعید از عقل اور غیر معقول بات کوئی نہیں پائی جاتی اور دینی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے بالکل مبرا ہے۔

دوئم :۔ اسلام حقائق اور صداقتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور فطرت کے بنیادی قوانین پر پورا اترتا تھا۔ اس کے نزدیک سائنس اور مذہب میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ اسے اعتراف ہے کہ مذہب ـــــ جو تقویٰ طہارت اور کامران زندگی کی سائنس ہے ـــــ سب سائنسوں سے بڑا ہے۔

سوئم :۔ انسان کی دنیاوی نقل و حرکت کے تمام شعبوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے بمسئلہ خواہ معاشرتی ہو یا مدنی، عسکری ہو یا اقتصادی۔ ان سب کی رہنمائی کرتا ہے۔ عہد سے لحد تک جو کچھ بھی انسان نے کرنا ہے اس کو اعتدال کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ دنیاوی تقاضوں پر بحث کرتا ہے۔ اور دنیا جہان کے انسانوں کے لئے عالمگیر مذہب ہے ۔

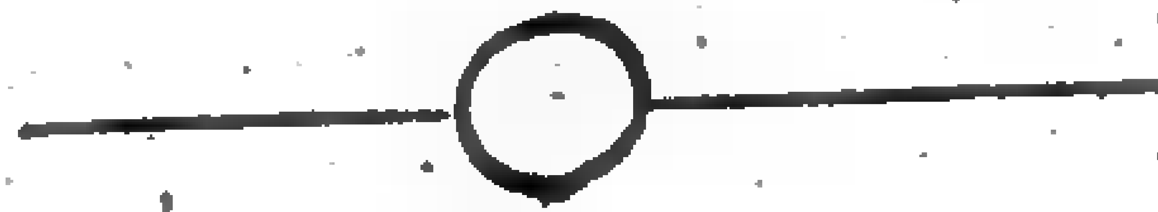


"اسلام کی معقولیت اور جمہوریت سے میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں" ـــــ عمر ارنسٹ

جے۔ایل۔بیٹسم از انگلستان

پادری سے مولوی

میرے والد کٹر کیتھولک تھے۔ وہ مجھے پادری بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے میری تربیت شروع ہی سے پکّے کیتھولک کی حیثیت سے کی تھی۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ مجھے مشرقِ بعید کے مُلک جاوا میں لے گئے۔ تاکہ بچشمِ خود میں جائزہ لوں کہ مسلمان کس خلوص اور کس جاں نثاری اور وفاداری کے ساتھ اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھیں کھُل گئیں۔ مسلمانوں کے خلاف تو ہمارے مذہبی رہبروں نے ہمارے کان بھر رکھے تھے۔ وہ ان کو ملحد، مشرک اور کافر سمجھتے تھے۔ انہوں نے غلط بیانی اور دنیا دارانہ رویّہ سے کام لے کر ہمارے سامنے اسلام کو نفرت انگیز اور نفرت آفرین مذہب کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ مگر یہاں آکر کچھ اور ہی رنگ دیکھا معلوم ہوا کہ ہمارے مذہبی ٹھیکیداروں نے جو ہمیں پٹی پڑھائی تھی وہ حقیقتوں کے سراسر خلاف تھی۔ قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ جس مذہب کا داعی ہے وہی میرا اپنا مذہب ہے میں نے یہ مذہب قبول کر لیا۔ اور اپنی خدمات اس کے لئے وقف کر دیں۔



دین میں کوئی جبر نہیں۔ اسلام ازلی۔ کامل اور برحق دین ہے۔

(ایم کے۔ کول۔ انگلستان)

فیصل ڈبلیو ویجیز ا زھالینڈ

عیسائیت سے اِسلام کی طرف

۱۹۵۲ء کی جنوری میں میں نے مختلف وجوہ کی بناء پر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں دوسری جنگ عظیم کے دوران میں سن تمیز کو پہنچ چکا تھا۔ ۱۹۴۵ء کے بعد مجھے ذہنی پریشانی لاحق ہو گئی اس پریشانی میں موجودہ یورپ کے کثیر نوجوان بھی مبتلا ہیں۔ میں رومن کیتھولک چرچ کا رکن تھا مگر اپنے آپ کو ایک سچا مسیحی کہنے کی کبھی جرأت نہیں کی تھی۔ مجھ میں ایک بے آہنگی پیدا ہو گئی تھی۔ جو میری سوچ بچار اور میرے راسخ عقائد کے مابین جن پر بحیثیت عیسائی ہر کسی کو ایمان لانا پڑتا ہے مستقل تضاد و تناقض کا نتیجہ تھی۔

ہمہ گیر دلچسپیوں اور حقیقی مذاہب کی مسلسل تلاش و جستجو کے تحت میں نے اسلام کا مطالعہ کیا قرآن حکیم کا ارشاد ہے "کوئی قوم ایسی نہیں گذری کہ جس میں ہم نے اپنا نذیر نہ بھیجا ہو"۔ اس آیت کریمہ نے مجھ پر گہرا اثر چھوڑا۔ دیگر تمام مذاہب عالم پر اسلام کی عالمگیری کا یہ ایک ثبوت ہے۔

اس قسم کی غیر متشدد تعلیم جو ہمیں غیر اقوام کے پیغمبروں کی تعلیمات کی عزت و قدر کرنے کی تلقین کرتی ہو، کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی جانا پڑے۔ مجھے اسلام کی عالمگیر وسعت کی سمجھ آگئی ہے یہ وسعت عیسائی گرجوں کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اسلام کے دقیق اور وسیع مطالعہ سے یہ مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ اسلام ــــ مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور قانونی ضابطوں کا مرقع ہے۔

محمد الگزنڈر رسل ویب یو ایس اے

چراغِ زندگی

آپ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے۔ کہ میں نے زندگی میں اسلام کو اپنے رہبر کی حیثیت سے کیوں اپنایا ہے۔ میں بلا توقف اور سچ سچ یہ جواب دیتا ہوں کہ اس مذہب کو قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے طویل اور دقیق مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام بہترین اور واحد نظام ہے جو انسانیت کی روحانی احتیاجات کیلئے اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا مذہبی نظام روحانیت کے سلوک میں مؤثر و معاون نہیں ہو سکتا۔

جب میں بیس سال کا ہوا اور عملاً خود کار اور خود مختار ہو گیا تو میں چرچ کی قید و بند اور بے حسی سے اس قدر اکتا گیا تھا کہ میں اس سے دور ہو گیا اور پھر کبھی اس کی طرف رجوع نہیں کیا۔ خوش قسمتی سے میں نے تحقیق و تفتیش کا جذبہ پایا تھا میں ہر شئے کے لئے دلیل چاہتا تھا میں نے دیکھا کہ عامی اور پادری اس مذہب کی معقول توضیح نہیں کر سکتے تھے بلکہ وہ مجھے بتاتے کہ اس قسم کی چیزیں سربستہ راز ہیں اور فہم و ادراک سے بالاتر ہیں تقریباً بارہ سال پہلے مجھے مشرقی مذاہب کی تعلیم و مطالعہ کا شوق چرایا۔ میری لاک، کینٹ، ہیگل، فچٹے، ہگزلے، اور دوسرے بہت سے عالم مصنفین سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ روح اور مادہ کے متعلق حکیمانہ بحث و تحمیص کی مگر کوئی بھی نہ بتلا سکا کہ روح کیا ہے۔ کہاں سے آئی ہے۔ مرنے کے بعد روح کا حشر کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے آپ پر یہ بات واضح کرنے کے لئے بالوضاحت لکھ دیا ہے کہ میرا قبول اسلام گمراہ جذبات، اندھی خوش اعتقادی یا فوری ہیجان کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ دیانتداری، خلوص، مسلسل بے لاگ مطالعہ، تحقیق و تفتیش اور حق طلبی

کی زبردست خواہش کا نتیجہ ہے۔

اسلام کے حقیقی مذہب کا نچوڑ رضا الٰہی کی فرمانبرداری ہے اور اس کا بنیادی رکن نماز ہے یہ مذہب عالمگیر اخوت و مساوات۔ ہمہ گیر موافقت و یگانگت اور وسیع المشربی اور کریم النفسی کی تعلیم دیتا ہے۔ صفائی قلب، پاکی عمل، پاکیزگی لسان اور طہارت جسم پر زور دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کو سادہ ترین اور عملی یا اخلاقی لحاظ سے نہایت سربلند کرنیوالی راہ حیات سے واقفیت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔



"یہ معمہ حل طلب ہے۔ کہ رومن کیتھولک و پروٹسٹنٹ مذہب کے اکابر علماء اور ان کی دیگر جماعتیں کیوں اسلام کے متعلق غلط بیانیاں پھیلا کر اسے مجموعہ توہمات قرار دے رہی ہیں جبکہ وہ سب کے سب خود بھی قلط بندیوں۔ روایات و رسمیات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جن سے جلیبوں ھدی سے کہیں بڑھکر۔ گذشتہ تین ہزار سال کے صنم پرست مصر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ میں خوش ہوں کہ مجھے ان باطلیات سے بدرجہا بہتر و معقول چیز مل گئی ہے"

——— مس حلیمہ مارگیورایٹ لی

مس ای - اے ایم

قرآن کی فطری تعلیم

گذشتہ سال میں ایک پبلک مارکیٹ میں ایک کتابوں کی دُکان پر دو ایک افسانوں کی کتابیں خریدنے کے لیئے ٹھہر گئی۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ دو نوجوان ایک کتاب پر ہنستے اور تحول اُڑا رہے تھے۔ آپ میری حیرانی اور استعجاب کا خیال کیجئے جو مجھے اس وقت ہوئی جب مَیں نے ان میں سے ایک کو قرآن کریم کی آیت پڑھتے ہوئے سُنا۔ میں کوئی مذھبی عورت نہیں لیکن میرے ابا جان مشرق میں رہ چکے ہیں اور انکے ایک دوست الازہر میں تھے۔ بہرحال میرے باپ کے پاس ایک قرآن اور ایک تسبیح تھی اور وہ اس کی عزت کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا کہ مسلمان ان چیزوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں۔ اور جب اس کو چھونے بھی لگیں تو پہلے وضو کرتے اور اپنے آپ کو پاک کر لیتے ہیں۔ اس لئے اپنے باپ کی یاد تازہ کرنے کے لئے مَیں نے ان سے التجا کی کہ قرآن کا نسخہ مجھے دے دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ میں دکاندار کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ مجھے وہ کتاب دیدے۔ اس نے فوراً قیمت دُگنی کر دی۔ اس سے وہ نوجوان بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے اور میں دو شلنگ دے کر قرآن کی مالک بن گئی۔ صفائی کی بات یہ ہے کہ مجھے اس کی کوئی احتیاج نہ تھی براڈفورڈ میں اسلام کے کوئی متبعین مجھے نظر نہیں آئے۔ ورنہ مَیں اس وقت انہیں یہ کتاب دے دیتی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں دل کی بیماری سے علیل ہو گئی اور مجھے اپنا کام ترک کرنا پڑا۔ اس کے بعد بے خوابی کا مرض لاحق ہو گیا۔ جس کی وجہ سے رات کے طویل گھنٹوں کو گذارنے کے لئے میں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ پہلی مرتبہ جب میں نے پڑھا تو مجھے مذھبی روشنی میں اس سے کچھ یاد

دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ میرے اس بیان سے ممکن ہے کہ آپ کو تکلیف ہو لیکن تو دہ اپنے اور آپ کے سامنے سچائی پیش کرنے کے لئے میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو واقعات کو ٹھیک ٹھیک بیان کردوں :

تاریخی واقعات جو اس میں بیان کئے گئے ہیں دلچسپ ہیں - اور بائبل کی وہ کہانیاں بھی جو میں نے بچپن میں سنی تھیں پہلے پہل میری دلچسپی کا موجب ہوئیں۔ کفّار کی قسمت کے متعلق جو تحدیدی بیانات ہیں، ان سے میں محظوظ ہوئی۔ نبی کریمؐ نے عورت کو جو دوسرے درجہ پر رکھا ہے وہ مجھے بہت پسند آیا۔ طلاق کی آسانی میری نفرت کا موجب تھی۔ لیکن بعدازاں میں نے دیکھا اور مجھے معلوم ہوا کہ مشرقی عورتیں ہم مغربی عورتوں سے بہت مختلف ہیں۔ ہم اپنے گھروں اور بچوں کے علاوہ تمام باتوں میں جو دنیا میں واقع ہوئی ہیں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔

بعدازاں میں نے بالاستیعاب اسکا مطالعہ کیا - اور ہر ایک لفظ میں دلچسپی لینی شروع کی یہاں تک کہ میں نے اس کتاب اور اس کی تعلیمات کی صداقت کو دیکھ لیا۔ یہاں ہم عیسائی اس کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم سب خدا کے بچے، اس کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ یہ ایک مذہبی اصطلاح ہے جس کے یہ معنی نہیں کہ خدا ہمارا حقیقی باپ ہے۔ یا تصوّر میں ایسا موجود ہے۔ لیکن چونکہ اس نے دنیا و مافیہا کو پیدا کیا ہے۔ اس لئے وہ ہم سب کا باپ ہے۔ جب اس نے مسیحؑ کو دنیا میں بھیجا تو انہوں نے یہ مذہبی اصطلاح استعمال کی "میرا باپ جو آسمان میں ہے" اب یہ اس دنیا میں عیسائیوں کے لئے مستقل غلطی کا موجب ہوگئی ہے۔ اور رومن کیتھولک تو اسے خدا کا بیٹا سمجھ کر پوجتے ہیں، پروٹسٹنٹ اگرچہ کسی قدر نرم ہیں لیکن فی الحقیقت کام وہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا میں مذہبی عورت نہ تھی۔ کسی خاص فرقہ یا مسیحیت کی شاخ یا کسی اور مذہب میں شامل ہونے کی تکلیف اپنے آپ کو کبھی نہیں دی۔ میں کس قدر اپنے دل کو اس بات پر شکریہ سے لبریز پاتی ہوں کہ جس مذہب پر میرا ایمان ہے وہ ایک اسلام ہی ہے ایک ہی دعا، جو میں جانتی ہوں، وہ صبح کے وقت کی دعا ہے یعنی قرآن کریم کی پہلی سورت۔ میں جانتی ہوں

کہ کل پانچ نمازیں ہیں۔

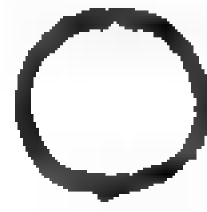
قرآن کریم کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ نماز سے پہلے مجھے وضو کرنا چاہیئے۔ میں ایسا ہی کرتی ہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق خیرات کرنی چاہیئے۔ میں ہمیشہ کرتی ہوں میں نے کبھی خنزیر کا گوشت نہ لیا نہ چھُوا اور نہ کھایا ہے۔ اس لئے نہیں کہ یہاں کھایا نہیں جاتا۔ وہ تو ہر روز انگلستان میں بکتا ہے بلکہ اس لئے کہ میرے ابا جان نے بچپن ہی میں مجھے بتایا کہ وہ ناپاک ہوتا ہے انہوں نے مجھے سکھایا کہ مسیح نے آدمیوں میں سے جن نکالے اور وہ سُوروں کے گلے میں داخل ہو گئے۔

کسی خارجی ذریعہ سے کوئی ایسی امداد مجھے نہیں ملی جس سے ایک سچے ایماندار کی طرز زندگی مجھے معلوم ہو جاتی۔ کیونکہ اس شہر میں کوئی ایسا آدمی مجھے معلوم نہیں جو اس سچے مذہب کو مانتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں لکھ رہی ہوں میں ایک فریادی کی حیثیت سے آئی ہوں۔ ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو سچائی اور روشنی کی تلاش میں ہو میں جانتی ہوں کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے آنے اور اس کے ساتھ تحفظ مذہب، توحید الٰہی اور ایک ہی خداوند کی عظمت وجلال کی خاطر لڑنے سے پہلے بہت سی ایسی باتیں ہوں گی جن کا جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا میرے لئے ضروری ہے۔

مجھے اللہ تعالےٰ کی بعض صفات ازبر یاد ہیں۔ کیونکہ میں اپنے مرحوم والد کو بار بار دہراتے ہوئے انہیں سن چکی ہوں۔ ۹۵ ویں صفت یہ ہے "اے زندگی بخشنے والے۔ اے موت دینے والے یا حیّ، یا قیوم، اے سرچشمۂ معلومات، اے وہ جو تمام اعزازات کے لائق ہے اور اے وہ جو ایک ہی ہے۔" میں اپنے ابا کے پاس تھی جب وہ مر رہا تھا۔ اس نے اپنی تسبیح کو توڑ دیا اور کہا اللہ اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کوئی طاقت اور قوت خدا کے سوا نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ خدا ہی کے ہم ہیں اور خدا کی طرف ہی جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ضرور اپنے دل میں پڑھ رہے ہوں گے۔ وہ آخری دعا سے پہلے نہایت سکون سے لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے ان کو پھر لٹا دیا اور وہ فوت ہو گئے۔ میں نے اُن کا قرآن اور تسبیح ان کے ساتھ ہی دفن کر دی

کیونکہ ان سے انہیں بہت محبت تھی اس کا اہا سال تک مجھے افسوس اور رنج رہا۔

میرا خیال تھا کہ میرے باپ نے ایک غیر معروف مشرقی مذہب پر تواتر کے ساتھ عمل کرنے اور اس پر ایمان رکھنے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہونے کے حق کو زائل کر لیا ہے۔ سکول اور کلیسا میں مجھے یہی تعلیم دی گئی تھی کہ صرف مسیحیت ہی ایک سچا مذہب ہے۔ تمام دوسرے لوگ ملحد اور کافر ہیں۔ جب میں نے قرآن کو پڑھا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ میرا باپ ہولناک عذابوں سے بچ گیا ہے۔ اور کہ ہم دونوں روز قیامت ایک دوسرے کو ملیں گے ؂



"اسلام خالق و مخلوق کے درمیان رشتۂ امن
اتحاد قائم کرتا ہے۔ اسلام میں ربانی
احکام کی کامل انقیاد ہے۔ اور ان ربانی
احکام پر بندگانِ خدا سے نیک سلوک
کرنا ایک افضل ترین
نصب العین ہے اسلام عقل۔ فہم۔ ادراک
اور دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے۔"
(مولرس عبداللہ گارنر)

ولیم بشیر پکرڈ بی-اے (کنٹب) ایل ڈی لنڈن

قرآن سے عشق

حدیث نبویؐ کی رُو سے ہر بچہ فرمانبرداری کے قدرتی مذہب یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی اور مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اس لحاظ سے میں بھی بحیثیت مسلم پیدا ہوا ہوں مجھے بڑی مدت پہلے اس حقیقت کی بصیرت حاصل ہو چکی تھی۔ سکول اور کالج کے دوران گزرتے ہوئے لمحوں کے تت تئے تقاضوں اور متعلقہ لوازمات میں بہت بُری طرح گھرا رہا۔ اس دَور کو میں ترقی پذیر دَور کے سوا کوئی اہم اور روشن دَور نہیں سمجھتا۔ عیسائی ماحول سے میں نے اچھی زندگی کا سبق لیا تھا۔ خدا کا تصور، عبادت کا تصور اور نیکی کا تصور میرے لئے پسندیدہ تھا۔ اگر میں کسی چیز کی پرستش کرتا تھا تو وہ شرافتِ نفس اور اولوالعزمی تھی۔

کیمبرج سے فارغ ہو کر مجھے نائب السلطنت یوگنڈا کی انتظامیہ میں ملازمت مل گئی اس سلسلہ میں وسطِ افریقہ چلا گیا۔ یہاں کی زندگی انگلستان کی زندگی کے مقابلہ میں بڑی دلچسپ اور متحرک تھی اس زندگی کا میں نے کبھی خواب بھی نہ دیکھا تھا۔ حالات نے مجھے انسانوں کی سیاہ فام برادری میں رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان لوگوں کا زندگی کے بارے جو پُرلطف اور سیدھا سادہ نظریہ تھا اس وجہ سے میں ان میں دل وجان سے گھُل مل گیا تھا۔ مشرق سے مجھے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ کیمبرج میں مَیں نے الف لیلیٰ کی کتب پڑھیں۔ افریقہ کی تنہائی میں الف لیلیٰ پڑھی یوگنڈا میں نائب السلطنت کی پریشان سفری زندگی نے میری مشرق پسندی میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

اسی طرح بڑی پُرسکون زندگی گزر رہی تھی کہ پہلی جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ میں فوراً وطن واپس ہوا اور

بیمار ہوگیا صحت ہونے کے بعد میں نے فوج میں کمیشن کے لئے درخواست بھیجی مگر کمزوری صحت کی بناء پر مجھے موقعہ نہ مل سکا۔ کمیشن کا خیال چھوڑ کر جاں نثاری میں رسالدار بھرتی ہوگیا۔ فرانس میں مغربی سرحد پر ملازمت کے دوران ۱۹۱۷ء کی جنگ "سومے" میں شریک ہوا۔ زخمی ہونے پر جنگی قیدی کی حیثیت سے بلجیم کی راہ جرمنی پہنچکر ہسپتال میں داخل ہوگیا۔ یہاں پر میں نے مصیبت زدہ انسانوں کی بڑی ہولناک تباہی اور بربادی کا نظارہ دیکھا۔ شدید پیچش کی وبا سے روسیوں کی کثیر آبادی مر گل گئی تھی میری فاقوں پر نوبت آگئی تھی۔ میرے دائیں بازو کا زخم جلد مندمل نہ ہو سکا میرا وجود جرمنوں کے لئے بیکار محض تھا اس لئے مجھے علاج معالجے اور اپریشن کے لئے سوئٹزرلینڈ بھیجدیا گیا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ میں اس افراتفری اور نفسا نفسی کے زمانہ میں بھی قرآن کو نہیں بھولا تھا۔ قرآن کا تصور مجھے بڑا پیارا تھا میں نے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوانے کی خاطر میں نے اپنے گھر جرمنی میں خط لکھا۔ بعد ، معلوم ہوا کہ یہ نسخہ بھیجا گیا تھا مگر مجھے نہیں مل سکا۔

سوئٹزرلینڈ میں بازو اور ٹانگ کے اپریشن کے بعد مجھے افاقہ ہوگیا اور باہر ادھر ادھر چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ میں نے سیوری کے فرانسیسی ترجمۂ قرآن کا ایک نسخہ خریدا۔ آج یہ نسخہ میری عزیز ترین متاع میں سے ہے۔ اس کو پڑھ کر میں بڑا ہی محظوظ ہوا تھا۔ گویا ابدی سچائی کی ایک مبارک کرن تھی جس کے نور سے میرا دل منور ہوگیا تھا۔ میرا دایاں ہاتھ ابھی تک بیکار تھا۔ اس لئے میں نے بائیں ہاتھ سے قرآن شریف لکھنے کی مشق کی۔

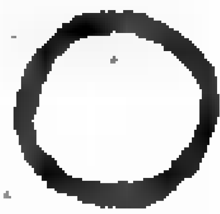
جب میں کہتا ہوں کہ داستان الف لیلیٰ میں سے سب سے زیادہ واضح اور عزیز ترین یادداشت میرے ذہن میں اس نوجوان کی ہے جسے مردوں کے شہر میں اس حالت میں تن تنہا زندہ پایا گیا تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو اس سے میرے عشق قرآن کی مزید شہادت ملتی ہے۔

ان دنوں سوئٹزرلینڈ میں میں پیچ خم کا مسلمان تھا۔ ہنگامی صلح پر دستخط ہونے کے بعد میں ۱۹۱۸ء

میں لندن واپس چلا آیا دو یا تین سال کے بعد ۱۹۲۲ء میں لندن یونیورسٹی میں ادبیات کے کورس میں داخلہ لے لیا۔ میرے مضامین میں سے ایک مضمون عربی بھی تھا۔ جس کی کلاس کنگس کالج میں لگتی تھی ایک دن یوں ہوا میرے عربی کے پروفیسر مرحوم جناب بلشاہ آف عراق نے عربی کے درس کے دوران قرآن کا ذکر چھیڑا اور کہا "آپ کا ایمان اس پر ہو یا نہ ہو" مگر آپ اس کو نہایت ہی دلچسپ اور مطالعہ کے لئے بڑی ہی عمدہ کتاب پائیں گے"۔ میں نے کہا مگر حضور! میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

اس بات سے میرے عربی کے استاد صاحب بڑے حیران ہوئے وہ میری طرف مائل ہو گئے۔ مختصر سی بات چیت کے بعد انہوں نے نوٹنگھم ہل گیٹ لندن پریسٹر ہاؤس اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ وہاں پہنچکر خواجہ کمال الدین صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ اس دن کے بعد میں پریسٹر ہاؤس کثرت سے آنے جانے لگا۔ ۱۹۲۲ء کے جشن سال نو پر میں نے اسلام کے زرین اصول "اتحاد" کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے ووکنگ تک سفر کیا اور کھلے بندوں مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

ڈیڑھ صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس وقت سے میں حتی المقدور علمی اور عملی طور پر اسلامی زندگی گزار رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت، حکمت و دانائی اور رحم و کرم بے انتہا ہے۔ افق کے پار علم کے میدان ہیں جن کا ہماری آنکھ احاطہ نہیں کر سکتی۔ زندگی کے سفر میں جو چیز ہمارے لئے ضروری ہے وہ اطاعت و فرمانبرداری کی قبا سر پر حمد و ثنا کی ٹوپی اور دلوں میں ایک ارفع اعلیٰ ذات کی محبت و الفت۔ الحمد للہ رب العالمین۔



"اسلام برحق دین ہے۔ اور انسانی دست برد سے پاک ہے۔"

—— جان اوکر ... انگلستان

محمد امان ہوبھم از جرمنی

اسلام بہترین ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے

مغربی لوگ کیوں اسلام قبول کرتے ہیں؟ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمیشہ حق کا بول بالا ہوتا ہے۔ اسلام کے بنیادی اصول ایسے معقول، فطری، مؤثر اور دلکش ہیں کہ ایک مخلص متلاشی حق اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً عقیدہ توحید کو ہی لیجئے۔ یہ انسان کا وقار کتنا بلند کرتا ہے۔ اور ہمیں توہم پرستی کی گرفت سے کس قدر آزاد کرتا ہے۔ یہ عقیدہ فطرتاً انسانی مساوات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی رُو سے کل انسانیت اسی ایک خالق کی مخلوق ہے اور ہم تمام اسی ایک آقا کے غلام ہیں۔ ایمان باللہ کا یہ عقیدہ جرمن لوگوں کے لئے خاص طور پر روحانی فیضان، بے خوف جرأت اور سکون و سلامتی کا باعث ہے۔

حیات بعد الموت کا اسلامی عقیدہ زندگی کا حقیقی مقصد واضح کرتا ہے۔ اس سے انسان زندگی کی قدروں سے صحیح طور پر واقف ہو جاتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے کہ دنیوی زندگی انسان کا آخری مطمح نظر نہیں ہے اس لئے وہ اس کے حصول کے لئے جدوجہد نہیں کرتا ہے بلکہ اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی اصلاح کے لئے تگ و دَو کرتا ہے جو اس کی حقیقی اور ابدی زندگی ہے۔ یوم حشر پر ایمان رکھنے سے انسان خود بخود برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔ بُرے کاموں سے وقتی طور پر تو فائدہ پہنچ جاتا ہے مگر صرف اور صرف نیک کام ہی ابدی نجات اور آخری زندگی کے آرام و سکون کا باعث ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو کوئی یوم الدین پر ایمان رکھتا ہے یعنی اس دن علیم و خبیر، عادل و غیر جانبدار اور حاضر و ناظر بادشاہ کے فیصلہ جزا سزا سے کوئی فرد و بشر بچ نہیں سکتا تو ہر کوئی شخص برائی

کرنے سے پہلے ایک بار ضرور سوچتا ہے کہ کروں یا نہ یہ باطنی تعرض، دنیا کی ہوشیار اور محتاط پولیس کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر اور مفید ہے۔

دوسری چیز جو دوسروں کو اسلام کی طرف کھینچتی ہے۔ مروت اور تحمل ہے۔ شب و روز کی نمازیں انسان کو باقاعدگی سکھاتی ہیں۔ ماہ رمضان کے روزے ضبط نفس کا سبق دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں اوصاف یعنی باقاعدگی اور ضبط نفس ایک نیک یا ایک بڑے آدمی کے نہایت اہم اوصاف ہوا کرتے ہیں۔

اسلام کی کامیابی کا جہاں تک تعلق اس کا باعث صرف وہ نظریہ ہے۔ جو کہ مسلمانوں کے اندر بلا جبر و اکراہ اخلاقی قدروں پر سختی سے عامل ہونے کا جذبہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو خدا تعالٰے اس کی تمام حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے وہ برائیوں سے بچا رہتا ہے۔ انسان قدرتی طور پر نیکی کی طرف مائل ہے اسلام دل و دماغ کو سکون و قرار بخشتا ہے۔ یہ سکون و قرار مغربی معاشرہ میں کلیتہً مفقود ہے۔ میں نے مختلف نظام ہائے حیات کے اندر زندگی گزاری ہے اور بہت سے نظریات کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے مگر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جتنا اسلام کا نظریۂ حیات مکمل ہے، اتنا کسی اور مذہب یا نظام کا نہیں ہے۔

اشتراکیت بڑی بڑی دلچسپیوں کے سامان رکھتی ہے۔ اسی طرح نازی ازم میں بھی بہت کشش ہے مگر ان میں سے کوئی بھی ہمارے لئے عزت و وقار کی زندگی کا کامل ضابطہ پیش نہیں کرتا صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو فطری اور کامل دستور حیات پیش کر سکتا ہے۔ اسی لئے سلیم الفطرت لوگ اسے قبول کرتے ہیں۔ اسلام نظریاتی نہیں عملی مذہب ہے اور انسانی زندگی کے ساتھ اس کا تعلق جزوی حیثیت سے نہیں بلکہ زندگی کے نشیب و فراز پر کلیتہً حاوی ہے اور اس کے تحت زندگی کے تقاضے منشاء الٰہی کے مطابق پورے کئے جاتے ہیں۔

تھامس ٹفنٹی بی اے۔کنٹب

چراغِ راہ

میرے جادۂ توحید پر گامزن ہونے کا سبب نہ تو قرآن کریم کا بنظر غائر مطالعہ ہے نہ اسلامی لٹریچر کی واقفیت، نہ اسلامی ممالک کا ذاتی تجربہ اور نہ کسی عزیز یا دوست کی وساطت و رہنمائی، بلکہ عہدنامہ عتیق کی روایات کے مطابق سن طفولیت میں ہی میرا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت محمد صلعم، رب عزوجل کے پیغمبر ہیں۔ اب میرا حافظہ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ پہلے پہل میں نے آنحضرت صلعم کا اسم مبارک کن حالات میں اور کیسے سُنا؟

یسوع مسیح اہل مغرب کے لئے رسول، ہادی اور رہنما بنکر تشریف لائے اور حضرت محمد صلعم نے اہل مشرق کو پیغام حق سنایا۔ بدیں وجہ مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق کے پیغمبر تسلیم کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا لازمی ہے۔ یہ تھا میرا عقیدہ جس پر میں کاربند رہا اور مجھے یہ بھی یقین تھا، کہ سچا اور حقیقی مذہب صرف اہل مشرق اور مشرق کے قرب و جوار کے لوگوں تک ہی محدود نہیں بلکہ دیگر اقوام جو ایک دوسرے سے دور افتادہ ممالک میں پڑی ہیں۔ یعنی شمالی امریکہ کے لوگ، ہندوستانی، یونانیوں کی مہم ساز اور شجاعت شخصیتیں جرمنی، اسکنڈنیویں اور تاریخ کے ابتدائی دور کے لوگ بھی شامل ہیں۔

مسیحیت میں پروٹسٹنٹ ازم کا آغاز ہی تفریق و انتشار کے منحوس دور سے ہوا۔ اور اس کی وجہ سے دیرینہ روایات اور پارینہ حکایات کی تحقیر و تذلیل ہوئی لہذا اسے بجائے اصلاحی دور کے بحرانی دور کے نام سے موسوم کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

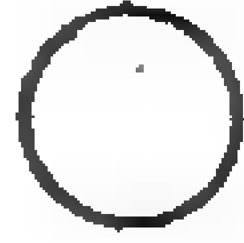
باوجود ان حقائق کے کہ پروٹسٹنٹ ازم کے بانی اور مسیحیت میں اصلاح کے علمبردار - لوتھر کے خیالات اسلامی تعلیم سے اثر پذیر اور اسلامی کتب کے مطالعہ کے مرہونِ منّت تھے اور انہی سے استفادہ کر کے اس نے مسیحیت کی اصلاح کے لئے کمر ہمت باندھی تھی لیکن وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف محاذ قائم کئے رہا - اور آنحضرت صلعم کو اس نے کبھی بھی سچا نبی اور برگزیدہ پیغمبر تسلیم نہیں کیا - میں محسوس کرتا تھا صرف مذہب اسلام ہی نہیں بلکہ اسلامی تہذیب بھی یورپ کی مسیحی تہذیب سے زیادہ بیدار مغز ہے اور یورپی عوام میں سے بہت سے لوگ اسلامی تنظیم کو فوقیت دیتے تھے اور یہ کہ وہ اس کی تقلید کرتے تھے

۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۰ء تک مجھے بعض مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا - اور میں یہ دیکھ کر بہت ہی متاثر ہوا کہ ان کو اپنے مذہب پر پورا بھروسہ اور اعتماد ہے - اور نئی یا پرانی، سماجی یا ذہنی، مذہبی یا علمی و فنی گویا ہر ایک قسم کی مشکلات کو حل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں - انہی حالات سے متاثر ہو کر میں نے ۱۹۴۲ء میں آہستہ آہستہ اسلامی کتب کا مطالعہ شروع کیا -

جوں جوں میں اسلامی کتب کا مطالعہ کرتا گیا مجھ پر یہ برابر افشا ہوتا گیا - کہ اسلام ایقان ایمان اور بہت ہی وسیع القلب تعلیم شجاعت اور اولو العزمی کا مذہب ہے اور اپنے اندر ایسی روایات رکھتا ہے جو دیگر اقوام کی روایات کے لئے مشعل راہ اور سیاست و بخشنے کا موجب ہیں - اور جس نے ہمیشہ حضرت مسیح علیہ السلام کو پیغمبر اسلام تسلیم کیا انہیں کلمۃ اللہ یا روح اللہ کے مقدس ناموں سے یاد کرنے کی تلقین فرمائی - جو در حقیقت وہی معنی رکھتا ہے جس کو اوائل میں ابن اللہ کی اصطلاح سے عیسائیت نے ظاہر کرنے کی کوشش کی - مجھے معلوم ہے کہ ابن اللہ کی اصطلاح مسلمانوں کے کانوں میں گراں گزرتی ہے - بہر حال اسلام نے ان اصطلاحوں کے اندر عیسائی متصوفین کے لئے کافی گنجائش چھوڑی ہے - ان حالات میں مسیحی اقوام کو اسلام میں داخل ہونے پر کیا اعتراض یا عذر ہو سکتا ہے ؟

اسلام کے ابتدائی اصولوں میں سب سے بڑا اصول تو مساوات اور اخوت نسلِ انسانی ہے۔ انہی حقائق کو انسان اسلام سے دور رہ کر بھی نمایاں طور پر دیکھ سکتا ہے - ماہِ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں مجھے امام صاحب مسجد ووکنگ سے ملنے کا اتفاق ہوا - اور میں ہی ملاقاتوں میں مجھ پر واضح ہو گیا - کہ اسلام سچا مذہب ہے - چنانچہ عید الضحٰے کی مبارک تقریب

پہ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو میں نے تثلیث کو خیر باد کہنے اور توحید کے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا اعلان کر دیا



"ایک پادری کی حیثیت سے مجھے دوسروں
کو ان باتوں کی تعلیم دینا پڑتی تھی جن کو
میں خود نہ سمجھتا تھا۔ اور میں دوسروں
کو ان باتوں کی ترغیب دیتا تھا جنہیں
میں خود دل سے تسلیم کرتا تھا۔ اس
کشمکش کے ماحول میں میرے ضمیر
نے مجھے تحقیق و تجسس پر ابھارا اور
دیگر مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد
آخر کار میں نے اسلام میں تمام
حقائق پا لیے اور مجھے تسلیم کرنا پڑا
کہ اسلام کامل مذہب ہے۔"

جیمز مرشی (انگلینڈ)

"میں اپنے آبا و اجداد کے مذہب عیسائیت پر تھا جب میں سن شعور کو پہنچا تو مجھے مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ اسی دوران مجھے اسلام اور دیگر مذاہب کے مطالعہ کا موقعہ بھی ملا۔ اسلام کی جن خوبیوں نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اسلام کی حسنِ عقیدت اور صداقت ہیں ان ہی سے متاثر ہو کر میں نے اسلام قبول کیا ہے۔" ایچ۔ جی۔ نیو

کونٹ ایڈورڈ ڈوگی ادیا۔ اطالیہ

اسلام میں عالمگیر مساوات

میرے دل پر بچپن ہی سے اسلامی تمدن بالخصوص مسلمانوں کی شاعری اور ان کے فن تعمیر کا بیحد اثر تھا اور میں اکثر یہ کہا کرتا تھا کہ جس قوم نے تہذیب و شائستگی کے ہر پہلو کو اسقدر اہمیت دی اور دنیا کے سامنے حسن و جمال کا ایک وسیع منظر پیش کیا ہے ضرور ہے کہ فلسفہ اور مذہب میں بھی اس کا درجہ نہایت بلند ہو۔

اسلام کے شوق میں میں نے جدید و قدیم مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ پھر ان کا ایک دوسرے سے مقابلہ اور تنقید و تمحیص کے بعد رفتہ رفتہ میرے دل میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور قرآن کریم میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی انسان کو اپنے روحانی ارتقار کے لئے ضرورت رہتی ہے۔

بد قسمتی سے میں نے قرآن پاک کا مطالعہ ترجموں کے ذریعہ کیا ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا خوب احساس ہے کہ عربی میں اس کا انداز بیان انتہائی حسین اور واضح ہوگا۔

میری پیدائش اگرچہ ایک کیتھولک گھر میں ہوئی تھی۔ لیکن اپنے والد کے زیر تربیت کیتھولک مذہب کے پیچیدہ اور سوفسطائیہ توہمات کو کبھی قبول نہیں کیا۔ جناب مسیحؑ نے اخوت انسانی کی پیشگوئی کی تھی اور کہا ہے کہ خدا کی نظر میں ہم سب انسان خواہ امیر ہوں یا غریب بلا تفریق و امتیاز یکساں درجہ رکھتے ہیں

لیکن جہاں آپ نے کسی کیتھولک گرجے میں قدم رکھا آپ دیکھیں گے کہ امیر و غریب کے درمیان کسقدر امتیازات قائم کئے گئے ہیں امرار صف اول میں قربان گاہ ہی کے قریب کھڑے مخملیں گدوں پر جھکتے ہیں غریب

بہت دور پیچھے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے لئے لکڑی کے سخت تختوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص کارڈینل سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہوگا کہ اپنی درخواست لکھ کر پیش کرے۔ بالعموم ان درخواستوں کو رد کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ کارڈینل اپنے آپ کو کلیسا کے شہزادے تصور کرتے ہیں۔ بھلا یسوع مسیح نے جس اخوت اور سادگی کی تعلیم دی ہے اس سے اس کا کیا تعلق ہے؟

یسوع مسیح کے ماننے والے سیدھے سادے اور غریب لوگ تھے مجھے یقین ہے کہ اگر اس وقت وہ پھر دنیا میں آجائیں اور جو لوگ بظاہر ان کے نام لیوا ہیں ان کے غرور اور شان امارت کے خلاف وعظ کہنا شروع کر دیں تو وہ بلا تامل ان کو صلیب یا اس قسم کی کسی نئی ایجاد پر کھینچ دیں گے!

پاپائے روم کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں مسیحؑ کا جانشین ہے۔ حالانکہ اس کی زندگی انتہائی امارت میں بسر ہوتی ہے۔ ارغوانی مخمل، ابریشم لیس اور سمور میں ملبوس۔ سر پر جواہرات کا ایک چمکتا ہوا تاج زیب کئے جناب پوپ ایک زریں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اور گرد بھڑکیلی وردیاں پہنے ان کے محافظین کھڑے ہیں ایک ساتھ ہی پادریوں کی جماعت شاندار کپڑے پہنے صف بستہ ہے۔ ہر شخص مؤدبانہ ان کے سامنے جھکتا ہے (میں نے کبھی سر اوراق خم نہیں کیا) معطر ہوائیں ہر طرف سے آرہی ہیں۔ یہ سب منظر بلاشبہ نہایت حسین اور ایک تماشے کی سی شان و شوکت رکھتے ہیں۔ لیکن ناممکن ہے کہ اس سے کوئی روحانی اثر مرتب ہو

کیتھولک رسم کے مطابق پوپ کی دست بوسی بلکہ بعض دفعہ پابوسی بھی کی جاتی ہے۔ کیا غرور نخوت کی اس سے بدتر مثال اور مل سکتی ہے کیا روما کے قدیم شہنشاہوں کی یہ تقلید جن کو خدائی کا دعویٰ تھا، غریب یسوعؑ سے کوئی مشابہت رکھتی ہے۔ جو ایک موٹی قمیض اور معمولی چادر اوڑھے برہنہ پا گھوما کرتا تھا۔ اس شرمناک تضاد کے متعلق ایک ذہین و فہیم انسان کیا رائے قائم کرے گا۔ روما کے کلیسائے سینٹ پیٹر میں کسی ولی کے اعزاز میں کوئی تقریب یا اس قسم کا کوئی اور تہوار قائم ہو اور آپ اس میں شریک ہونا چاہیں تو اس کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ اول آپ اس کے لئے ٹکٹ حاصل کریں۔ پھر آپ کے ٹکٹ کا جو نمبر ہے اسی نمبر کی نشست آپ کو دی جائے گی۔ بعینہٖ جیسے تھیٹر میں انتظام ہوتا ہے علیٰ ہٰذا گرجے کے اندر آپ کو متعدد گیلریاں ملیں گی جو روسا، امرا اور ارباب

سیاست اور دوسرے معززین کے لئے مخصوص ہوتی ہیں،

اس کے برعکس کسی مسجد کی سادگی اور خوبصورتی کا تصور کیجیئے۔ مکہ معظمہ کا حج اپنے اندر کسقدر شہریت رکھتا ہے۔ یہاں نہ غریب کا امتیاز ہے نہ دولت مند کا۔ خدا کے حضور سب برابر ہیں۔

اب میری انتہائی آرزو یہ ہے کہ میں کسی طرح زیارت کعبہ سے مشرف ہوں۔ میں اپنے لطیف خیالات میں اکثر تن تنہا صحرائے عرب میں کھڑا ہوتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریت کا یہ سمندر ہر طرف میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اور میں ہوں کہ بارگاہ الٰہی میں اکیلا حاضر ہوں۔ اس وقت میری مثال ایک ذرہ ریگ کی سی ہوتی ہے اور گویا دنیا کی تمام مکروہات مجھ سے دور ہیں۔ کواکب کی دنیا میرے سامنے ہے۔ تنہائی کا اثر میری ذات پر غالب آرہا ہے اور میرا دل قدرت خداوندی کے لامتناہی کرشموں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگتا ہے۔ اس وقت میری طبیعت بار بار اس خیال کی طرف متوجہ ہوتی ہے کہ جوں جوں علم وحکمت کے تعجب انگیز اور زبردست قوانین معلوم ہوتے جائیں گے۔ اسی اعتبار سے اللہ تعالےٰ کی غیر محدود قوت آشکارا ہوتی جائے گی۔ وہ دن کیسا ہوگا جب میں بغیر کسی تفریق و امتیاز کے اپنے مختلف اللون مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش خوش کھڑا ہوں گا اور پھر ان کی معیت میں مجھے بھی طواف کعبہ کی سعادت حاصل ہوگی!

اللہ تعالےٰ نے ایک ہی قسم کے انسان پیدا کئے ہیں، اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اپنے حال میں مطمئن رہے۔ مجھے سیاہ اور بھوری جلد بہت پسند ہے۔ جوں جوں آدمی اوپر کی طرف جاتا ہے بالوں کا رنگ کھل جاتا ہے اور جلد زرد ہونے لگتی ہے۔ خط استوا کیطرف بڑھتے جایئے تو جلد کا رنگ بھورا اور سیاہ ہونے لگتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بعض آفتاب کی شعاعوں کو جذب کرنے کا ہے۔ برف موت کی علامت ہے اور سورج زندگی کی۔ مجھے آفتاب سے محبت ہے۔ برف سے میں دور بھاگتا ہوں۔ انسان میں جو پاک ترین چیز ہے وہ اس کا ظاہر نہیں باطن ہے۔ کیا صدف کا رنگ بھورا نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر سے چمکتا ہوا اسفید موتی برآمد ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روح کی وہی مثال ہے جو موتی کی۔ میں بھورے اور سیاہ رنگ انسانوں کی تصویروں سے بہت لطف اندوز ہوتا ہوں اگر میری جلد کی رنگت بھی سیاہ ہوتی تو میں خوش ہوتا۔ یہ رنگ انسان کے لئے زیادہ موزوں ہے اور اگر ایک

دفعہ مجھے گرمائی ممالک کی طرف جانے کا موقعہ ملا جیسا کہ مجھے امید ہے کہ ضرور ملے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ میری رنگت بھی بھوری ہو جائے گی۔ بھوری بھوری جلدوں پر سفید پگڑیاں کس قدر خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ جب میں حاجی بن گیا اور میری جلد نے آفتاب کا اثر قبول کر لیا تو میں ایک نئی شبیہہ تیار کراؤں"

میرے مسلمان بھائی میرے انداز تحریر کو معاف فرمائیں۔ اس لئے کہ مصوری میرا شغلہ حیات ہے۔

بہر کیف میں اپنے اصلی موضوع کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ مجھے دن بدن یقین ہوتا گیا کہ دنیا کا کوئی مذہب دین اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا جس کو جبریلؑ نے حضرت محمد صلعم کی طرف وحی کیا تھا۔ لیکن ایک ایسا مذہب قبول کرنے سے پہلے جو اس کے آبائی اور اس کے احباب اور اہل وطن کے مذہب سے مختلف ہو اپنے آپ پر پورا قابو رکھنا ضروری ہے حتیٰ کہ طبیعت خود بخود توفیق پا کر اس کے اعلان پر مجبور ہو جائے۔ جب تک صداقت کی روشنی سے ہمارا دل منور نہ ہو۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کوئی بہرہ نہیں مل سکتا۔ میں اسی موقعہ کا منتظر تھا۔

آخر وہ وقت بھی آ گیا۔ جب کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا۔ ایک رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ اور دفعتاً بیدار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ میں ایک متلاطم سمندر میں اپنی جان بچانے کے لئے موجوں سے لڑ رہا ہوں۔ اور بڑی مصیبتوں کے ساتھ ساحل تک پہنچا ہوں اسوقت میں نے ایک آواز سنی جو سمندر کے شور سے بھی زیادہ تیز تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "تجھ کو غرق ہونے سے کس نے بچایا! تجھے اپنے ایمان کے قرار سے کیوں تامل ہے؟"

اس کے تھوڑی دیر کے بعد میں حاجی علی رضا صاحب کے پاس گیا اور ان کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ حاجی صاحب نے حسب معمول نہایت خلوص اور وسعت قلب سے مجھے نماز اور بعض دوسرے مسائل سکھائے۔ اس طرح میں باقاعدہ مسلمان بن گیا۔

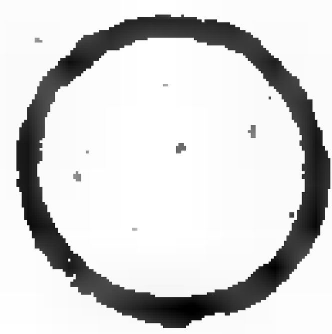
اب مجھے اس کا مطلق خدشہ نہیں کہ میرے کیتھولک دوست مجھ سے الگ ہو جائیں گے جیسا کہ ان میں سے بعض نے کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کو کھو کر مجھے ایک ایک کیتھولک دوست کی بجائے دس دس مسلمان دوست ملیں گے۔

جب سے میں نے اسلامی محفلوں میں شریک ہونا شروع کیا ہے مجھے محسوس ہونے لگا کہ اگر میں نے اسلام قبول

کرلیا تو اس کے نتائج کیا ہونگے۔ اب جو میں نے علانیہ اس امر کا اقرار کرلیا ہے اور مسجد ووکنگ سے واپس آیا ہوں۔ تو ہر طرف سے میری مخالفت شروع ہے کہ مسجد ووکنگ میں ادائیگی نماز کے بہت تھوڑے دنوں بعد مجھے موت کی دھمکی دی گئی۔ لیکن میں ایسی دھمکی پر ہنستا ہوں۔ اس لئے کہ جب میں اللہ تعالٰے کی پناہ میں آگیا ہوں۔ تو مجھے یقین ہے کہ دنیا کی کوئی قوت میرا بال بیکا نہیں کرسکتی۔ مجھے توقع ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک میرا یہی عمل رہے گا۔ اور اس وقت بھی اس کی بے شمار نعمتوں کا شکریہ اور بالخصوص اس جمال پسند طبیعت کا جو اس نے مجھے عطا کی ہے میری زبان پر ہوگا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ قدرت الٰہی کا لاثانی حسن میرے سامنے ہے اور میرا موقلم ہر اس چیز کی تعریف پر آمادہ ہو جاتا ہے جو اللہ تعالٰے نے اپنے کمال شفقت سے اس لئے پیدا کی ہے کہ اس کو دیکھ کر انسان کی روح جذبۂ مسرت سے لبریز ہو جائے۔

مجھے امید ہے کہ توفیق الٰہی سے مجھے عنقریب یہ مسرت بھی حاصل ہوگی کہ میری آنکھیں لندن کے عین وسط میں اس مسجد کو دیکھ سکیں۔ جس کا نقشہ ہمارے نوجوان دوست شیخ عبدالحمید صاحب نے تیار کیا ہے۔ یہ ایک خالص اسلامی روح کا ہی کام تھا۔ کہ اس قسم کے نقشے کا تصور شیخ صاحب کے ذہن میں قائم ہوتا۔ اور اس کی تعمیر کا حق بھی مسلمانوں ہی کو پہنچتا ہے۔

تعریف ہے اللہ کی بادشاہوں کے بادشاہ اور ہر شے کے خالق کی؀



"اسلام کی سادہ فطرت تعلیمات قرآن کریم کے بغور مطالعہ کا باعث ہوئیں اور انہیں فطری اور عقلی پاکر میں نے اسلام قبول کرلیا"

——— جے۔ عمر۔ لیٹر

جناب عمر ہنزاردٹ

اسلام کی فکری اور عملی تعلیم

دس سال کے طویل عرصہ تک میں شکوک وشبہات اور یاس وناامیدی کے بیابان میں بھٹکتا رہا۔ آخرکار میں نے اسلام کی حقیقی راحت وروشنی کو پالیا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مجھے عظیم الشان اسلامی برادری کا رکن بننے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ اسلام عالمگیر مذہب ہے جس نے اپنے ان بلند نظریوں کو جو اخوت ومساوات انسانی سے تعلق رکھتے ہیں تیرہ سو سال سے زائد عرصہ تک عمل میں لاکر ان کی صداقت کو واضح کر دیا۔ بحالیکہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں نے صرف نظریاتی تعلیم دی ہے۔ اور انہیں عمل میں لانے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ علاوہ ازیں وہ سادہ ایمان جو اسلام میں خدائے واحد اور اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پایا جاتا ہے اور ان کی وہ پاک تعلیم جو نسلِ انسانی کی اخلاقی، مادی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے تمام سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ تمام دوسرے بانیان مذہب کی تعلیمات سے بلند تر درجہ رکھتی ہے۔

میں جزائر غرب الہند کے شہر بار بدوس میں پیدا ہوا اور ایک مذہبی خاندان میں میری تربیت ہوئی۔ میں بائبل کے مطالعہ کا بہت شوقین تھا۔ اتوار کے سکول کا طالب علم تھا۔ اپنے والدین کی خواہش پوری کرنے کے لئے میں نے مقامی واعظ بننے کے لئے تعلیم حاصل کی اور بعض اوقات انجیل پر مجھے تقریر بھی کرنا پڑتی تھی۔ لیکن جب میرے سکول کی تعلیم کا زمانہ ختم ہونے والا تھا تو میں ملحد ہو گیا اور مسیحیت کی تعلیم سے بالکل متنفر ہو گیا۔ اگرچہ جن اصول وعقائد کی تعلیم مسیحؑ نے دی ہے وہ فی الحقیقت بہت بلند درجہ رکھتے تھے اور مجھے متاثر کرنے والے تھے۔ لیکن جس چیز نے مجھے متنفر کیا وہ تھا بڑا اسکول جو رنگدار اقوام کی خاطر ہی کھلا رکھا جاتا تھا۔ میں حیران تھا کہ آیا یسوع مسیحؑ دنیا کی صرف سفید اقوام کی خاطر ہی صلیب پر قربان ہوگئے

ہیں. شکوک و شبہات اور مایوسی کا شکار ہو کر میں نے اسکول چھوڑ دیا اور لارڈ کیلون کے جہاز میں ملازمت اختیار کر کے دنیا کے گرد چکر لگانا شروع کیا۔ اسی طریق پر مختلف اقوام سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور ان کے حالات اور معتقدات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔

چنانچہ مجھے ہر قسم کے لوگوں سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ سویڈن کے ایک باشندہ سے بیونس ایرز میں میری ملاقات ہوئی۔ جتنا اس نے مجھے متاثر کیا اور کسی دوسرے شخص نے اتنا اثر نہیں ڈالا۔ وہ چھبیس سالہ خوبصورت نوجوان تھا۔ ایک دن ہمارے عملہ جہاز کے آدمی بندرگاہ پر باہر سیر کر رہے تھے اس دلچسپ آدمی نے جس کے متعلق مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک جہاز کا جو بندرگاہ میں کھڑا ہے چیف افسر ہے" ان پیارے الفاظ میں ہمیں مخاطب کیا " لڑکو کیا حال ہے " اس آدمی کی شفقت اور دلی محبت و پیار نے ہمیں یہاں تک گرویدہ کیا کہ ہم ٹھہر گئے اور باہمی تعارف کے بعد اس کے ساتھ بات چیت میں مشغول ہو گئے۔ اس نے ہمیں اپنے پاس بلایا اور جب ہم اس کے کیبن کے پاس پہنچے تو اس نے دروازہ کھول کر کہا " بھائی اندر آ جاؤ "

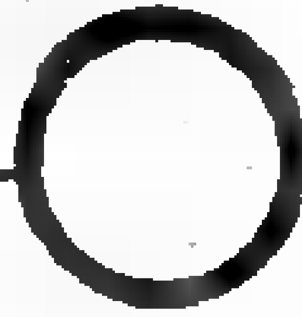
ہم سب کے سب اس کے برادرانہ سلوک پر حیرت زدہ تھے۔ اور میں نے سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے انتظار کیا کہ بڑے پہلے قدم اٹھائیں چونکہ دوسرے بظاہر بہت ہی شرمیلے تھے۔ اس لئے جرأت کی اور اپنے میزبان سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ دوسرے سفید لوگوں سے جن سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بہت ہی مختلف طبیعت رکھتے ہیں اس نے پیار سے جواب دیا۔ ہاں میرے بچے! میں دوسروں سے مختلف طبیعت رکھتا ہوں، کیونکہ میرا تعلق سب سے بڑی برادری سے ہے "؟ " وہ کونسی برادری ہے؟ " میں نے دریافت کیا اس نے کہا " یہ ایک اور صرف ایک ہی برادری ہے جو خدا کی تمام مخلوقات کو ایک ہی عظیم الشان عالمگیر خاندان سے متعلق سمجھتی ہے اور ذات و نسل اور رنگ وغیرہ کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی یہ ایک ایسی برادری ہے جو دوسروں کو اوپر اٹھانے اور پیغمبر خدا کی صحیح تعلیمات کو پھیلانے کی کوشش کرتی ہے " " اوہو " میں نے کہا " آپ کس پیغمبر کو مانتے ہیں " ؟ اس نے جواب دیا " ہاں ! اور کسی دن تم بھی مان جاؤ گے " یہ کس طرح آپ کہتے ہیں ؟ میں نے پوچھا۔ اس نے کہا " تمہارا خمیر اس مادہ سے بنایا گیا ہے اور بہت سالوں کے بعد تم مجھے یاد کرو گے " پھر میرے ساتھیوں سے متوجہ ہو کر اس نے کہا " بچو آؤ کچھ کھا پی لیں " چنانچہ ہم قہوہ اور کیک سے

محظوظ ہوئے اور نہایت گرمجوشی سے اُسے الوداع کہہ کر چلے آئے۔ دوسرے دن صبح ہی ان کا جہاز نیویارک روانہ ہو گیا اور اس کے بعد مجھے اس شخص کی ملاقات بھی نصیب نہیں ہوئی لیکن اس خوشگوار اور دلچسپ گفتگو کو کبھی بھول نہیں سکتا، اب میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک سچا مسلمان تھا۔

مختلف ممالک کے سفر میں میں نے مختلف لوگوں اور ان کے مذاہب کا مطالعہ جاری رکھا۔ اور جب مشرق میں گیا تو مجھے بڑے بڑے مذاہب کا براہِ راست متقابلہ مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اور سب سے پہلی چیز جس نے مجھے تکلیف پہنچائی وہ نام نہاد مسیحی کلیساؤں کی جھوٹی وجاہت اور ان کی دوسرے لوگوں سے نفرت تھی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بہت سے کلیساؤں میں مقابلتاً بہت تھوڑے ایسے اراکین ہیں جو صرف وعظ ہی نہیں کرتے بلکہ مسیحؑ کی تعلیمات پر فی الحقیقت عامل بھی ہیں لیکن اس کے برعکس ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو شرفاء کے اخلاقی خصائص نہیں رکھتے۔ اس لالچ اور ہمدردی کے فقدان نے لاکھوں لوگوں کو مسیحی کلیسا سے برگشتہ کر دیا ہے کیونکہ جب وہ روٹی مانگتے ہیں تو انہیں پتھر دیئے جاتے ہیں اور اس کے بالکل برعکس پیغمبر اسلام صلعم کی تعلیمات ہیں۔ آپ اس جگہ بادشاہ اور دہقان کو پہلو بہ پہلو ہوتا ہوا اور ملکر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عبادت کرتا ہوا پائیں گے۔ اس جگہ نسل یا رنگ کا کوئی فرق نہیں اور جن لوگوں کو مکہ کا حج کرنے یا اس کے حالات کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ یقیناً اس حقیقت کے معترف ہیں صرف اسی جگہ ہی عالمگیر برادری کا عملی رنگ پایا جاتا ہے۔ انسان وہاں گورے، کالے اور زرد رنگ کی تمام اقوام کے لوگوں کو پہلو بہ پہلو کھڑا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ سب کے سب اس ایک ایمان کی زنجیر سے جکڑے ہوتے ہیں جو اسلام کے عظیم الشان عقیدہ کا لازمہ ہے۔ اتحادِ اسلامی ایک مسلم اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ انسان کو معصوم اور ایک دوسرے کے مساوی پیدا کیا گیا ہے اس لئے کوئی ایسی وجہ مجھے نظر نہیں آتی کہ کوئی ایک قوم ہی صرف خدا کی برگزیدہ اور محبوب ہو۔ اور باقی تمام لوگ ان کے خادم ہوں۔ امیر یا غریب، اعلیٰ یا ادنیٰ اور گورا اور کالا ہونا محض ایک اتفاقی امر ہے مگر خدا تعالیٰ کی نظروں میں سب ایک اور برابر ہیں۔

مگر اب جبکہ میں ان زنجیروں کو توڑ چکا ہوں جو بغض و تعصب اور نافہمی کی سخت ترین روایات سے تیار ہوئی ہیں اسلام کی شاندار برادری کا ایک ممبر بن چکا ہوں میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ پیغمبر اسلام

کی تعلیمات کی خوبیوں اور محاسن کو دنیا میں پھیلاؤں۔ ان لوگوں سے جو شکوک و شبہات اور مایوسی میں مبتلا ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور اسلام کے مطالعہ پر کچھ وقت اور توجہ صرف کریں۔ اس سے آپ دنیا کو ایک ایسی روشنی سے منور پائیں گے جو اس سے قبل آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ اور توحید الٰہی اور نسل انسانی کی مساوات پر ایمان لاکر آپ اس راحت اور امن و اطمینان کو حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو اسلام کے اندر مضمر ہے اور مسیحی تعلیم کے برخلاف اسلام میں اصول اور عمل دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں اور یہی ایک بات ہے جو اس کی شان و شوکت کو بلند کرنے والی ہے۔



"اسلام کے تصور میں اتنی وسعت ہے جتنی کہ بذات خود انسانیت میں۔ اور یہ کفارہ یا شفاعت اور نجات ایسے عقائد سے، جو مسیحی مذہب کی بنیاد ہیں، پاک و منزہ ہے۔ میں نے بہت سے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اسے اپنے رفقا اور احباء کو دیتا رہا تاکہ وہ اس حق و صداقت کو اپنا سکیں جو بڑی دیر سے ان میں پوشیدہ تھا۔"

——— عمر علی ڈلبن (انگلستان)

مس افتی حلیمہ شبورڈ از آسٹریلیا

اسلام میں سلامتی ہے

آسٹریلیا میں جہاں کسی مسلمان سے شاذ ہی میل ملاقات میسر آسکتی ہے وہاں میں اپنے آپ کو نہایت ہی خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ مجھے جناب محمد عالم صاحب ماہر ادویات جیسے قابل شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا جناب محمد عالم صاحب کو وہ تمام اہل آسٹریلیا معجز نما انسان سمجھتی ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب موصوف کے دستِ کرم سے شفا ہوئی ہے۔

رومن کیتھولک کلیسا میں میں نے نشوونما پائی۔ میں چودہ برس کی ہوئی تو انگلستان کے کلیسا کے ایک پادری صاحب نے مجھے مسیحی کلیسا میں شریک کیا۔ بائیس برس کی عمر میں مسیحی کلیسا میں مجھے اور طباغ سے رنگین فرمایا۔ اور دو سال تک میں برابر مسیحی کلیسا کے دعائیہ نغمہ آرائیوں کی محفل میں حصہ لیتی رہی۔ اس عرصہ میں مجھے یہی خیال دامنگیر رہا کہ یہ مذہب میری نجات کا موجب نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ایک عرصہ کے بعد یہ مذہب محض مضحکہ خیز ثابت ہوا۔ میں اس سے متنفر ہو گئی اور کلیسا میں آنا جانا مطلقاً ترک کر دیا۔ میری سہیلیوں نے میرے اس اقدام کو غلطی پر محمول کیا، یہ احساس میرے دل میں آٹھوں پہر کھٹکتا تھا کہ میری زندگی کو کسی چیز کی ضرور ضرورت ہے۔

میری سابقہ زندگی کے دور نے یہ امر مجھ پر ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی طرف سے آخری پیامبر اور نبی کامل ہیں۔

میرے تمام کے تمام دوست احباب، میری قبولیت اسلام پر تمسخر کرتے ہیں گو وہ جی بھر کر مجھ پر پھبتیاں اڑائیں لیکن مجھے ایمان کامل ہے کہ میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔ خدائے واحد کی پرستار ہوں، اور اسی کے رازِ ثواب کی اتباع کر رہی ہوں اس لئے اُن کی استہزا کی میں شمہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتی۔

مجھے مسلم ہونے پر ناز ہے اور اس نعمت عظمیٰ کے لئے میں سجدہ شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی رحمت اور برکت سے نوازا۔ میرا ایمان بالتوحید کبھی بھی متزلزل نہ ہوگا۔ میری حمد و ثنا اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہے میں رسالہ اسلامک ریویو کے مطالعہ سے ہمیشہ لطف اندوز ہوتی ہوں، یہ رسالہ ہر بار مجھ پر معارف قرآنی کا انکشاف کرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت میرا ہر روز کا شغلہ ہے۔

"میں نے بڑی کاوش اور جستجو سے اسلام کا مطالعہ کیا اس کی تعلیمات کا دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے مقابلہ کیا۔ اور انجام کار اس نتیجہ خیز پر پہنچا کہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دین ہے جو الٰہیات کا مظہر ہے اور جو اہل علم و دانش طبقہ اناس کے روحانی جذبات کو تسکین دیتا ہے۔"

——— ابویکو بیمانت بنجمن (ٹرینیڈاڈ)

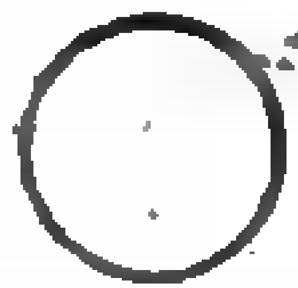
صادق امینہ

اسلامی تمدّن اور معاشرت

ایک مسلمان دوست کی مہربانی سے کچھ عرصہ سے میں اسلام پر لکھی ہوئی مقبول عام کتابوں کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ سید امیر علی صاحب بلیل بلید الیڈر اور کارلائل وغیرہم کی کتب سے میں نے بہت ہی استفادہ حاصل کیا ہے۔

میرے بغور مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عظیم الشان ہادی اور رہبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حریت پسند مذہب کی حد درجہ کی قدر و منزلت میرے دل میں پیدا ہو گئی ہے اور اب میں اس مذہب کو قبول کرتے ہوئے بڑی تسلی اور خوشی محسوس کر رہی ہوں۔

میں مانتی ہوں کہ اصلاح شدہ مسیحیت ایک بڑے مذہب کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ اسلام نہ صرف اس مذہب کے بہترین اصولوں کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اپنے فلسفیانہ اور روحانی خیالات اور ان اصولوں کے لحاظ سے جو بہترین تمدن اور اعلٰے درجہ کی معاشرت کے ضامن ہیں۔ اسے بلاشبہ عیسویت پر فوقیت حاصل ہے۔



میں اسلام کی اس لئے تعریف کرتا ہوں کہ یہ کسی خاص ملک و ملت کا نہیں بلکہ ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب ہے

(آر۔ ایف۔ ایڈورڈز۔ انگلستان)

کپتان جلال الدین ڈوڈسن

اسلام کی سادہ اور معقول تعلیم

سنہ ۱۹۱۹ء میں ۲۲ اگست کا دن میری زندگی کے نہایت ہی مسرت آمیز لمحوں میں سے تھا۔ یہ وہ معرکۃ الآرا و قابل یادگار دن ہے جبکہ میں مشرف بہ اسلام ہُوا۔ قریباً ایک سال کے عرصہ تک اس معاملہ پر نہایت ہی سنجیدگی سے غور و تدبر کر رہا تھا۔ اور اسی اثنا میں میں نے مذہب اسلام کا اچھی طرح مطالعہ کر لیا۔

سب سے پہلی بات جو میرے دل میں جاگزیں ہوئی۔ وہ عظیم الشان مذہب اسلام کی سادہ و معقول تعلیم ہے جس پر اس مذہب کی بنیاد ہے۔ ایک رات میں مصر کے دریا کے کنارے گھوڑی پر سواری کر رہا تھا۔ اثنائے سواری میں مَیں مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور ان کے طرز عبادت کی توصیف و ستائش دل ہی دل میں کرنے لگا کسی زائر کو (ایسے لوگوں کی طرز عبادت دیکھ کر حیرانی ہو جاتی ہے جن کا اللہ تعالےٰ سے براہ راست تعلق ہے اور درمیان میں کسی وسائط کی انہیں ضرورت نہیں

آخر الامر مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس عقیدہ پر ہرگز کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتا۔ اور وہ میرے اطمینان قلب کا موجب ہی نہیں ہو سکتا جس کے گوشہ عاطفت میں میں نے پرورش پائی ہے۔



جے ڈبلیو لوگرو۔ انگلستان

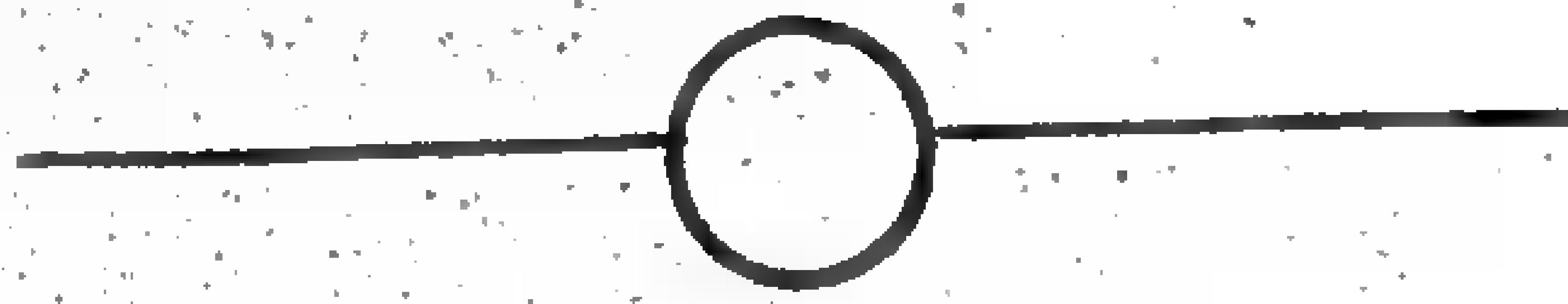
اسلام ایک تاریخی مذہب ہے

قبول اسلام کی وجہ معلوم کرنے کی غرض سے مجھے بہت سی جگہوں سے استفسارات موصول ہوئے ہیں ان سطور میں اس فرمائش کو پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اسلام بے نظیر خوبیوں کا مالک ہے یہ تاریخی مذہب ہے اور اس کے پیشوا حضرت اکرم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تاریخی شخصیت کے مالک ہیں دیگر مذاہب کی ابتدائی تعلیمات کے متعلق ہمیں بہت تھوڑی معلومات حاصل ہیں۔ چند پند و نصائح پر مشتمل کچھ غیر منضبط قسم کی تفصیلات ملتی بھی ہیں تو ان کی حقیقت اور صحت مسلمہ طور پر مشتبہ اور قابل اعتراض ہے آج کل تقریباً دوسرے تمام پیشوایان مذاہب کی زندگیاں قصے کہانیاں اور حیستان بن کر رہ گئی ہیں۔ اگر ہم ان پیشوایان کے اعمال و افعال کی روشنی میں ان کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہیں تو ہمیں کچھ بھی پلے نہیں پڑتا جہاں تک مذہب اسلام کا تعلق ہے اس کے آثار و اسناد کی صحت پر کوئی بھی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ اس دین کی کتاب قرآن پاک آج بھی وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت رسالت مآب ؐ کے وقت میں تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال جن سب میں الٰہی تعلیمات کی تعمیل و تکمیل نظر آتی ہے اپنی حقیقی اور اصلی صورت میں ہم تک پہنچے ہیں۔ میں جو کچھ ان سطور میں بیان کروں گا وہ محض ان تعلیمات کا مفہوم ہے جو کہ میں نے قرآن کریم اور احادیث نبوی ؐ میں پائی ہیں۔ ان تعلیمات سے مجھے وہ اطمینان قلب اور روح کی تسکین میسر آئی ہے۔ جسے حاصل کرنے کی میں ادھر ادھر بے سود کوشش کرتا رہا میں سادہ اور عملی مذہب کا متلاشی تھا ــــــ ایسے مذہب کا جو کلیسائی عقائد کے گورکھ دھندوں سے بہرہ محض ہو۔ کیونکہ عقائد اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو اپنانے کے لئے عقل و فہم کو کلیسا کی بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے لہذا میں ایک عقلی اور فطرتی مذہب کی تلاش میں

تھا جس کا تعلق ہماری عقل و شعور سے براہ راست ہو۔ حقوق اللہ، اور حقوق العباد ہی بلاشبہ کسی مذہبی نظام کا اعلیٰ مقصد ہوتے ہیں اور ہونا چاہئیں۔ چنانچہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو فطرت کے ان تقاضوں پر پورا اترتا ہے اور احکام و ہدایات کو عملی صورت میں پیش کرتا ہے ہمیں اپنی زندگی کی راہوں میں حادثات اور ناگہانی حالات سے نپٹنے کے لئے پند و نصائح کے ساتھ ساتھ عملی نمونوں کی ضرورت پڑتی ہے اور مشکلوں کے وقت رہنمائی بھی درکار ہے

چنانچہ اسلام جہاں عملی نمونے پیش کرتا ہے وہاں رہنمائی کے دروازے بھی وا کرتا ہے۔



"میں نے اسلام جیسا اور کوئی دوسرا جمہوری مذہب نہیں پایا۔ جو مکمل، اکمل، اور حوصلہ افزا ہو۔ اور نہ اسلام کے سوا اور کوئی ایسا راستہ نظر آتا ہے، جو اطمینان قلب اور تسکین حیات کا باعث ہو اور اس کے ساتھ ساتھ حیات اُخروی کے لئے مواعظ حسنہ کا حامل ہو۔"

مس مسعودہ سٹیمن ۔ جرمنی

ڈاکٹر حامد مارکس از جرمنی

اسلام اور سائنس

اسلام اور اس کی بے نظیر تعلیمات کے مطالعہ کی دلی خواہش، مجھے بچپن ہی میں ہوئی اور تفسیر قرآن کے ایک قدیم نسخے کا بڑا محتاط اور بلیغ مطالعہ کیا یہ نسخہ میں نے اپنے شہر کی ایک لائبریری سے نکلوا یا تھا۔ جو ۱۸۵۰ء کا طبع شدہ ہے یہ وہ نسخہ ہے جس کے مطالعہ سے گوئٹے نے اسلام سے آگاہی حاصل کی تھی۔ قرآن کریم کی سراسر عقلی اور اثر آفرین تعلیمات حسنہ نے مجھے بہت متاثر کیا ان کے زیر اثر جو عظیم الشان روحانی انقلاب اس وقت کی اسلامی مملکتوں میں رونما ہوا تھا اس نے بھی مجھ پر بہت گہرا اثر کیا۔

بعد ازاں مجھے برلن میں مسلمانوں کے ساتھ اشتراک کار کا موقعہ ملا اس دوران میں، جرمن مسلم مشن اور برلن مسجد کے بانی مبانی حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے پر از حکمت و موثر درس قرآن کو بھی سننے کا فخر حاصل ہُوا۔ اس ممتاز شخصیت کی سالہا سال کی شفیق صحبت اور آپ کے روحانی فیض کے طفیل مجھے صراط مستقیم نظر آگیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے متعلق جو عجیب تصور قائم کئے ہیں قطعاً کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کئے۔ ان تصورات نے میرے خیالات کو وسیع تر کر دیا۔

ایمان باللہ مذہب اسلام کا ایک اہم اور اٹل رکن ہے۔ اسلام ایسے عقائد نہیں رکھتا جو جدید سائنس کے قوانین کے قیاس اور متضاد ہوں اس لئے اسلام اور سائنس میں۔ کوئی آویزش یا کوئی تصادم نہیں پایا جاتا۔ جس شخص نے سائنٹیفک تحقیقات اپنی بھرپور صلاحیت کے ساتھ کی ہوں قدرتاً اُس کے لئے یہ امر واقعہ ایک بے نظیر اور عظیم ترین اہمیت رکھتا ہے۔

دوسری فضیلت یہ ہے کہ اسلام کوئی ایسی فکری تعلیم کا نام نہیں جو زندگی کے ہر مقام پر حاوی نہ ہو۔ بلکہ اسلام ایک ایسا نظام پیش کرتا ہے جو فی الحقیقت انسانی زندگی پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اسلامی آئین جبری قانون نہیں کہ جس سے شخصی آزادی سلب ہو کر رہ جائے بلکہ پند و نصائح اور ہدایت و رہنمائی کی صورت میں ہیں اور صحیح اور سچی آزادی کے ضامن ہیں۔

میں نے سالہا سال بڑی خاطر جمعی سے اس بات کا بار بار مطالعہ کیا ہے کہ اسلام انفرادیت اور اشتراکیت کے مابین اوسط خیر الامور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان دونوں میں رشتہ اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہے۔ چونکہ یہ بڑا متحمل اور غیر متعصب دین ہے اس لئے جہاں اسے نیکی اور بھلائی نظر آتی ہے ہمیشہ اسے احسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔



"اسلام میں ہمیں شفاعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا خدا رحمٰن و رحیم خدا ہے۔ ہم پیدائشی گناہگار نہیں ہیں۔ بلکہ اس دنیا میں سفید و شفاف برف کی طرح پاک و منزّہ روح لے کر آئے ہیں ہمیں خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے مواقع حاصل ہیں۔ مگر مسیحی عقائد کی رو سے ہم اس وقت تک خدائی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک بپتسمہ نہ لیں" ——— مس تیریسہ گورڈن۔ انگلستان

از قلم تھامس محمد کلیٹن

اسلام — دینِ فطرت ہے

آپ یہ سُنکر متعجب ہونگے کہ میں نے جونہی ہوش سنبھالی اور سنڈے سکول میں جانا شروع کیا تو اُسی وقت سے مجھے یہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ عیسائیت جس امر کا دعویٰ کرتی ہے۔ درحقیقت وہ اس کے لئے مذہبی پایا جاتا۔ اور نہ یہ قطعی طور پر خدا کی رضا کی راہیں دکھا سکتی ہے میں بلا ناغہ سنڈے سکول میں جاتا جو لازمی مذہبی تعلیم وہاں دی جاتی حاصل کرتا یہ تعلیم اگرچہ بہت دلچسپ تھی۔ مگر میں محسوس کرتا تھا کہ جناب مسیح جو درحقیقت ایک انسان تھے۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے تو وہ ہرگز ایسی تعلیم نہ دیتے۔

تقریباً چھ سات سال تک آرچ بشپ کی ماتحتی میں کلیسائے انگلستان نے مجھے تعلیم دی کہ مجھے کیا کچھ کرنا ہے۔ خیر ان رسمی تکلفات کے بعد مجھے مستقل طور پر چرچ کا ممبر بنا دیا گیا اس کے بعد میں ایک پکا امریکن بن گیا۔ مذہب میں دلچسپی لینا مجھ سے بالکل ترک ہو گیا اس عمر میں جبکہ لوگ عموماً خدا کی راہوں پر چلنے کا خیال کرتے ہیں۔ میں بہت سی لایعنی باتوں میں لگا ہوا تھا۔ مذہب کی طرف سے ایک کافی لمبے عرصے تک مجھ پر ایک جمود کی حالت طاری رہی۔

ایک دن مجھے — نیا انکشاف ہوا مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ انکشاف میری ساری زندگی کو بدل کر رکھ دے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن ایک دوست کی لائبریری سے مجھے سیل کا ترجمہ قرآن ہاتھ لگ گیا میں وہیں بیٹھ گیا اور اس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کو میں خدائی تصرف کہوں گا کہ میرے دماغ میں مذہبی روشنی کی شمع فروزاں ہو گئی باوجود سیل کے معاندانہ تنقید و تبصرہ کے جو اس نے اسلام اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا ہے اور باوجود اس ناپاک تعصب کے جو اس نے ظاہر کیا ہے میں ایسا محسوس کرنے لگا کہ گویا خدا کا نام میرے دل و دماغ کی گہرائیوں میں سرایت

کر رہا ہے۔ اس واقعہ نے راحت اور روشنی کی ایک نئی دنیا اور رضائے الٰہی کی معرفت کی ایک نورانی راہ مجھ پر کھول دی۔

سیل کے ترجمہ کے مطالعہ سے مجھے اسلام کے متعلق کچھ علم حاصل ہو گیا۔ مگر میں اسی پر قانع نہ ہُوا جو لٹریچر مجھے اسلام کے متعلق مل سکا میں اس کو بغور پڑھتا رہا اور اس میں دلچسپی لیتا رہا۔ اگرچہ وہ سب کتابیں جو میرے مطالعہ سے گذریں دلچسپ تھیں لیکن مَیں نے دوران مطالعہ میں چند ایک امور ضرور محسوس کئے۔ مثلاً یہ کہ اگرچہ ان کتابوں میں بہت کچھ صداقت بھی تھی۔ مگر ان میں زیادہ تر جھوٹ اور غلط فہمی کا رنگ غالب تھا دوسرے یہ کہ ان کتابوں کے مصنفین نہیں چاہتے تھے کہ لوگ اسلام سے محبت کریں اور اس کو سمجھیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس سے متنفر ہوں۔ بہرحال اسلام کے متعلق میری محبت پہلے سے زیادہ ہو گئی۔ اور مجھے مطالعہ کا اشتیاق بڑھتا گیا۔

۱۹۴۷ء کے موسم گرما میں مجھے بمقام موئے سن واقعہ فرانس میں بوائے سکاؤٹ جمبوری میں شرکت کا موقعہ ملا۔ جمبوری میں ۔۔۔ ہم سکاؤٹس نے شمولیت کی تھی جو ۴ ۳ مختلف اقوام کے نمائندے تھے۔ اس جمبوری میں مجھے الجیریا سے آئے ہوئے ایک سکاؤٹ سے ملنے کا اتفاق ہُوا وہ مسلمان تھا۔ میں آجتک اس کو اپنا نہایت عزیز دوست سمجھتا ہوں۔ دو سال سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی ۔۔۔ وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صحیح معنوں میں مسلمان اور بحیثیت ایک انسان وہ ہم سب کے لئے ایک نمونہ تھا۔ میں اپنے اوقات کا بیشتر حصہ اس کی صحبت میں گذارتا تھا۔ ایک دوسرے کی زبان کی معلومات جس قدر اجازت دیتی تھی۔ میں اس سے اسلام کا علم حاصل کرتا تھا۔ اس وقت تک مجھے عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت نہ تھی۔

جمبوری میں مجھے سچے پیروان اسلام کے اعمال و افعال کو دیکھنے کا بھی اتفاق ہُوا۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ اسلام کے صحیح تصورات کے نقوش میرے دل و دماغ پر منقش ہونے شروع ہو گئے اور میں نے محسوس کیا کہ اب مجھے خدا پر مضبوط ایمان پیدا کرنے کے لئے مذہب اسلام قبول کرنا ضروری ہے

گھر واپس آکر اسلام کے متعلق زیادہ واضح اور زیادہ صحیح علم حاصل کرنے کے لئے۔ مجھے بیرونی ممالک کے لٹریچر کی تلاش کا شوق ہُوا۔ لٹریچر کی اس تلاش میں مجھے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ایڈریس مل گیا۔ چنانچہ متعدد کتابوں سے مجھے مذہب اسلام کے متعلق صحیح صحیح معلومات حاصل ہو گئیں۔ اس کے بعد مسٹر بشیر مُنٹو مشنری ریاستہائے متحدہ امریکہ

سے ختنہ کتابت شروع کی۔اسلام کے اس عملی نمونہ کی وساطت سے مجھے یقین کامل ہو گیا۔کہ خدا کے پیغام کا اصل حامل مذہب اسلام ہے۔ وغیرہ

سطور بالا میں میں نے یہ بیان کیا ہے کہ میں مسلمان کسطرح ہُوا ؟ اب اس امر کی تشریح کے لئے کہ میں کیوں مسلمان ہُوا مجھے اسلام کے اصول اور اس کی عملی تعلیم پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ یہ امر سمجھ لینے کے بعد کہ اسلام درحقیقت ہے کیا یہ جاننا کچھ مشکل نہیں کہ ایک شخص کو اس کے اندر داخل کیوں ہونا چاہیئے۔ ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کے معنے ہیں خدا کی رضا کے سامنے سر جھکا دینا۔ یا اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا۔اس لئے جب ہم پیدا ہوتے ہیں ۔ مسلمان ہوتے ہیں۔البتہ پیدا ہونے کے بعد ہم خدا کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دوسرے راستے اختیار کر لیتے ہیں۔ جن کے نصب العین کا کچھ علم نہیں ہوتا۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اور ہر ایک بچہ جب تک کہ وہ اسقدر بڑا نہ ہو جائے کہ کوئی اس کو خدا کی اصل منشاء کے علاوہ کسی اور پر ایمان لانے کیلئے مجبور کرے وہ سچا مسلمان ہوتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہاڑ اور درخت مسلمان ہیں۔ کیونکہ وہ بڑی شد و مد سے قوانین الٰہی کی اتباع کرتے ہیں۔

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں داخل ہونا خدا کے قانون قدرت میں دخل اندازی کرنا ہے قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ اسلام ہی انسان کا فطری مذہب ہے اور خدا کی پیدا کردہ فطرت کے صحیح علم پر مبنی ہے۔ تعلیمات اسلامی کی ہر فرع ایسی معقول اور مدلل ہے جیسے جیومیٹری کے مسائل ، اسلامی تعلیمات کے ضابطہ میں کوئی چیز ایسی نہیں جو غیر مدلل ہو یا جس میں کوئی روحانی امر نہ ہو۔

اسلام کی ہر تعلیم ایک نمونہ ہے۔ جو خدا نے لوگوں کی ہدایت کے لئے عطا کی۔ تا کہ ان کی آئندہ کی زندگی افضال و اکرام سے متمتع ہو

مجھ پر یہ امر واضح ہُوا ہے کہ اسلام میں نماز کا اہتمام اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان اپنی زندگی خدا کی عبادت اور فرمانبرداری میں گذارے۔ سبت کا دن منانے کے بجائے مسلمانوں کے لئے ہر روز پانچ دفعہ نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ نماز وہ چیز ہے جس کے ذریعہ ہم خدا سے تعلق پیدا کر سکتے ہیں اور اس سے ہدایت طلب کر سکتے ہیں۔ اور اس کی نظروں میں معزز اور مکرم

ہو سکتے ہیں۔

روزہ بھی بڑی معقول وجوہ پر مبنی ہے۔ روزہ میں ہم ان لذائذ سے مجتنب رہتے ہیں۔ جن سے ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر محظوظ ہوتے ہیں۔ دنیوی ترقی کے بجائے روزہ کے ذریعہ ہم روحانی ترقی کرتے ہیں۔

روزہ میں اس بات کا ایک سائنٹفک ثبوت ملتا ہے کہ اگر ہم کچھ عرصہ کیلئے کچھ نہ کھائیں تو ہمارے حواس زیادہ صاف اور تیز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بھوکا رہنے میں ہمارے دماغ میں زیادہ خون بھر جاتا ہے۔ جو کھانے کی حالت میں معدہ میں ہاضمہ کرنے کے لئے صرف آتا ہے۔ اس طرح ہم خدا کی طرف زیادہ توجہ دے سکتے ہیں۔

اسلام کا نظام زکوٰۃ بھی بے مثل ہے۔ یہ زکوٰۃ ان غرباء کا حق ہے جو خود کمانے کے قابل نہیں۔ اکثر ممالک میں لوگ اپنی مرضی سے ایسے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ مگر اسلام میں اس کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ جو اس کی ایک خصوصیت ہے بندوں پر رحم کرنے سے ہم خدا کے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں۔

میں نے اسلام اسلئے قبول کیا ہے کہ اس کی تعلیم صداقت پر مبنی ہے۔ خدا خود صداقت ہے۔ کیونکہ اس کے احکام رحم اور نیکی کے حامل ہیں۔ اس کے اصول سچے اور خدا کا کلام ہیں لہٰذا کہ میں نے اسلام اس لئے بھی قبول کیا۔ کہ اس کے ذریعہ انسان اس فطرت کی آبیاری کر سکتا ہے۔ جو وہ لے کر آیا ہے۔ آخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو خدا کا آخری اور مکمل دین ہے اور اسی کے ذریعے انسان خدا کے انعامات کا وارث بن سکتا ہے۔ وغیرہ۔



"میں نے بڑے عرصہ تک اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ جو روحانی اور اخلاقی خوشی و مسرت اور اطمینان قلب مجھے یہاں میسر آیا ہے کسی اور مذہب میں نہیں آیا"

—— عائشہ خاتون مورل سمتھ
انگلستان

ایتھنی کوتھول

اسلام ایک سچا اور حقیقی مذہب ہے

میں گذشتہ دو تین سال سے اسلام کا نہایت ہی غور و تحقیق سے مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ اسلام ہی ایک سچا اور حقیقی مذہب ہے اسے اختیار کر کے انسان تمام اخلاقی کمزوریوں اور گناہوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے میں دل سے اسلام قبول کرتا ہوں اور اس کے اصولوں سے کماحقہ آگاہی حاصل کرنے کا متمنی ہوں تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر میں نجات اخروی حاصل کر سکوں
میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اسلام پر چلنے کی استقامت بخشے۔ اور اس کا بھی اظہار کر دینا چاہتا ہوں کہ میں حضرت نبی کریم صلعم کا ایک سچا پیرو ہوں۔ کیونکہ یہ امر مجھ پر متحقق ہو چکا ہے کہ اسلام ہی صرف وہ مذہب ہے جو حق و صداقت کا علمبردار ہے۔



"میں ہمیشہ سے ایسے امن و آشتی کا متمنی رہا ہوں۔ جو بالآخر مجھے گوشہ اسلام میں میسر آئی یہ سراسر فطرتی اور رحمت و راستی کا مذہب ہے۔" ——— دیبی ولکنز انگلستان

پروفیسر ہارون مصطفیٰ لین ایم اے پی ایچ ڈی

اسلام عقلی دین ہے

اسلام کی ایک عظمت اور بزرگی یہ ہے کہ اس کی بنا عقل و دلیل پر ہے ۔ یہ اپنے ماننے والوں کو مذہب و عقائد کے معاملہ میں دماغ کی اہم صلاحیت سے احتراز برتنے کی ہرگز تلقین نہیں کرتا ، برخلاف اس کے دیگر مذاہب اپنے متبعین کو آزادانہ تحقیق و دریافت کئے بغیر عقائد قبول و قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں عیسائی محکمات کو بلا سوچے سمجھے بہرصورت ماننا پڑتا ہے ۔ مگر اسلام تحقیق و دریافت کی تلقین کرتا ہے اور مسلمان ہونے سے پہلے متبعین کو تحقیق و مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے ۔ حضرت نبی کریم صلعم کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل سے بڑھ کر کوئی چیز پیدا نہیں کی اور نہ کوئی اور ہی شئے اس سے زیادہ کامل تر اور حسین تر ہے ۔

رحیم و کریم خدا کے عطا کردہ فیوض و برکات سب کے سب عقل و دانش کے مرہون منت ہیں ۔ ایک اور موقعہ پر حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص پنجوقتہ نمازیں پڑھے ، روزے رکھے ، زکوٰۃ دے ۔ فریضہ حج ادا کرے اور دوسرے نیک عمل کرے ان کا اجر اس کو نہیں ملے گا ۔ مگر اس معیار پر کہ اس شخص نے اعمال و افعال کی کارکردگی میں خدا کی عطا کردہ عقل و فہم سے کیسے اور کیونکر کام لیا ہے ۔ گویا اعمال کے اجر کا مدار عقل کے استعمال پر ہے ۔ سیدنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا اس بارے ایک پر حکمت قول ہے ۔ اسلامی تعلیمات اس قول کے عین مطابق ہیں ، وہ قول یہ ہے کہ "عقل سے کام لو اور خیر کو پلے باندھو" ۔ ایسے لوگ جو کسی معاملہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا کردہ فہم و ادراک سے کام نہیں لیتے وہ قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کی رو سے کتابوں سے لدے ہوئے گدھے کی مثال ہیں

واجب التعظیم خلیفۃ الرسول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عالم فاضل ہستی کے مالک ہیں آپؐ کا ایک قول ہے دنیا ظلمت ہے۔ اور علم نور ہے علم بلا صداقت محل ہے۔

مسلمان مانتے ہیں کہ حق، اسلام کا دوسرا نام ہے۔ اور آسمان آفتاب اسلام کی درخشاں روشنی میں علم و عقل سے کام لیکر واصل حق ہو سکتا ہے۔ مگر تحصیل علم اور علم کے ذریعہ حق تک پہنچنے کے لئے ذہنی صلاحیتوں سے کام لینا نہایت ضروری ہے

حضور انور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ ہی دنوں پہلے اس موضوع پر بصیرت افروز ارشاد تلقین فرمایا تھا۔

خدائے عزوجل نے اپنی ابدی رحمت و رافت کے تحت جن جلیل القدر ہستیوں کو حق و صداقت، اور نیکی و راستی سے بہرہ ور کر کے دنیا کی رہبری کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ ان میں کی آخری اور عظیم ترین ہستی رسالت مآبؐ، اپنا سر مقدس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھٹنہ مبارک پر رکھے لیٹے تھی، مومنین مدینہ پیر و جواں، مرد و زن، بچے بچیاں سب کے سب درد مندی اور دل سوزی کی تصویر بنے۔ شمع رسالتؐ کی چارپائی کے گرد مثل پروانہ جمع ہو گئے تھے۔ ان سب کا سراپا رو رہا تھا ان کی آنکھیں نمدار تھیں۔ رنج و غم کا یہ عالم تھا کہ اسلام کے شجاع و دلیر مجاہدوں کی آنکھیں جو آنسوؤں کے نام تک سے نا آشنا تھیں۔ اب فر فر آنسو بہا رہی تھیں، رخسار تر بتر تھے۔ آج ان کا قائد ان کا محبوب مرشد، ان کا روحانی پیشوا، ان کا مخلص حبیب اور محبوب رسول ان سے ہمیشہ کے لئے تن تنہا جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ان کی روح تڑپ رہی تھی کہ آج اُن کا وہ محسن دائمی مفارقت دے رہا ہے جس نے ان کو جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی سے اور توہمات کی ظلمت سے حق و صداقت کا نور دکھلا کر اسلام کی پُر امن وادی میں لے آیا تھا۔ جہاں ان کے لئے عافیت ہی عافیت تھی کوئی تعجب نہیں کہ آج ان احسان مندوں کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ اور ان کے دل افسردہ اور یاس و تپش کی آماجگاہ تھے۔

رنج و غم، یاس و تپش کے پر ہول عالم میں ایک شیدائی بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھا ـــ یا رسول اللہ آپؐ تو بیمار ہیں رحلت فرما جائیں تو ہمارا کیا ہو۔ ہم کدھر جائیں، کیا کریں

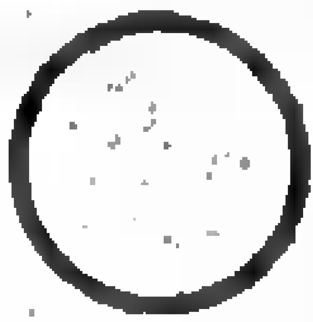
"تمہارے پاس قرآن موجود ہے" ـــ ارشاد ہوا۔

یارسول اللہ بجا ارشاد، مگر، پیارے حبیبؐ، قرآن کریم کے ہوتے ہوئے بھی ہم اکثر دبیشتر جناب آپؐ کے فرمان، ہدایت اور ارشاد و نصیحت کے محتاج رہے ہیں۔ اگر آپ ہم سے جدا ہو گئے۔ تو پھر ہمارا راہبر و حادی اور ناصح کون ہوگا؟

"میرے بعد میری سنت پر عمل کرنا" حضورؐ نے تلقین فرمائی

اور اگر، یا رسول اللہ، آپؐ کی رحلت کے بعد ایسے واقعات اور حالات درپیش ہوں جو آپ حضورؐ کی حیات طیبہ میں ظہور پذیر نہ ہوئے ہوں تو پھر؟ ایسی صورت میں ہم اور ہمارے متبعین کے لئے کون طریق عمل ہوگا؟

رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ آپؐ کے چہرے مبارک پر فراست و دانا تھی۔ آپؐ کی آنکھوں میں روحانی نور جلوہ گر تھا۔ آپؐ پر الہامی کیفیت طاری ہو گئی اور یوں گویا ہوئے ۔۔۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر فرد بشر کو ضمیر عطا کیا ہے جو اس کا تدبیر ہے۔ عقل رہبری و رہنمائی کے لئے دی ہے۔ زندگی کے ہر قدم ہر موڑ پر ...... عقل و ضمیر سے کام لو۔ ان کے ذریعہ تم راہ صراط پر گامزن رہوگے اور کبھی نہیں بھٹکو گے۔



"میں مسلمان ہونے پر بڑا فخر محسوس کر رہا ہوں۔ قرآن حکیم نے مذہب اسلام کی جو تعلیمات دی ہیں ان کو بہت واضح۔ فطرت کے عین مطابق اور پوری طرح قابل عمل پاتا ہوں۔ مذہب اسلام میں خاص طور پر خواتین کو معزز درجہ دیا گیا ہے وہ عورتوں کے حق میں مساوات کا اس حد تک حامی ہے کہ اس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔"

مسٹر ڈوڈی ایل ڈی۔ انگلینڈ

ڈاکٹر علی سلمان بینوئسٹ از فرانس

اسلام اور جدید طرزِ فکر

میں ڈاکٹر ہوں اور فرانسیسی کیتھولک خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے پیشہ کے صحیح انتخاب ہی نے مجھ میں ٹھوس سائنٹیفک ذہنی ترقی پیدا کی ہے اسلیے مجھ میں متصوفانہ زندگی کا کوئی رنگ پیدا نہیں ہوا۔ یہ نہیں کہ میرا خدا پر ایمان نہ تھا عیسوی عقیدوں اور اور رسوں نے بالعموم اور کیتھولک تعلیمات نے بالخصوص مجھ میں خدا کی موجودگی کا احساس پیدا ہونے نہیں دیا۔ پس خدا کے متعلق وحدانی تجسس نے مجھے تثلیث کے عقیدہ کو اور اس سبب سے یسوع مسیح کی الوہیت کو ماننے سے روکے رکھا۔

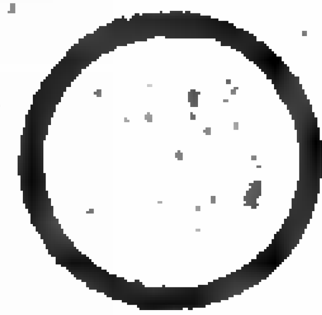
اسلام کو نہ جاننے کے باوجود میں کلمہ طیبہ کے جزو اول لا الہ الا اللہ (کوئی معبود نہیں مگر اللہ) اور قرآن کریم کی سورۂ اخلاص قل ھو اللہ احد ہ اللہ الصمد ہ لم یلد ولم یولد ہ ولم یکن لہ کفوًا احد ہ پر پہلے سے ایمان رکھتا تھا۔ چنانچہ پہلے پہل میں اس الہیاتی تصور کی باہمی موافقت کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ دیگر وجوہ نے بھی مجھے قبولیت اسلام پر آمادہ کیا۔

مثلاً میرا کیتھولک پادریوں کو ماننے سے انکار۔ وہ کم بیش دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا کے بجائے وہ خود انسانی گناہوں کو معاف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں مزید میں کیتھولک کی رسم عشائے ربانی کو ہرگز قبول نہیں کر سکا اس میں پاک روٹی کو یسوع مسیح کی نعش سمجھ کر کھالیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم قدیم وحشی لوگوں کے ٹوٹم عقیدہ (اس کی رو سے مظاہر فطرت میں سے کوئی چیز خصوصاً کسی جانور یا پودا کو باطنی تعلق کے اعتقاد کی بنا پر نشان بنالیا جاتا ہے) کی رسوم سے تعلق رکھتی ہے۔ ان میں سے ایک رسم رسم تحریم تھی۔ کہ ٹوٹم کے وجود کو لوگ بڑا

مقدس، مطہر اور باحرمت گردانتے تھے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی شخصیت کو اپنے اندر شامل کرنے کی غرض سے اس کے گوشت پوست ہڈیوں اور خون کو کھا پی جایا کرتے تھے۔ عشائے ربانی کی رسم بھی اسی سے ملتی جلتی ہے دوسری بات جس کی وجہ سے میں عیسائیت سے دل برداشتہ ہوا وہ اس کی بدنی طہارت خصوصاً عبادت سے پہلے جسم کے پاک وصاف ہونے کے بارے میں بالکل ہی خاموشی ہے۔ اسے میں نے ہمیشہ خدا کی بڑی توہین اور بے حرمتی خیال کیا ہے کیونکہ اس خالق مالک ہستی نے ہمیں گوشت پوست کا جسم دیا ہے۔ روح کی لطافتیں بھی بخشی ہیں جنہیں ہم کسی بھی طور نظرانداز نہیں کرسکتے اسی طرح نوع انسان کی عضویاتی زندگی طہارت و پاکیزگی کی متقاضی ہے۔ اس معاملہ میں صرف اسلام ہی ایک مذہب نظر آتا ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے میرے رجوع بہ اسلام ہونے کا بنیادی اور غالب باعث قرآن تھا۔ میں نے مسلمان ہونے سے پہلے تنقیدی رنگ میں مغربی انداز فکر کے ساتھ اس کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ مسٹر ملک بینائی کی ایک عظیم الشان کتاب (LE PHENOMENE CORANIQUE) پڑھ کر میں قرآن کے منجانب اللہ الہامی ہونے کا قائل تھا۔ اس کے چند صفحات میں خصوصاً ایک باب جس کا عنوان مؤلف موصوف نے (COINCIDENCES) میں بعض آیات کریمہ کو سامنے رکھ کر واضح کیا ہے کہ جس تعلیم کو آج کے نوفکر محقق پیش کرتے ہیں۔ وہی تعلیم آج سے تیرہ سو سال قبل اسلام نے پیش کی ہے یہ امر میرے لئے اصلی طور پر وجہ جواز بن گیا اور میں کلمہ طیبہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان لے آیا۔

۲۰ فروری ۱۹۵۳ء کو میں پیرس کی ایک مسجد میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ اس مسجد کے مفتی صاحب نے میرا نام علی سلمان رکھ کر اپنے رجسٹر میں درج کر لیا۔

میں اس نئے مذہب کو پاکر بڑا مسرور ہوں۔ اور یک بار پھر اعلان کرتا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔



مسز آمنہ موسلر از جرمنی

اسلام ایک سچا مذہب ہے

۱۹۲۸ء میں ایک دن میرے بیٹے نے روتے ہوئے مجھ سے کہا کہ میں اب عیسائی رہنا نہیں چاہتا مسلمان ہونا چاہتا ہوں امی جان! آپ بھی میرے ساتھ اس نئے مذہب میں شامل ہو جائیں اس دن پہلی دفعہ احساس ہوا کہ مجھے اسلام سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ کئی سال پہلے میری ملاقات برلن مسجد کے امام ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ سے ہوئی تھی انہوں نے مجھے اسلام سے روشناس کرایا تھا اور مجھ پر یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اسے قبول کرنا چاہیئے۔

جب میری بیس سال کی نوجوان عمر تھی۔ اس وقت بھی عیسوی عقیدۂ تثلیث کو میں غلط خیال کرتی تھی اور میرا اس پر ایمان نہیں تھا۔ اسلام کے مطالعہ کے بعد رسم اعتراف پوپ کا تقدس اور اس کے اعلیٰ اختیار کا اقبال اور بپتسمہ وغیرہ ہم عقائد کو بھی ترک کر دیا اور مسلمان ہو گئی۔

میرے آباؤ اجداد بڑے مخلص ایماندار اور پاک منش لوگ تھے۔ میری پرورش خانقاہ میں ہوئی تھی اس لئے مجھے زندگی کے بارے میں مذہبی نکتۂ نظر ورثہ میں ملا تھا۔ اس کا تقاضہ تھا کہ میں کسی نہ کسی مذہبی نظام کو اختیار کر لوں فی الحقیقت میں بڑی خوش قسمت اور مطمئن تھی کہ میں نے مذہب اسلام میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ آج میں ایک مسرور اور خوش و خرم دادی ہوں اور میرا نواسہ بھی ایک پیدائشی مسلمان ہے۔ فالحمد للہ

وھو یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ۰

وہ خدا جسے چاہے نیکی کے راستہ کی ہدایت کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (قرآن کریم)

راجکماری جاوید بانو بیگم

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے

[کلکتہ کی مشہور نومسلم خاتون محترمہ جاوید بانو بیگم صاحبہ بنگال کے ایک ہندو راجہ کی صاحبزادی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کی حامل ہیں۔ آپ نے کامل تحقیق کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں ہیں]

برادران اسلام و ہمشیرگان دین! میں ایک نومسلمہ ہونے کے ناطے ایک سچے اور عالمگیر مذہب اسلام کو پاکر بہت ہی خوش ہوئی ہوں، میرا دل حقیقی خوشی سے لبریز ہے اور میری دلی آرزو ہے کہ میں ہر اس انسان سے جس تک میری رسائی ہو اپنے آقا نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق اور تعلیمات کا ذکر کروں۔

شاید آپ میرے تجربات کا مختصر خلاصہ جو مجھے تحقیقات مذاہب کے سلسلہ میں پیش آئے سنکر مسرور ہونگے میں ہندو والدین کے گھر پیدا ہوئی مگر ہماری پرورش عیسائی اثر کے ماتحت ہوئی ہندو مذہب کی مطلقاً کوئی واقفیت نہ تھی۔

میں نے سنہ ۱۹۴۲ء میں مذہب اور فلسفہ کا وسیع طور پر مطالعہ شروع کیا۔ میں ان کا مطالعہ عالم فاضل بننے کے لئے نہ کرتی تھی، بلکہ تحقیق حق میرا منشا تھا میرے دل میں خدا تعالےٰ کے ایک مخلص اور صادق انسان کی طرح عبادت کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی تھی۔ میں نے بدھ مذہب کو سمجھنے کی کوشش کی، لیکن ناکامی کا سامنا ہوا۔ عیسائیت کی طرف جو مجھے میں نہایت سیدھی سادی معلوم ہوئی رجوع کیا۔ اس سلسلہ میں میں نے عیسائی پادریوں سے تعلق پیدا کیا۔ تاہم مجھے کوئی ایسا راستہ نہ ملا جس سے میں دورِ حاضرہ میں عیسائیت کی ایک مخلص اور صادق تبع بن سکوں۔ گویا بڑے بڑے دلائل و براہین

پیش کئے جاتے تھے۔ لیکن میں عیسائی گرجوں کی لاتعداد فرقہ بندیوں میں ذاتی اغراض اور شخصی مطالب برآری کے سوا اور کچھ نہ دیکھ سکی اور بائبل تا اُمید ہو کر دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ کیونکہ ویدوں کا فلسفہ ایک ایسے دماغ کے لئے جو مذاہب کی کمزوریوں سے مضطرب اور متنفر ہو چکا ہو۔ ایک کافی وافی سہارا تھا لیکن ویدوں کی فلاسفی بھلا ہندوؤں کے لئے کیسے مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جہاں تک عملی زندگی اور حقائق کا تعلق ہے۔ ہندو منوجی مہاراج کے زمانہ سے لیکر آج ویدانت سے اتنے ہی دور ہیں جتنا کہ اک فرضی مخلوق سے دور ہے۔ جس کا چاند میں ہونا عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ ویدوں کی پیروی کے لئے ایک ہندو پر لازم ہے کہ یا تو وہ موجودہ ہندو مذہب سے کنارہ کش ہو جائے یا تمدنی مصلح بنکر ان بے شمار فرقوں میں ایک اور فرقہ کا اضافہ کرے جس کے اندر زمانہ حال میں ہندوستان ڈوبا جا رہا ہے۔ ہندوؤں کی حالت قابل رحم ہے۔ بڑی بڑی خامیاں اور نقائص روز افزوں ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ ان پر دوسرے مذاہب کے پیرو تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ہندو خود ان کو آشکارا کرتے رہتے ہیں۔ گاندھی مہاراج ہریجنوں کے لئے اپنی زندگی کو مہلک خطروں میں کیوں ڈالتے ہیں؟ مجلس قوانین کے ذریعہ بیوگان کی شادی کرنا جائز کیوں قرار دیا گیا ہے؟ سلطنت برطانیہ کے ایک قانون کے تحت رسم ستی کو کیوں روکا گیا؟ تمام تمدنی اصلاحات کو مجالس قوانین ساز کے ذریعہ کیوں دائرہ عمل میں لایا جاتا ہے؟ اس مذہب کا فائدہ ہی کیا۔ جو دماغی نشوونما اور تمدنی اصلاحات کو دوسری تمام برائیوں سے محفوظ رکھنے سے عاجز ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے سچے مذہب اسلام کو قبول کرنے میں کتنی خوشی ہوئی ہوگی! اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس کے عقائد کو اس کے پیرو ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہوں۔ آخرکار میں نے صداقت کو پالیا ہے۔ میں بہت ہی خوش ہوں اور میری روح مطمئن ہے۔ کیا ہم آج کسی ایسی مذہبی یا تمدنی اصلاح کے درپے ہیں جن کی تائید قرآن پاک سے نہیں ہو سکتی؟ کیا ہمارے آقا نامدار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام روحانی رہنماؤں میں کی ایک ایسی شخصیت نہیں جنہوں نے آزادی اخوت و مساوات ایسے نادیں اصول بتائے ہیں جن کے ذریعہ ہم صراط مستقیم پر چلکر نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ صرف اسلام ہی دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے جو روزمرہ کی زندگی میں ہمارا سچا رہنما ہو سکتا۔ کیا دنیا میں سوائے

اسلام کے کوئی ایسا مذہب ہے جس میں خدا کا نام عالمی زبان میں ہو۔ اللہ کا لفظ تمام مسلمانوں کے لئے خواہ وہ چینی ہوں یا ہندی یکساں ہے۔ السلام علیکم تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی ہونے کا سبق دیتا ہے۔ خواہ وہ کسی قومیت اور کسی ملک کے ہوں اور ان کی کوئی زبان ہو۔

کیا دنیا میں کسی مذہب کی الہامی کتاب اپنی فراخدلی اور فیاضی پر ناز کر سکتی ہے اسوائے ہمارے قرآن کریم کے جس میں ہر ایک مسلمان کو کہا گیا ہے کہ ان کے لئے تمام پیغمبروںؑ پر ایمان لانا ضروری ہے

صرف اسلام ہی انصاف، انسانیت اور آزادی کا مذہب ہے، جس کی مثال اور کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا ہم کو اسلامی اصولوں کے ماتحت جائداد پر قابض ہونے کے لئے کونسل و قانون کے دروازے کھٹکھٹانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ تمام قوانین جو آج سے ۱۳۰۰ سو سال قبل ہم مسلمانوں کے لئے اتارے گئے تھے آج بھی ویسے ہی مفید ہونے کی طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اس زمانہ میں رکھتے تھے۔ آج کل مذاہب عالم جس مقصد کو اپنا نصب العین بنا کر اخلاقی اور تمدنی امعاشرتی فوائد کے لئے سرگرداں ہیں۔ وہ تمام فوائد مسلمانوں کے لئے جس دن سے قرآن مجید نازل ہوا موجود ہیں۔

میرے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ میں کسی ایسے مذہب میں رہتی جو ہماری موجودہ اور روزمرہ کی زندگی سے کوسوں دور ہو۔ میں کس طرح ایک مخلص ہندو یا عیسائی ہو سکتی تھی۔ جبکہ انسانی اصول اور تہذیب مجھے ان مذاہب کی تعلیمات کے بالکل مخالف کھڑے کرتے ہیں، اگر کوئی مذہب ہم کو روزمرہ کی زندگی میں تسکین نہیں دے سکتا تو کیوں اس مذہب کو مذہب کے نام سے موسوم کیا جائے۔ یقیناً ایسے تمام مذہب نامکمل ہیں۔ اگر ان میں ذرہ بھر بھی صداقت موجود تھی۔ تو وہ بھی اب زمانہ سے مفقود ہوتی جاتی ہے میں نے اس صورت حال کو محسوس کیا اور اس پر غور کیا تو میرے لئے اسلام قبول کرنا ضروری ہو گیا کیونکہ میں نے اس میں تمام صداقتیں دیکھی ہیں اسلام میں وہ ہر ایک بات پائی جاتی ہے۔ جس کے دوسرے تمام مذاہب کے پیرو متلاشی ہیں اسلام میں وہ سب کچھ موجود ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ یا کرنا چاہتے ہیں۔ میں یقین واثق سے کہتی ہوں کہ کوئی دوسرا مذہب اصلاح اور خوشی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ سوائے اسلام کے جو خدا کی سچی محبت انسانیت کی سچی الفت اور حقانیت پر مبنی ہے۔ اسلام کی کسی

قسم کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ اسلام اپنے بنیادی اصول وحدانیت، حقانیت اور اخوت و مساوات بڑے معقول موثر مفید اور فطری ہیں۔

"جو شخص بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے جلیل القدر پیغمبر کی حیات مقدسہ آپؐ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے، یہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے کس طرح اپنی دعوت کو پیش کیا اور کس طرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ اس کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبرؐ کی عظمت اور عزت اپنے دل میں محسوس کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسولوں میں بڑی ہی عزت والے رسولؐ تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں آپ میں سے اکثر اصحاب شاید اس سے واقف بھی ہوں۔ لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپؐ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبیؐ کی نئی عظمت اُجاگر ہو جاتی ہے۔"

—— مسز اینی بیسینٹ

شیخ خالد شیلڈ مسلم مشنری انگلستان

زندہ جاوید مذہب

مجھے اپنے والدین کے حکم سے چرچ آف انگلینڈ کے قواعد کی سختی سے پابندی کرنا پڑتی تھی۔ سات سال تک میں گویا بنا رہا۔ ہمارا پادری ایک ایسا شخص تھا جکی میں اب بھی ہر طرح عزت کرتا ہوں۔ وہ راستباز، متحمل مزاج خطا بخش ... حشیم پوشش ... صادق الوعد تھا لڑکپن کے زمانہ میں مذہب کی طرف سے مجھے کوئی دکھ نہیں پہنچا۔ میری عبادت گویا خود کار آلہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے بعد مجھے دنیا کی مصروفیات نے آن گھیرا اور بالکل نئے ملائق سے واسطہ پڑا۔ میرے بچپن کے ساتھی دہریہ اور رومن کیتھولک عیسائی تھے۔ اس لئے میرے اور ان کے درمیان روزمرہ مباحثات کا سلسلہ گرم رہتا ان مباحثات میں پہلی دفعہ میرے عقائد پر حملہ ہوا چونکہ اس میں بہت حد تک متزلزل ہوگیا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے رفقاء کے اعتراضات کو رد کرنے کے لئے ... تحقیق و دریافت کرنی کی قسم کھالی۔

اس تردد اور پریشانی کی حالت میں میں نے پڑھنا اور مسیحی درسوں میں جانا شروع کیا مجھے معلوم ہوا کہ میں کسی ایک بیان کردہ اقوال پر ایمان نہیں رکھتا، میں نے رد عیسائیت کی کتب کا مطالعہ کیا جس سے میرا ایمان خطرے میں پڑ گیا۔ میں متقدور بھر تمام مذہبی فرقوں میں جا کر ان کا مطالعہ کرتا۔ اور ان سب کی تواریخ اور تعلیمات پر غور کرتا رہا۔ اس جدوجہد میں صرف ایک فرقہ نے میری توجہ کو مبذول کیا یہ یونیٹرین چرچ کا فرقہ تھا۔ تاہم میں تثلیث کا پہلے سے معتقد ہونے کے باعث ضد اور ہٹ کی وجہ سے ابھی تک نہایت شوق، مستعدی بلکہ سرگرمی سے اسی آرزو میں مطالعہ کرتا رہا کہ مجھے پختہ یقین ہو جائے کہ عیسائیت ہی ایک سچا مذہب ہے اور دوسرے مذاہب باطل ہیں۔ میں

ابھی تک دوسرے مذاہب اور فرقوں کے بالکل خلاف تھا۔ اور میرے اس مطالعہ میں تنگ دلی، کم ظرفی اور خشک مزاجی کا رنگ غالب تھا۔ بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ مذہب جسے میں نے اپنی فطرت اور عقل کے مطابق ہونے کی وجہ سے اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے عیسائی گرجوں کی تعلیم سے مختلف ہے سب سے پہلے میں نے محسوس کیا کہ گرجوں نے مجھے تعلیم دی کہ میں گناہ کی وجہ سے عمل میں آیا ہوں اور یوں انہوں نے میرے قریب ترین اور سب سے زیادہ پیارے رشتہ دار والدین کی سخت توہین کی ہے۔ میں نے پڑھا کہ وہ دونوں میری پیدائش کی خاطر ایک گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بھلا میں اس بات کو مان کر ان کا بیٹا کہلا سکتا تھا؟ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ میں خود فطرتاً گنہگار ہوں۔ اور میں گناہ کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنی فطرت کے لحاظ سے اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق بہت زیادہ گناہ کرکے اور ایک بہت بڑا گناہگار بن کر خدا تعالےٰ کی رضا کا موجب ہوں گا۔ کیونکہ اس نے گناہ کو میری فطرت اور خلقت کا ایک لازمی جزو بنایا ہے۔ انسانی سرشت کا یہ نقشہ کس قدر بھدا، بھیانک اور مضحکہ خیز ہے، اور اس انداز فکر میں خالق حقیقی کی تدبیروں کی کیسی تحقیر و توہین کی گئی ہے؟ نیز خود اللہ تعالےٰ پر کتنا بڑا افترا اور کفر باندھا گیا ہے علاوہ ازیں مجھے یہ بھی تبلایا گیا کہ میں گناہگار ہونے کی وجہ سے تا حال دوزخ کا کندا ہوں جس کی تصویر اس میں کھولتا ہوا پانی اور گندھک کی وجہ سے انتہائی مہیب اور ڈراؤنی ہے اگر میں بپتسمہ لئے بغیر مر جاؤں تو میرے بچاؤ کی خواہ میں معصوم بچہ ہی کیوں نہ ہوں۔ کوئی صورت نہ ہوگی۔ اور میری روح فنا کر دی جائے گی۔ یہ عقیدہ اسلام کی اس تعلیم کے کس قدر خلاف ہے جو بعد میں مجھے معلوم ہوئی کہ تمام بچے فطرتی مذہب کے خواص لے کر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ انہیں عیسائی، یہودی، ہندو یا مسلمان بنا لیتے ہیں"

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے عیسائیوں کے متذکرہ صدر اعتقاد کی کافی تردید ہو جاتی ہے۔

مجھے بائیبل کی مختلف آیات سے معلوم ہوا کہ خداوند خدا، رحیم و کریم خالق نہیں بلکہ ایک خونخوار دیو ہے جس نے ایک ادنیٰ اور حقیر انسان کی عامیانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تمام انسانیت کو تباہ کر دینا چاہا۔ مجھے یہ اعتقاد رکھنے کی تلقین کی گئی۔ کہ خدا تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کرنے کے بعد یہاں تک اس کام کو بگاڑا کہ اس نے یہودیوں کے سوائے تمام دوسری قوموں کو تباہ کر دینا چاہا۔ اسی خیال کی بنا پر یہ فرضی حکم بھی اس کی پاک ذات

کی طرف منسوب کیا گیا۔ سو گویا اس نے یہودیوں کی برگزیدہ قوم کو دیا۔ اور ان کو کہا کہ بنی نوع انسان میں سے ہر ایک فرد کو قتل کر دو۔ اور ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہ رہنے دو۔ کیا میں اس بات پر ایمان لا سکتا تھا؟ ہرگز نہیں، کبھی نہیں! خدا ان لوگوں کو معاف کرے جو اس کی اس طرح ہجو کرتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار پیغمبر دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے مگر انسان ضدی واقع ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ابدی جہنم میں دھکیل دینا چاہا جس سے نجات کی صرف ایک ہی شرط تھی جو یوں پولی کی (نقل کفر کفر نباشد) خداوند کے اکلوتے بیٹے نے نسل انسانی کی حمایت کی اور خداوند باپ اس پر رضامند ہو گیا کہ اس کا بیٹا بطور قربانی ہلاک ہو جائے اور اس کے معصوم کندھوں پر تمام دنیا کے گناہوں کا بوجھ لاد دیا جائے۔ اس عقیدہ سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ خداوند اپنے انسانیت پرست بے قصور بیٹے کے قتل کا مجرم ہے مگر اس نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ صرف اپنے اندھا دھند غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے!

اس عقیدہ کے بانیوں نے خدا کو ظالم (قاتل) کی صورت میں پیش کیا ہے وہ نہایت سخت کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پھر یہ عقیدہ کس قدر جہالت پر مبنی ہے کہ خداوند خدا کا اکلوتا فرزند یسوع مسیح اس شرط پر کسی کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا کہ وہ اس کے نجات دہندہ خون پر ایمان لائے، اور اس وقت یہ گیت گایا جاتا ہے کہ بّرہ کے خون سے پاک کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ کیا کبھی ایسا ہُوا ہے کہ کسی پادری یا کسی کفارہ کے معتقد نے کسی مقتل میں جا کر خون سے غسل کیا ہو۔ اور پھر وہ پاک ہو گیا ہو یہ بہت ہی قابل نفرت خیال ہے اور جہالت کی یادگار ہے جو بیسویں صدی کے دل و دماغ کے شایانِ شان نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ آج کا پڑھا لکھا انسان اس پر کیونکر ایمان لا سکتا ہے۔ پھر یہ عقیدہ کہ باری تعالیٰ نے کوئی بیٹا اپنا متبنّٰی بنایا۔ اور اس کو انسانی خواہشات عطا کیں۔ یہ بھی میرے خیال میں ایک کلمہ کفر ہے۔ نیز یہ کہ اگر کوئی شخص اس بنیادی عقیدہ پر ایمان نہ لائے تو اسے مورد تعزیر خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ اللہ خدا کی ذات اقدس کا یہ تصور کس قدر ہولناک ہے۔ حالانکہ آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ہی کہا گیا ہے۔ مگر عیسائی ہم سے یہی منوانا چاہتے ہیں۔ کہ یسوع ؑ ہی اس کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ان اعتقادات کی رو سے خدا تعالیٰ گویا (نعوذ باللہ) اپنے بیٹے اور نسل انسانی کا سخت ترین دشمن ٹھہرتا ہے۔ انسان کو فطرتاً گنہگار پیدا کرنا خود اسے بھی ہوا و ہوس کا ہی شکار ثابت کرتا ہے

اور وہ تو ایک ایسا سخت جانب بغض و نفرت ثابت ہوتا ہے جو انسان کو کبھی کبھی ہی میسر آئی ہوگی کیونکہ ایسا کون باپ ہوگا جو اپنے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جان بوجھ کر اپنے ہی بیٹے کو قتل کر دے۔ میں نے دیکھا کہ جس وقت عیسائی مذہب بڑے عروج پر تھا۔ تو ہر شخص کو جو اپنی تسلی اور اطمینان کی خاطر ان عقائد پر جرح قدح کرتا...... یا تو اسے نار کی نذر کر دیا جاتا۔ یا قید کر دیا جاتا۔ بائبل کی تاریخ اور واقعات تدوین سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ نامعلوم الاسم مصنفین کا مجموعہ ہے۔ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا وغیرہ ان اناجیل کے مصنف نہیں جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بائبل میں بہت کچھ دستبرد اور تحریف و تبدل ان چند سالوں میں بھی عمل میں آیا ہے۔ علاوہ ازیں عیسائی مذہب کبھی بھی تحمل و بردباری اور برداشت کا...... مذہب ثابت نہیں ہوا۔ جونہی شہنشاہ قسطنطین نے اس مذہب کو قبول کیا اس وقت سے ہم دیکھتے ہیں کہ تثلیث پرستوں نے غیر مسیحیوں کو نہایت بے رحمی سے دکھ دینے شروع کر دیئے۔ الغرض جب کبھی اس مذہب کو عروج حاصل ہوا ہے تو جس کسی نے اس کے ساتھ اختلاف رائے کے اظہار کی جرأت کی تو اسے سخت مصائب کے شکنجہ میں کھینچا گیا ہے۔

متذکرہ بالا تمام باتوں نے میرے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ کلیسا کو بہ نسبت اس کے کہ وہ یسوع اور اس کی تعلیم پر کچھ بتائے۔ بائبل کے ان اصلی نسخوں کو تلاش کرنا چاہیئے جو فی الحقیقت ان ایام کے پیغمبروں اور مرسلین کے تصنیف کردہ ہیں۔ ورنہ عیسائیت ایک نامعلوم اور غیر معتبر کتاب کو یسوع کے مشن کی شہادت میں پیش کرنے کی وجہ سے ایک غلط مذہب ثابت ہوتا ہے چنانچہ یہ مذہب اسلام سے کس قدر متغائر ہے جس کی پاک کتاب قرآن مجید انسانی دستبرد سے محفوظ ہے اور ابھی تک اپنی حقیقی صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ قائم ہے۔

مجھے ڈبلیو سٹوارٹ راس جیسے زبردست مصنف سے جو صلاح الدین غازی اسلام کا اس قدر مداح ہے کہ اس نے اپنا اسلامی نام بھی صلاح الدین رکھا۔ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ اس تصور سے جو عیسائیت نے پیش کیا ہے۔ بلند تر اعلیٰ تر ہے۔ اور اگر اس عالم میں کسی اعلیٰ طاقت (خداوند تعالیٰ) کی ہستی ممکن ہے (اور میں اس سے کبھی منکر نہیں ہوا) تو وہ ان عاجزانہ اور غریبانہ تصویروں سے کہیں بڑھ کر ہوگی جو کہ بائبل نے پیش کی ہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی شکل و صورت کے عین مطابق اس کا صحیح انعکاس

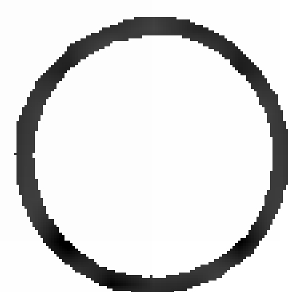
ہماری فطرت میں ہے تو وہ اعلیٰ نقشہ اسلام نے ہی ہمارے آگے پیش کیا ہے" اس زبردست اہل قلم کے ذریعہ میں نے بدھ مذہب کا بھی مطالعہ کیا۔ مگر وہ مذہب مذہب نہیں بلکہ نرا خشک فلسفہ ہے ایک شخص جو کشکول ہاتھ میں لے کر بدھ مت کے بھکشو کی طرح دربدر بھیک مانگتا پھرے۔ یا یسوع کی طرح سیاح نوردی میں زندگی بسر کرے تو آج کا کون انسان اس پر عامل ہوگا۔ اگر یسوع دوبارہ دنیا میں آئے اور ویسے ہی ایک بھکاری کی زندگی اختیار کرے تو کیا دنیا اسے قبول کرے گی نہیں آج اسلام ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو انسان کو زندگی کی ممتاز اور معزز راہیں دکھائے۔

مجھے ایک ایسے مذہب کی ضرورت تھی جو قابل عمل ہو۔ نرے فلسفہ محض خیالات اور صرف خوابوں کا مذہب نہ ہو۔ نہ ہی اس کو اپنا کر دوسرے لوگوں سے قطع تعلق کرنا پڑے اور مجھے ایک ایسے دستور العمل کی ضرورت تھی جس پر چل کر میں ہر آن دوسروں کے لئے اور نیز اپنے لئے مثل نمونہ بن جاؤں۔ میں نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے دیگر مذاہب کا بغور مطالعہ کیا۔ بالآخر مجھے معلوم ہوا کہ میرے اپنے خیالات جو ایک عقیدہ کی صورت میرے ذہن نشین ہو گئے تھے۔ ہوبہو اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ میں اس نتیجہ پر اس وقت پہنچا تھا جبکہ ابھی تک میں نے کسی مسلمان کی لکھی ہوئی کوئی کتاب پڑھی تھی، نہ کسی مسلمان سے ملاقات کا موقعہ میسر آیا تھا۔ میں نے اسلام پر عیسائی مصنفین کے متواتر حملوں کو دیکھا اور اپنے آپ سے سوال کئے کہ یہ لوگ اسلام سے اتنے مخالف کیوں ہیں؟ اسلام نے وہ کونسی تعلیم دی ہے جس کی وجہ سے وہ کلیسا کا ایک زبردست دشمن ٹھہرا ہے" میں نے جہاں تک ہو سکا تمام کتابیں مہیا کیں۔ مگر وہ سب کی سب عیسائی محققین کی لکھی ہوئی تھیں۔ انہی کتابوں سے اپنے دل میں اصل معاملہ کو حل کر لینے کے بعد، دس سال قبل اس حقیقت پر پہنچ گیا کہ اسلام برحق دین ہے اور پہلا مسلمان جس سے مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا، ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی اس نے خود بھی عیسائیت سے توبہ تائب ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے ساتھ گفتگو کرنے اور نہایت تحقیق و تدقیق کے بعد میرے تمام شکوک رفع ہو گئے اور میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

اسلام عروج اور ترقی کی طرف لے جانے والا مذہب ہے۔ اس لئے دنیا کو بھی اس عروج کی طرف جانا اور روشن ضمیر ہونا چاہیئے تا وہ پاک وصاف اور اعلےٰ کردار کی مالک ہو جائے۔ دوسری طرف عیسائیت کا جہاں تک

تعلق ہے اس نے ہمیشہ لوگوں کے فہم و ادراک کو کچلنے اور دبانے کی کوشش کی ہے اور اسے آگے بڑھنے نہیں دیا یسوع کی زندگی کا بھی ہمیں کوئی حال معلوم نہیں اس لئے وہ ہرگز ہمارا رہبر و رہنما نہیں ہو سکتے مگر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک ایک دن کا حال ہم پر پورے طور پر منکشف ہے۔ تیرہ برس تک آپ کو طرح طرح کے دکھ اور اذیتیں دی گئیں آپ نے صبر و استقلال اور برداشت کی عمدہ مثال قائم کی پھر غالب آ کر بھی ایسی حالت میں جبکہ آپ کے دشمن آپ کے قدموں میں پڑے تھے اور آپ کو اپنا انتقام لینے اور ان کو تباہ برباد کر دینے کا پورا پورا اختیار حاصل تھا آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ کوئی شخص رحم دل اس وقت کہلا سکتا ہے جب اُسے انتقام لینے کا پورا موقعہ اور طاقت میسر ہو۔ تو وہ معاف کر دے ہم جانتے ہیں کہ آپ کو غرور کا احساس تک بھی نہ تھا کیونکہ آپ بادشاہت کی حالت میں بھی خود اپنے گھر میں جھاڑو دیتے اور خود اپنی جوتیاں کو گانٹھتے تھے آپ نے اپنا تمام مال و دولت محتاجوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کر دی اور آپ کی زندگی پیدائش سے لے کر مرنے تک دنیا کے لئے نمونہ تھی۔ اسلام نے ہمیں ایثار اور نیک کاموں کی ہدایت کی ہے یہی وہ پاکیزہ شعار ہیں جو ہمیں بہشت کا وارث بنا سکتے ہیں نرا زبانی ایمان اور اقرار کسی کام کا نہیں۔ اگر اس کے ساتھ نیک اعمال نہ ہوں۔ خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور تمام انسانوں کی باہمی اخوت و برادری، اسلام کے ہمہ گیر بے نظیر اصول ہیں یہ ایسا اصول ہے جس پر مسلمانوں کو فخر کرنا چاہیئے مجھے مسلمان ہونے پر کبھی بھی کوئی افسوس نہیں ہوا۔ اور نہ ہی میں خدا اور اپنے پاک رسول صلعم کا دامن پکڑنے پر کبھی شرمندہ ہونگا

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ



"اسلامی عبادت و ریاضت میں انتہائی خضوع و خشوع اور سادگی و خلوص کو دیکھ کر مجھ میں یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ اسلام دنیا کا اعلےٰ ترین مذہب ہے"

مسٹر ایچ ہچنسن۔ ہملٹن۔ انگلستان

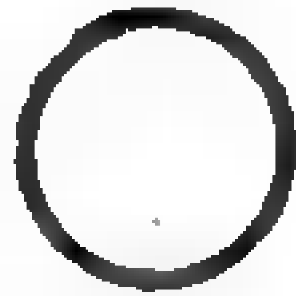
مسز کیسیلیا محمودہ کو توالی از آسٹریلیا

عقلی اور فطری دین

ابتداءً یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ میں اسلام سے متعارف نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی مبادیات کے مطابق ایک مسلمان کی حیثیت سے گزر بسر کر رہی تھی۔ اسی وجہ سے میں مسلمان ہو سکی ہوں۔ میں اوائل عمری ہی کثیر وجوہ کی بنا پر عیسوی عقیدوں کو چھوڑ چکی تھی۔ غالب وجہ یہ تھی کہ ان عقیدوں کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی۔ جب کبھی میں بڑے سے بڑے نام نہاد روحانی پیشوا سے لیکر عامی شخص سے لا ینحل عقیدوں کا جواز اور حل طلب کرتی۔ تو مجھے یہی ایک جواب ملتا۔ کہ عقائد دین پر جرح قدح جائز نہیں۔ مذہب کو عقل کے ناقص پیمانوں پر ماپنا گناہ ہے محض ان پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔ اس وقت مجھ میں یہ کہنے کی جرأت نہیں تھی کہ وہ باتیں جو عقل کے سراسر خلاف ہوں کیسے تسلیم کی جائیں

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو مسیحی کہلاتے ہیں، اس قسم کے خلاف عقل معتقدات کو نہیں مانتے یہی وجہ تھی کہ میں رومن کیتھولک چرچ اور اس کے عقائد کو چھوڑ کر ایک خدائے برحق پر ایمان لے آئی اس خدا پر جس کو ماننا کلیسا کے تین خداؤں کو ماننے کی نسبت آسان تر ہے۔ زندگی کے بارے میں مسیحی سربستہ معتقدات کی تعلیمات کے مقابلہ میں میرے نقطہ ہائے نظر وسیع تر ہو گئے تھے اور میری زندگی کلیسائی تحکمات ایسی قید و بند سے آزاد ہو گئی تھی جہاں کہیں میری نظر اٹھتی تو ہر جگہ قادر مطلق کی قدرت نمائی کا انکشاف ہوتا۔ پھول پھلوں، درختوں جانوروں کے تخلیقی عجائب و غرائب دیکھ دیکھ کر محو حیرت رہتی۔ مسیحی تعلیمات کے برعکس اب میرے نزدیک نوزائیدہ بچہ ایک حسن، و اعجاز کی حیثیت رکھتا تھا مجھے

یاد ہے کہ میں بہت چھوٹی تھی اور نوزائیدہ بچوں کو بغور تعمق دیکھتی اور سوچتی تھی کہ یہ سب بچے شر اور سیاہ کاریوں کا مجسمہ ہیں۔ مگر اب میرے لئے یہ پاکی اور پاکیزگی کے گہوارے ہیں۔ زندگی معصومیت کا نام ہے۔ ایک دن میری لڑکی ایک اسلامی کتاب گھر لے آئی۔ یہ بڑی دلچسپ تھی۔ بعد ازاں ہم نے اسلام کا مطالعہ کیا بہت سی کتابیں پڑھیں اور بہت جلد ہم پر یہ بات آشکارہ ہوگئی۔ کہ فی الحقیقت اسلامی تعلیمات ہی ہمارے نظریات کے عین مطابق ہیں۔ جب میں عیسائی عقائد رکھتی تھی تو ہمیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ اسلام بڑا مضحکہ خیز ہے۔ مگر اس کے مطالعہ کے بعد مجھے انکشاف ہوا کہ یہ مذہب بڑا ہی سنجیدہ معقول اور فطرتی ہے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد میں نے مسلمانوں سے رابطہ پیدا کر لیا۔ جو جو مذہبی باتیں میری سمجھ میں نہیں آیا کرتی تھیں۔ ان سے ان کے بارے میں گفت و شنید سے عملی طور پر مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اور مجھے اپنے سوالوں کے کافی شافی جواب مل گئے۔ مسیحی لوگوں سے سوال و جواب کرتے وقت مجھے جس محرومی اور شکستگی سے واسطہ پڑتا تھا، وہ صورت حال یہاں نہیں تھی۔ اسلام کے بغور مطالعہ اور تحقیق بلیغ کے بعد ہم دونوں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے اپنا نام محمودہ اور میری لڑکی نے رشیدہ رکھ لیا جب مجھ سے سوال کیا جاتا کہ اسلام کی کونسی چیز نے مجھے متاثر کیا ہے تو میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تاثیر آفریں چیز اسلامی دعائیں ہیں۔ کیونکہ عیسائی مذہب میں بوسیلۂ مسیحؑ۔ اللہ سے اس لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں کہ دنیاوی نعمتیں راحتیں اور وظائف و لطائف میسر ہوں۔ مگر اسلام میں قادر مطلق کے حضور اس کی عطا کردہ فیض و برکات کے اظہار تشکر میں دعائیں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا علیم و خبیر ہے ہماری منفعت کے لوازمات سے بکلی باخبر ہے اور وہ بن مانگے ہمیں اپنی ضروریات سے متمتع فرماتا ہے۔



"اسلام کی رو سے مرد اور عورت بلاواسطہ مساوی طور پر قرب خداوندی حاصل کر سکتے ہیں۔ فطرت کا یہی تقاضا ہے۔"

مسز جے۔ سی۔ پرارا۔ سیلون

اسمٰعیل رسیلا جیزرسکی از پولینڈ

اسلام ماڈرن مذہب ہے

میں آٹھ جنوری ۱۹۰۰ء کو کراکو (پولینڈ) میں پولستان کے ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوا۔ میرے والد صاحب دہریہ تھے۔ مگر وہ رواداری کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو رومن کیتھولک مذہب میں تعلیم دلوانا پسند نہ کیا۔ پولستانی لوگوں کی اکثریت بالعموم اسی مذہب کی پیرو ہے میری والدہ بھی اسی مذہب کی قائل ہیں۔ اس طرح بچپن میں میرے دل میں مذہب کی حقیقی قدر و منزلت پیدا ہوگئی۔ اور میرے نزدیک انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔

میرے والدین کے گھر کا دوسرا نمایاں پہلو اس کا وسیع المشرب ماحول تھا میرے والد اگرچہ ایک شاہی خاندان کے فرد تھے۔ مگر وہ عیاش طبع طبقہ کو برا سمجھتے۔ مطلق العنانی اور متشددجارحیت سے متنفر تھے اور امن عامہ کے لئے شر انگیز انقلاب پسند نہیں کرتے تھے جس ترقی کی بنیاد ماضی کی وراثتی روایات پر مبنی ہوں اس کی وہ بڑی تعریف کرتے تھے۔ وہ ایک میانہ رو شائستہ انسان کا اصلی نمونہ تھے۔ اسی وجہ سے مجھ میں آزاد منش طبیعت پیدا ہوگئی۔ میں نے بالخصوص معاشرتی مسائل میں بڑی دلچسپی لی۔ معاشرتی۔ سیاسی، اقتصادی اور سماجی زندگی کی مختلف الجھنوں کے حل تلاش کرنے کے لئے میں نے ہمیشہ میانہ روی سے کام لیا۔ میں نے یہ بات ہمیشہ محسوس کی ہے کہ انتہا پسندی بنی نوع انسانی کی اکثریت کی فطرت کے خلاف ہے اور یہ کہ بالآخر صرف مصالحت اور میانہ روی ہی انسانیت کی حفاظت کر سکتی ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ ایمان تھا کہ انسانی معاشرہ کی تنظیم ایک باضابطہ آزادی کے تحت قائم ہونا چاہیئے۔ دوسرے معنوں میں یہ تنظیم ایسے ضابطہ پر قائم ہو جو آزادی کی قدر کرے مزید براں روایت اور ترقی میں ایک بین تعلق کا ہونا یعنی یہ کہ واقعی امور میں

روایات کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ کوئی تعجب نہیں ہے کہ میانہ روی کے جذبہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب میں ایک میانہ روش انسان بن گیا ہوں اور مجھے ترقی پسند معقول پرست آدمی کہا جا سکتا ہے

سولہ سالہ نوجوان کی حیثیت سے میں پاک معصوم رومن کیتھولک چرچ کے تعلیم کردہ عقائد کو حتمی طور پر چھوڑ بیٹھا تھا۔ تثلیث، استحالہ عشائی خدا اور بندے کے درمیان پادریوں کے توسل، پوپ کا تقدس اور طلسمی لفظوں اور اشاروں کی تاثیر پر میں ایمان نہیں لا سکتا تھا۔ اپنے آپ کو حضرت مریمؑ، ولیوں، آثاروں، تصویروں، مجسموں اور دوسری چیزوں کی پرستش کے قابل نہ بنا سکا۔ بالآخر میں نے اپنا مادری مذہب چھوڑ دیا۔ اور مذہبی دنیا سے کنارہ کش ہو گیا۔

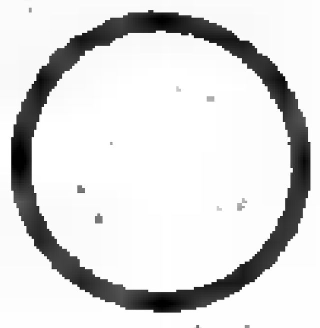
دوسری جنگ عظیم مجھ میں مذہبی نشاۃ ثانیہ کا باعث ہوئی۔ اللہ تعالٰی نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ انسانیت کو نصب العین کی ضرورت ہے اگر بربادی اور استیصال سے اپنا بچاؤ منظور ہے۔ تو نصب العین کو کسی صورت چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ایک طرف مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ صرف مذہب ہی ہے جو دنیا کو کوئی نصب العین عطا کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف مجھ پر یہ عقدہ کھلا کہ جس مذہب کے عقائد اور رسوم عقل کے خلاف ہوں اُن سے عصر حاضر کا انسان ہرگز ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں میں نے محسوس کیا کہ انسانیت کی رہنمائی صرف وہی مذہب کر سکتا ہے جو شخصی اور اجتماعی زندگی کا کامل اور مکمل ضابطہ پیش کرتا ہو۔ سچائی کی تلاش اور اپنے روحانی مقام کی پہچان کے لئے میں نے مختلف مذاہب کے نقطہ ہائے نظریات کا مطالعہ کیا۔ کیکریت (فرقہ خائفین)، یونیٹیریزم، بدھ مت اور بہائی مذہب کی تاریخ اور اصول کا بالخصوص مطالعہ کیا۔ مگر کوئی مذہب مجھے اچھی طرح مطمئن نہ کر سکا

فی الآخر میں نے اسلام کا مطالعہ کیا۔ مجھے ایک چھوٹا سا کتابچہ ISLAMO ESPERAN TISTE RIGARDATA نامی ملا۔ جسے ایک انگریز مسلمان مسٹر اسمٰعیل کون ایونس نے جگت بھاشا میں لکھا تھا۔ ۱۹۴۹ء کی فروری میں اس کتابچے کو پڑھ کر میرے کان صدائے حق کے لئے وا ہو گئے۔ پھر مجھے دار تبلیغ اسلام قاہرہ کی طرف سے ایک چھوٹا سا کتابچہ (ISLAMO CHIES RELIGIO) الدجائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت

اسلام لاہور پاکستان کی طرف سے مولانا محمد علی صاحبؒ کی بعض کتب (تفسیر قرآن انگریزی - دی ریلیجن آف اسلام، دی لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ اور دی نیو ورلڈ آرڈر) موصول ہوئیں۔

میں نے مذہب اسلام کو اپنی عقل اور ان خیالات کے مطابق پایا۔ جن کے زیر اثر میں نے بچپن سے تعلیم پائی تھی میں نے اسلام کو کامل اور مکمل ضابطہ حیات پایا۔ اس دنیا میں خدا کی حاکمیت اور بادشاہت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس میں اتنی لچک ہے کہ وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق بآسانی ڈھل جاتا ہے۔ ثقافت اور عمرانیات کے تھیوریسٹ (نظری ماہر) کی حیثیت سے اسلام کے معاشرتی اصولوں خصوصاً مسئلہ زکوٰۃ، قانون وراثت، حرمت سود، جارحانہ جنگوں کی ممانعت، خلیفہ حج اور تعدد ازدواج کے اصول وغیرہ سے میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ یہ اصول اشتراکی اور سرمایہ داری نظامت کے مابین الامور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حکومتوں کے باہمی تنازعات کے معقول حل پیش کرتیں یہی نظریات امن پسندی کو تقویت دیتے اور دنیا جہان کے تمام مسلمانوں میں خواہ وہ کسی حسب و نسب کی قوم یا کسی ملک کے تمدنی اور معاشرتی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں برادرانہ اتحاد واتفاق کا باعث ہیں۔ عائلی قوانین بڑے مستحکم اور حیاتیاتی و معاشرتی لحاظ سے قطعی مسلمہ ہیں۔ اور مغربی لوگوں کے چھوٹے اور سطحی اصول یک زوجگی سے زیادہ پائیدار اور حقیقی ہیں۔ اس اعلانِ اعتراف کے بعد خدا کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔



"قرآن کریم بلاشبہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے نسل انسانی کی رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے۔"

ڈیوڈ عمر نکلسن

میجر عبداللہ بیٹی۔ انگلستان

نیکی کا راستہ

بہت سے سال ہو گزرے غالباً ربع صدی بیت گئی ہوگی کہ برما کے دریاؤں میں چینی کشتی کے ذریعہ سفر کرنا میری روزانہ زندگی کا معمول تھا۔ اس کشتی کا ملاح ایک مسلمان تھا۔ اس کا نام شیخ علی تھا وہ چٹاگانگ کا رہنے والا تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا زیرک اور اپنے مذہب کے اصول و رسوم کا سختی سے پابند تھا۔ جس استقامت کے ساتھ وہ عبادت و ریاضت کیا کرتا اور جو ظاہری اخلاص و اخلاق اس کے معمولات میں نظر آتے ان سب سے نہ صرف میری نظر میں اسکی عزت و منزلت بڑھ گئی۔ بلکہ مجھے بھی اس مذہب کا شوق چرایا جس کی نیک غلامی کا شرف اس جیسے انسان کو حاصل تھا۔ ہمارے ارد گرد برمی لوگ آباد تھے جو بدھ مت کے پیرو تھے ان کو تقویٰ طہارت کا بڑا دعویٰ تھا جہاں تک میرا علم ہے، غالباً وہ دنیا میں مخیر ترین لوگ ہیں۔ مگر ان کے مذہبی آئین اور آداب میں کچھ نقص پایا جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ مندروں میں جایا کرتے تھے۔ اور وہاں پر بڑی عمر کے لوگوں کو آلتی پالتی مارے عقیدہ کے مطابق بھجن گاتے بھی دیکھا ہے ان کے عقائد جامد و بے جان تھے اور شیخ علی کے اپنے عقیدوں سے بالکل مختلف تھے جب ہم دریا کی تنگ گزرگاہوں میں کشتی پر بیٹھے ہوتے تو میں شیخ علی سے باتیں کیا کرتا۔ کچھ کہتا کچھ سنتا۔ جس چیز نے اس کو پاکیزہ مذاق عطا کیا تھا اور اسے پاک باطن اور پاکباز بنا دیا تھا۔ وہ اس کا اظہار دوسروں کے سامنے کھل کر نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا وجود اسلام کی الہامی قوت کا پرتو تھا

میں نے اسلامی تعلیم و تاریخ کی کچھ کتب خریدیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور

آپؐ کے کارہائے نمایاں کا مطالعہ کیا۔ بعض اوقات اپنے مسلمان دوست سے بھی تبادلہ خیالات کرتا اور مذہبی امور پر بحث کی جاتی پھر پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔ میں دوسرے بہت سے لوگوں کی طرح انڈین آرمی میں بھرتی ہو کر عراق عرب چلا گیا اور بلد مقدس کی دھرتی سے کوسوں دور ان عربوں کی بستی میں آ گیا۔ جن میں حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور مسعود ہوا اور جن کی زبان مبارک میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ ان دگر گوں حالات سے اسلام کی تفہیم و تحقیق کا اشتیاق بڑھ گیا۔ میں نے عربی زبان پڑھی اور ان لوگوں سے قریبی تعلق قائم کیا۔ جنہیں خدا تعالےٰ کی عبادت و ریاضت میں استغراق حاصل تھی۔ بشکر مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ خدا کی ذات واقعی واحد اور برحق ہے۔ بچپن میں میری تربیت عقیدۂ تثلیث پر ہوئی تھی۔ لیکن اب میرا راسخ عقیدہ یہ ہے لا الہ الا اللہ کہ خدا تین نہیں بلکہ ایک ہے میں مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت میں نے گرجہ جانا بالکل بند کر دیا۔ اور مسجد میں کبھی کبھی جایا کرتا تھا۔ سرکاری طور پر پولیس آفیسر کی حیثیت سے بھی جانا پڑتا تھا ۱۹۳۸ء اور ۱۹۴۲ء کے دوران میں فلسطین میں تھا۔ تو کھلے بندوں اسلام جو عرصہ سے میرا امن پسند مذہب تھا قبول کرنے کا اعلان کر دیا

یہ ایک بڑا ہی اہم دن تھا جب میں نے یروشلم شہر کے محکمہ شریعت میں مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ میں اس وقت جنرل سٹاف آفیسر کے عہدہ پر متعین تھا اس اعلان سے میری اقتصادی زندگی میں خوشگوار ردعمل پیدا ہوا

اس وقت سے پاکستان میں مقیم ہوں اور بفضلہ تعالےٰ اسلام کا پابند ہوں۔ اسلام پچاس کروڑ افراد کی عظیم ترین برادری ہے۔ اس سے تعلق رکھنا گویا خدا سے تعلق رکھنا ہے۔ موجودہ سالوں میں اگر میں اسلام کی صداقت کا اعلان اپنے وجود اور اپنے قلم کے ذریعہ کرنے کے قابل ہو ہوں تو اس نیک اور سیدھے سادھے شیخ علی کی وجہ سے جس کا تقویٰ اور طہارت مجھے خدا اور اسلام کی طرف لے آیا۔ دراصل ہم سب مسلمان پیدا ہوئے ہیں مگر میں انسانی کمزوری کی وجہ سے سیدھے سادھے راستہ سے بھٹک گیا تھا۔ میرے وجود اور قلم کی نیکیوں کے ساتھ ساتھ اس پاک طینت انسان کا نام بھی زندہ رہے گا۔

میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ آج میں عظیم الشان اسلامی برادری کا رکن ہوں۔ جب میں خدا کے حضور دعا کرتا ہوں تو ہمیشہ اس غریب ملاح کی سعید روح کی مغفرت کے لئے بھی التجا کیا کرتا ہوں جس کے نفس قدسی نے

اس کے سچے دین کے سرچشمہ یعنی خدا تعالےٰ کو پانے کی مجھے تڑپ دی

اللہ کی ذات کے سوا اور کوئی معبود نہیں

وہ زندہ خدا ہے ازلی ابدی خدا ہے۔

نہ اُسے تکان ہوتی ہے نہ اس پر نیند غالب آتی ہے۔

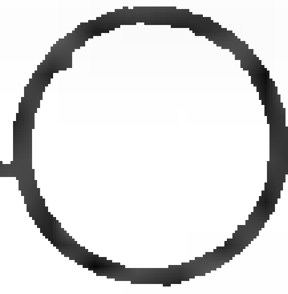
جنت اور دوزخ میں جو کچھ بھی ہے اس ایک خدا کی ملکیت ہے۔

تمام بھیدوں کی کنجیاں اس کے پاس ہیں

جو کچھ زمین میں ہے، ہوا اور پانی میں ہے اس کو دیکھنے والا ہے

بہاروں کا ماخذ ہے اور ہواؤں کا چلانے والا ہے

سمندر کی موجیں حباب اور لہریں اس کے علم میں ہے۔



"میں نے قدیم و جدید تمام مذاہب کا مطالعہ کیا - ایک دوسرے کا مقابلہ کیا - ان پر گہری تنقید کی - اور آہستہ آہستہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ اسلام برحق دین ہے اور کہ قرآن کریم میں رُوح کی نشو ونما تہذیب و تربیت اور ارتقاء کے لئے سب کچھ موجود ہے۔ مسجد کتنی حسین وسادہ ہوتی ہے۔ حج بیت اللہ کی تقریب کتنی عملی ہوتی ہے۔ جہاں کوئی امیر، امیر ہوتا ہے نہ کوئی غریب غریب بلکہ بارگاہ ایزدی میں سب کے سب برابر ہوتے ہیں رنگ و نسل، ذات پات اور ملک وملت کا کوئی امتیاز نہیں۔ فطری دین کی ان فطری باتوں نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا ہے" ——— کاؤنٹ ایڈورڈ گیوجا (اٹلی)

جارج فولٹ از انگلستان

اعلانِ حق

محترم خواتین و حضرات! آج کا دن میری زندگی کی سب سے بڑی مسرت کا دن ہے۔ کہ میں یوم میلاد النبیؐ صلعم کی تقریب کے موقع پر قبولِ اسلام کے اعلان کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اور آپ کے سامنے تمام تر عقل و شعور، سنجیدگی، متانت اور خوشی و مسرت سے کر رہا ہوں یہ محسوس کرتے ہوئے کہ آج میں دنیا جہان کے ہر رنگ و نسل کے لاکھوں انسانوں کی عظیم برادری میں شامل ہو رہا ہوں۔ ان انسانوں کی برادری میں — جو خدائے واحد کی عبادت کرتے اور یکساں طور پر تمام انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

میری پرورش ایک کٹر عیسائی گھرانے میں ہوئی میرے والد صاحب مقامی واعظ تھے اور والدہ صاحبہ کلیسا کی ایک سرگرم رُکن تھیں۔ میں نے عقائد کے لحاظ سے ان کی عزت و توقیر ہمیشہ محفوظ رکھی۔ اگرچہ میں جناب یسوعؑ کی پند و نصائح سے متفق ہوں لیکن نظریۂ تثلیث کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہو سکتا تھا۔ میرا یہ تردد مسیحی مذہب سے انحراف کا موجب ہوا اور مجھے اس سے اُلجھن اور تشویش پیدا ہو گئی۔

پچھلی جنگ عظیم سے تھوڑے دن پہلے ایک بزرگ شخص سے میری ملاقات ہوئی جن کی میں نے بڑی عزت کی۔ انہوں نے مذہب کی حقیقت مجھ پر واضح کی تفصیل و وضاحت کے ساتھ خدا تعالےٰ کی تفہیم اور شناسائی عطا کی۔ میں سپر چولسٹ چرچ میں شامل ہو گیا۔ کیونکہ یہاں بنی نوع انسان کو عالمگیر برادری کی تعلیم دی جاتی اور تمام رنگ و نسل اور مذہب کے لوگوں

کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ یہ تحریک مجھے زیادہ موزوں اور بہتر نظر آئی۔ ووکنگ میں رہائش اختیار کرنے سے میں وہاں کے سپر چولسٹ چرچ کا صدر بن گیا۔ اور اس بات پر زور دیتا رہا کہ وحدتِ نسلِ انسانی کی تعلیم جو تمام انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ میں دیتے رہے ہیں کلیسا کی تعلیم کا جزو ہے۔ اسی دوران میں شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام مسٹر ایس ایم طفیل سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان سے درخواست کی کہ کلیسا کے ایک اجلاس میں اسلام پر تقریر کریں۔ انہوں نے میری دعوت کو خوشی منظور کیا۔ تمام لوگ جنہوں نے ان کی تقریر سنی بے حد محظوظ ہوئے۔ اس وقت سے میں نے مسجد کی نمازوں میں کافی پابندی سے حاضری دی۔ مجھے بہت بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ نمازوں سے علاوہ میں سوشل اجتماعات میں بھی شامل ہوتا رہا وہاں بہت سے دلچسپ اور دلکش لوگوں سے ملاقات ہوتی ہیں۔ مسٹر اور مسز طفیل بڑے ہی مہربان اور انتھک میزبان ہیں۔ وہ میرے مخلص اور ذاتی دوست بن گئے ہیں۔ میں نے اُن سے مذہب سے متعلق پریشان کُن سوالات کئے۔ گر وہ ہمیشہ تحمل و برداشت اور عزت و تکریم سے پیش آتے رہے۔

آپ بخوبی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام میں میری شمولیت جلد بازی کا فیصلہ نہیں بلکہ میں نے اس معاملہ میں ایک لمبے عرصہ تک بڑی متانت اور سنجیدگی سے غور و فکر کیا ہے۔ اور اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں نے قبول اسلام کا اعلان اپنے محترم دوست ڈاکٹر ایم ڈبلیو اے قریشی صاحب کی موجودگی میں کرنا پسند کیا۔ انہوں نے مجھے بہت کچھ سمجھایا اور محبت کا اظہار کیا ہے۔ میں انہیں اپنا حقیقی اور مخلص بھائی سمجھتا ہوں، ایسا ہی میرا خیال ہمارے میزبان ڈاکٹر ایس ایم جان صاحب کے متعلق ہے۔ وہ بڑے مہربان دوست ہیں۔

میری یہ دلی خواہش ہے کہ میں حتی الامکان کسی نہ کسی طریق سے اسلام کی خدمت کروں اگر میں کسی خدمت دین کے کام آسکوں تو میرے لئے باعث فخر ہوگا۔

تلاشِ حق

جب لوگ اپنے پیدائشی مذہب کے بجائے کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ تو ان کے رجحانات عموماً جذباتیت، فلسفیانہ خیالات یا معاشرتی امور پر مبنی ہوتے ہیں۔ میرا مزاج ایک ایسے مذہب کا متقاضی تھا جو فلسفیانہ اور معاشرتی تقاضوں کو پورا کر سکے۔ اس غرض کے پیش نظر مَیں نے دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے دعاوی۔ ان کی کتب مقدسہ اور ان کے پیدا کردہ نتائج کا دقیق نظر سے مطالعہ کرنے کا تہیہ کیا۔

میں یہودی اور کیتھولک ماں باپ کے گھر پیدا ہوا۔ اور کلیسائے انگلستان کی روایات میں تربیت حاصل کی۔ ان کا پورا تجربہ مجھے انگلش پبلک سکول کے روزانہ معمول کے مطابق سالہا سال کلیسا کی عبادت میں شرکت سے ہوا۔ میں نے جلد ہی یہودیت اور مسیحیت کے عقائد و رسمیات کا تقابلی مطالعہ شروع کر دیا۔ میرے وجدان نے مجھے مسیحؑ کے خدائی اوتار ہونے کے اور کفارہ کے عقائد کو رد کرنے پر مجبور کیا۔ اور میری عقل بائیبل کے بہت سے پیچیدہ مسائل سے تسلی پا سکی نہ اس رسمی و تقلیدی طرز استدلال میں، جو خدا کے بارہ میں کلیسائے انگلستان سے تعلق رکھنے والے عام عیسائیوں میں مَیں نے دیکھے ایک زندہ مذہب کی عدم موجودگی مجھے مطمئن کر سکی۔

یہودیت میں مَیں نے خدا تعالیٰ کا تصوّر کچھ وضاحت سے مگر متضاد و مختلف پایا ہے یہ ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنی اصلیت کو بہت حد تک قائم رکھا ہے۔ مَیں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور بہت سی باتوں کو مسترد کیا۔ اس مذہب کے تمام

ارکان و آداب اور رسوم و رواج کی بجا آوری کے بعد دنیوی کاروبار کے لئے کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ اس کے لامتناہی رسوم و آداب کے لئے دل و دماغ کو ہمہ تن متوجہ رکھنا پڑتا ہے۔ اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ یہ اقلیت کا مذہب ہے اور مختلف معاشرتی طبقات میں خلیج پیدا کرنے کا موجب ہے۔

میں نے کلیسائے انگلستان اور یہودی ہیکلوں کی عبادتوں کو دیکھا اور ان میں عملی حصہ بھی لیا ہے مگر ان کو قبول نہیں کیا۔ رومن کیتھولک مذہب میں میں نے جھوٹے دعاوی اور انسانی حکومت کی محکومی بہت زیادہ دیکھی۔ جن سے بالبداہت ایسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو ان تمام خدائی دعاوی سے مطابقت نہیں رکھتیں جو پوپ اور اس کے متدین کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ پھر ہندو فلاسفی خصوصاً اپنشد اور ویدانت کی بت پرستانہ تعلیمات کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں بھی میں نے بہت کچھ سیکھا۔ بہت سی باتیں۔ پسند کیں اور بہت سی باتوں کو رد کیا۔ معاشرتی برائیوں کا کوئی حل نہیں کیا گیا۔ پنڈتوں کی نسل کی بہت حمایت اور عزت کی جاتی ہے اور انہیں بیشمار حقوق و مراعات حاصل ہیں۔ لیکن غریب پسماندہ اقوام کی طرف امداد کا ہاتھ کوئی نہیں بڑھاتا۔ ہندو فلسفہ کے مطابق اگر وہ غربت و بیچارگی اور دکھ و تکلیف کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرے۔ تو آئندہ زندگی میں ان کی حالت کچھ بہتر ہو جائے گی یہ لوگوں کو محکوم رکھنے کا آسان طریق ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مذہب مطلق العنان پروہتی نظام کو جنم دینا چاہتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ یہ نظام الہی نظام ہے۔

بدھ مت نے مجھے انسانی قلب اور اس کے اصول و قوانین کے متعلق بہت کچھ سکھایا۔ اور کائنات کے فلسفہ کو سمجھنے کا ایسا سیدھا سادہ طریق بتایا جیسا کہ کیمیائی تجربہ اس تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ میں وہ قربانیاں کروں جو اس کے لئے ضروری ہیں، اس مذہب میں ذات پات کے خلاف رد عمل پایا جاتا ہے۔

بدھ مت میں ہندو مذہب کی طرح، میں نے کوئی اخلاقی تعلیم نہیں دیکھی۔ وہاں میں نے یہ سیکھا کہ فوق البشر قوی کس طرح حاصل کئے جاسکتے ہیں اور لوگ ان کو کیا سمجھتے ہیں تاہم میں بہت جلد سمجھ گیا کہ ان قویٰ کا ہونا روحانیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ ان سے صرف کسی علم پر حاوی ہونے کی اہلیت ظاہر ہوتی ہے۔ عام کھیلوں سے بڑھکر اعلیٰ سطح پر دینی رنگ میں حصول تفریح کا مشغلہ ہے۔ اور جذبات کشی ضبط نفس اور تمام خواہشات پر قابو پانے کا ایک ذریعہ ہے۔ رواقی فلسفیوں نے بھی اسی قسم کے ذرائع اختیار کئے تھے۔ اس مذہب میں بھی موجودات عالم کے موجد و خالق کا کوئی نام نہیں۔ صرف انسان کو اپنی نجات کا ایک رستہ بتایا گیا ہے حالانکہ بدھ کا نظریہ یہ تھا کہ دوسروں کی نجات کے لئے اپنی نجات قربان کردو۔ اس نظریہ میں صرف حیوانی اور فطری قویٰ پر قابو پانا ہی نہ تھا بلکہ روحانیت بھی اس میں مضمر تھی۔ بدھ مت دنیا کو نظریاتی طور پر ہی بچاسکتا تھا۔ جس طرح نالمسائی کی وہ بنیادی مسیحیت جو جناب مسیح کے اصل الفاظ پر مبنی ہے ــــ اور جو الحاق اور غلط فہمیوں سے مبرا ہے۔

تاہم اگر یہ عقائد نظری طور سے دنیا کو بچا سکتے تھے۔ تو عملی طور پر کیوں نہ بچا سکے۔ جواب یہی ہے کہ یہ عقائد جمہور کے لئے نہیں بلکہ چند لوگوں کے لئے ہیں مسیحیت اور بدھ مت دونوں پر اگر ان کے بانیوں کی تعلیم کے مطابق غور کیا جائے تو انہوں نے معاشرتی مسائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ کہ انہیں ان مسائل میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یسوعؑ اور مہاتما بدھ دونوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو اور تلاش کے لئے تمام مال و املاک کو ترک کرنے اور اپنی نفسانیت کو کچلنے کی تعلیم دی تھی۔ "برائی کا مقابلہ نہ کرو۔ کل کی فکر نہ کرو، یا کاسہ گدائی سے کام لو" میں ایسے لوگوں کا بہت ہی مداح ہوں جو ایسی تعلیم کی پیروی کر سکتے ہیں مجھے یقین ہے۔ کہ یہ راہ انہیں خدا تک پہنچا سکتی ہے مگر مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جمہور اس راہ پر چل سکتے۔ نہ یہ کسی جاہل کسان کی قسمت بنا سکتی ہے اس لئے تمدن اور معاشرتی لحاظ سے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک غیر معمولی طاقت رکھنے والے روحانی آدمی کے لئے تو یہ شاندار

راہ ہے مگر جمہور انسانیت کے لئے غیر مفید ہے

عرب ممالک میں رہتے ہوئے میں نے اسلام کو ہمیشہ سطحی نظروں سے دیکھا۔ کبھی اس کا ایسا دقیق مطالعہ نہ کیا جیسا دوسرے مذہب کا کیا تھا۔ تاہم جب میں غور کرتا ہوں۔ کہ اس مذہب سے میرا پہلا تعارف راڈویل کے ترجمہ قرآن کے مطالعہ تک ہی محدود رہا تو اس مذہب کے متعلق زیادہ پُر جوش نہ ہونا چنداں حیرانی کا موجب نہیں۔

پچھلے دنوں لنڈن کے مشہور مشنری سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بہت سے عرب ممالک میں غیر مسلموں میں اسلام کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے اور اس کی تعلیمات پھیلانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی جس سے انہیں اچھے ثمرات مل سکتے عام طور پر اجنبیوں سے ایسا بے اعتمادی کا برتاؤ کیا جاتا ہے کہ نشر و اشاعت کے بجائے خفیہ رکھنے کی مشرقی پالیسی کی خاصیت صاف طور پر نظر آتی ہے۔

عقلمندانہ رہنمائی کے تحت مجھے ایک مسلمان کا ترجمہ اور تفسیر قرآن اور بہت سا لٹریچر مہیا کیا گیا۔ اس سے اسلام کی صحیح تصویر مجھے نظر آگئی۔ چنانچہ مجھے اس چیز کے حاصل کرنے میں کوئی دیر نہ لگی جس کا میں سالہا سال سے متلاشی تھا۔

سنہ ۱۹۴۵ء میں ایک دن نماز عید دیکھنے اور اس کے بعد کھانے میں شرکت کرنے سے مسجد ووکنگ میں مسلمانوں کے ایک بین الاقوامی اجتماع کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ یہاں کوئی عرب گروہ تھا۔ نہ کوئی قومیت تھی۔ بلکہ تمام دنیا کی اقوام اور باہمی میل جول رکھنے والی جماعتیں اور بیشمار رنگ و نسل کے لوگوں کا ایک نمایندہ اجتماع تھا۔ یہاں میری ملاقات ایک ترکی شہزادہ سے ہوئی۔ اور ان میں بھی جو انتہائی غریب اور بے کس تھے۔ ان تمام لوگوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کسی امیر کے طرز عمل میں کمتر لوگوں کے ساتھ کوئی چھپی ہوئی بیزاری کا برتاؤ نہ تھا۔ مساوات کے احساس میں کوئی ایسی منافقت نہیں پائی جاتی تھی۔ جو ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی بیزاری کا موجب ہو۔ جیسی کہ سفید رنگ کے لوگوں کے طرز

عمل میں ہمسایہ حبشیوں سے بات چیت کرتے ہوئے نظر آتی ہے اس مجمع سے الگ کوئی کسی کوشش تھی اور کوئی ایسی نادر اجنب امارت پرستی ترکی گئی۔ جس میں ریاکارانہ نیکی کے کھیلیں میں غیر مہذب نمائیت پائی جائے یہاں زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں جن کے متعلق اسلامی تعلیمات میں مجھے ایسا کافی شافی جواب ملا جو کسی اور مذہب میں موجود نہیں ہے تاہم اتنا کہدینا کافی ہے کہ کافی غور و خوض سے دنیا کے ہر مذہب کا مطالعہ کرنے کے بعد اور انہیں قبول کرنے کا فیصلہ کئے بغیر اس اہم مذہب اسلام میں شامل ہو گیا۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ میں مسلمان کیوں ہوں اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ مجھے مسلمان ہونے پر کیوں فخر ہے، یہ احساس تو صرف وقت اور تجربہ کے بعد ہی پیدا ہوتا تھا۔ میں نے ایک انگلش یونیورسٹی میں اسلامی ثقافت کا مطالعہ کیا اور پہلی بار مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہی اسلامی ثقافت تھی جس نے یورپ کو قرون مظلمہ سے نکالا تھا۔ تاریخ سے مجھے معلوم ہوا کہ دنیا کی کتنی ہی بڑی بڑی اسلامی مسلکیتیں تھیں موجودہ سائنس کا کتنا بڑا حصہ ایسا ہے جس کے اسلام کا ورثہ ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جب لوگ میرے پاس یہ بتانے کیلئے آتے کہ میں نے قدم پیچھے کی طرف ہٹایا ہے تو میں ان کی جہالت پر مسکرا دیا کرتا کیا دنیا اسلام کو صرف اس ایک ہی بات پر تولتی ہے کہ بالکل خارجی حالات اس کے انحطاط کا باعث ہوئے ہیں۔

کیا مسیحیت کو ازمنہ وسطیٰ کے محتسبوں اور ہسپانوی مظالم کی وجہ سے وحشیانہ اور خون آشام مذہب کہنا چاہیئے؟ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ ہر زمانہ کے بڑے بڑے اعلیٰ پایہ کے لوگ اسلامی ثقافت کی قدر و منزلت محسوس کرتے رہے ہیں جس کے بہت سے آیدار موتی مغرب کی نظروں سے ابتک اوجھل ہیں۔

دنیا کے بہت سے ممالک کا سفر کرنے کے بعد مجھے یہ دیکھنے کا اچھا موقعہ ملا ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے پیروکار اجنبیوں کی مہمان نوازی اور بے لوث خدمت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ معاشی لحاظ سے اسلامی ممالک نے ہی ا مر و مغرب کی اس طرح مسلک کر دیا کہ کوئی معاشی تصادم اور آویزش نہیں ہونے پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اشتراکیت مسلمان ممالک میں اپنا سر نہیں اٹھا سکی ؟

ایچ۔ ایف۔ فیلوز از انگلستان

اِسلام ــــــ اَزلی اَبدی مذہب ہے

مَیں نے اپنی بیشتر زندگی رائل نیوی میں گذاری ہے۔ اور پہلی اور دوسری جنگ عظیم دونوں میں حصّہ لیا ہے۔ آپ بیسویں صدی کے مضبوط اور مستعد اسلحہ جات کی مدد سے بھی سمندر میں قدرت کی بے انتہا قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کہرا اور دیگر طوفان ان قوتوں کے ادنےٰ سے نمونے ہیں۔

دورانِ جنگ میں تو اور بھی بہت سے ضمنی خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ "کوئینز ریگولیشن اینڈ ایڈمرلٹی انسٹرکشن" نامی کتاب ہمیشہ ہمارے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ اس کتاب میں ہر صاحب و جوان کے فرائض درج ہوتے ہیں۔ اس میں ترقیوں، چال چلن کے انعام۔ تنخواہ اور گذارہ وغیرہ کی تمام تفصیلات درج ہوتی ہیں نیوی ضابطہ کے خلاف کئے گئے جرائم کی زیادہ سے زیادہ سزاؤں کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ ملازمت کی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق احکام و قواعد لکھے ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں مندرج ہدایات پر عمل کرنیکی وجہ سے مستعد اور منضبط خدمت کو سرانجام دینے کی بنا پر بہت سے لوگوں کو ایک کر دیا گیا ہے۔ گستاخی اور بے ادبی نہ ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم بھی اسی طرح کی ایک کتاب ہے۔ مگر اس کی سطح معیار بہت ہی بلند ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا جہان کے مرد، عورت اور بچّہ ہر فرد بشر کے لئے احکام و ہدایات درج ہیں۔

میں نے گذشتہ گیارہ سال مالی کا کام کیا ہے۔ یہ کام بھی پہلے کام کی طرح ایسا ہی ہے اور یہاں بھی توکّل علی اللہ کا مظاہرہ ہوتا ہے جس طرح سمندر میں انسان خدائی قوتوں کے آگے مجبورِ محض ہے اسی طرح پھولوں۔ پھلوں کی نشو و نما میں بھی انسان کی محض اپنی عقل کچھ نہیں کر سکتی۔ یہاں بھی خدا پر بھروسہ کرنا پڑتا

ہے۔ آپ اگر قوانین خداوندی کے مطابق کام کرتے ہیں خدا آپ کی مدد کرتا ہے اور آپ کے پھل پھول پھولتے پھلتے ہیں۔ اور اگر آپ اس کے قوانین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں تو نتیجتاً پودے مرجھا جاتے ہیں۔ گل سڑ جاتے ہیں اور مٹی میں مٹی ہو جاتے ہیں۔

مجھے یقین ہو گیا ہے کہ قرآن کریم سچا کلام الٰہی ہے۔ اس کلام کو ساری دنیا تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا ہے۔ اسلام کی دنیوی زندگی سے کامل مطابقت ہے۔ یہ سیدھا سادا کھرا اور سچا مذہب ہے اور ناقابلِ ایمان تفصیلات سے مبرا ہے۔ جو کوئی عیسائی ملک کے عیسائی گھرانہ میں بحیثیت عیسائی پیدا ہوا اور بڑا ہوا ہو اس کے اندر عیسائی عقائد و آداب اس قدر گھر کر لیتے ہیں کہ اگر وہ شخص ان کو چھوڑنا چاہے تو اس کے لئے بڑی ترغیب و تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس معاملہ میں مجھے یہ واضح کر دینا چاہیئے کہ میرے باطن میں بھی یہ ترغیب و تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنے سوالوں کے جواب ملتے رہے لیکن کبھی بھی کسی شخص نے مجھے یہ مشورہ نہیں دیا تھا کہ آپ مسلمان ہو جائیں۔

اسلام اور عیسائیت دونوں کے بنیادی عقائد ایک ہی ہیں۔ ہمیں آگے بھی ان کی تفصیلات دیکھنی چاہئیں مارٹن لوتھر کا ایمان تھا کہ عیسائی کلیسا نے بےدین لوگوں کی بہت سی رسوم و عقائد اپنا لئے ہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے اس نے عیسائی کلیسا کے خلاف بغاوت کر دی جس کے نتیجہ میں ریفارمیشن (تحریک احیائے دین) کا نفاذ ہوا اور پروٹسٹنٹ کلیسا کی بنیاد پڑی۔ جب ملکہ الزبیتھ اوّل کے ملک کو ہسپانوی رومن کیتھولک لوگوں نے دھمکی دی اور جب قدم پذیر اور رومن حکومت نے مرکزی یورپ کو للکارا تو اس وقت ملکہ نے اسلام اور پروٹسٹنٹ مذہب کو ان دونوں کی بت پرستی کے خلاف مشترکہ دشمنی کی بناء پر ایک ہی خیال کیا تھا۔

یہ غلط ہے کہ مارٹن لوتھر اس حقیقت سے بےخبر یا لاعلم تھا۔ تقریباً نو صدیوں پہلے الٰہی رشد و ہدایت کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عیسائی مذہب کی بلکہ تمام الہامی مذاہب کی تجدید کی ان کو پاک اور مکمل کیا۔ مارٹن لوتھر قرآن پڑھا ہوا تھا اور تجدید و احیاء دین کے طریق کا تمام نقشہ اس کے سامنے تھا باوجود اس کے ریفارمیشن عیسائیت سے غیر معقول رسوم و عقائد ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوئی الٹا تو یہ ہوا کہ ظلم و ستم

اور علام رواداری کے دَور کا آغاز ہو گیا جو آج بھی کسی حد تک موجود ہے۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب ہسپانیہ کی عدالت نے انہیں دُکھ درد کی مار دی تو اس وقت اسلام نے اپنی رواداری کا مظاہرہ کیا اور ترکوں نے تمام لیئ یہودیوں کو سپین میں پناہ دی۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو کوہ سینا پر جو دس احکام خدا کی طرف سے ملے تھے ہمیں ان کی اتباع کرنا ہے۔ پہلا حکم تھا کہ:-

"میں خداوند تیرا خدا ہوں۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا"

کفارہ کا عقیدہ اس حکم کے ذیل میں ہے۔ عیسائیت میں خداوند خدا کی وفاداری کی نسبت یسوع مسیحؑ سے وفاداری کو گراں بہا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یوم حساب کو یسوع مسیح ہی شفاعت کریں گے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح مجسم خدا ہیں، خدا کے متعلق میرا تصور ہمیشہ یہ رہا ہے کہ "ہر چیز کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ بے حد مہربان ہے۔ غفور و ودود ہے۔ رحیم ہے اور عادل و منصف ہے۔ اس طرح انسان کامل یقین رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ مکمل برتاؤ ہو گا۔ اور کہ اس کی سزا کو کم کرنے کے لئے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

اس دنیا میں آپ کے اعمال و افعال کا ذمہ دار خود آپ کو خیال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کسی جگہ محتسب ہیں اور اپنے کسی ملازم سے حساب کتاب کا اندراج غلط کرائیں تو آپ کو قید خانہ بھیج دیا جاوے گا اور اگر آپ خمار اور پھسلنی سڑک پر اپنی گاڑی کو بہت تیز چلائیں تو کوئی حادثہ ہو جائے گا۔ اور اس حادثہ کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ اور آپ ہی خود تادیب و تعزیر کے مورد ٹھہریں گے۔ اپنی غلط کاریوں پر کسی اور شخص کو ملزم ٹھہرانا بزدلی ہے۔ میں نہیں مانتا کہ ہم حقیر گنہگار کی حیثیت میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ کہ سمجھدار لوگ بجز اس صورت کے کہ انہیں کوئی غیر پسندیدہ شخص نہ مل جائے دوسروں کو خوش رکھنا پسند کرتے ہیں۔ بچے اپنے والدین اور مدرسہ کے اساتذہ کی پند نصائح کی قدر کرتے ہیں۔ بالغ لوگوں کی جہاں اس کے ساتھی عزت و احترام کرتے ہیں وہاں وہ خود بھی اپنے افسر اعلیٰ کی ذمہ داریوں کے پیش نظر ان کی عزت و توقیر کرتے ہیں۔ وہ اپنے پڑوسیوں کی مدد کر کے خوش ہوتے ہیں۔

دوسری مثال منظم کھیلوں کی ہے۔ اگر کوئی کھلاڑی کھیل کی قانون شکنی کرتا ہے تو ریفری اس کو پینلٹی یعنی سزا دیتا ہے۔ ان امور کے پیش نظر کفارہ کا اصول بعید از عقل ہے جسے عام عقل انسانی تسلیم نہیں کرسکتی۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ :۔

"تم اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا"

اور پھر کہا کہ :۔

"تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا"

گرجوں اور کیتھڈرل میں دیکھا جائے تو وہاں مورتیاں اور بت رکھے ہوتے ہیں جن کے سامنے بعض لوگ سچ مچ سجدہ ریز بھی ہوتے ہیں۔ جہاں تک سیکولر (دنیاوی) تاریخ کا تعلق ہے اس میں یسوع مسیح کی زندگی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مجھے اسکول میں بائبل کا صرف متن ہی پڑھایا گیا تھا۔

نبی کریمؐ کی تاریخ اور کامیابی اور حیرت انگیز سرعت رفتار جس طرح بھی اسلام پھیلا وہ اسکول میں پڑھایا جاتا تھا۔ مگر اسلام کے روحانی پہلوؤں کی طرف کوئی نظر نہیں کی جاتی تھی۔

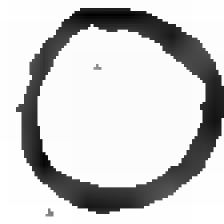
۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۳ء کے درمیان میں نے ترکی کے بحری جہازوں میں ملازمت کرلی۔ یہاں مجھے اسلام سے کچھ دلچسپی ہوگئی۔ میں نے اسلام کے متعلق کچھ کتابیں خریدیں۔ بیشتر کتابوں میں اسلام کے خلاف تعصب اور بغض بھرا ہوا تھا۔ گذشتہ تین صدیوں کے دوران خلفاء کا سلوک اور ترکی سیاستدانوں اور سرکاری عہدہ داروں کی دھاندلیوں اور بدعنوانیوں نے اسلام پر ناخوشگوار اثر ڈالا۔ یہ دیکھ کر مجھ پر خاص اثر نہ ہوا اور میں نے آہستہ آہستہ اس معاملہ کو ختم ہی کر دیا۔ میں خدا پر پکا ایمان رکھتا تھا۔ مگر یہ متحرک نہیں تھا ساکن اور جامد تھا۔

تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوا کہ میں نے اس معاملہ میں دوبارہ تحقیق و دریافت شروع کی۔ میں نے ووکنگ مسلم مشن کو خط لکھا۔ وہاں سے مجھے مسلمان مصنفین کی کچھ کتابیں بھیجی گئیں۔ ان کتابوں نے مغربی

لوگوں کی غلط فہمیوں، غلط بیانیوں اور افسانوں کو کھول کر بیان کر دیا اور ان سے معلوم ہوا کہ یہ کس طرح پیدا ہو گئی تھیں۔ ان کتابوں کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ اب اسلام کا دوبارہ احیاء ہو رہا ہے اور تعمیری تحریکیں موجودہ دور کے سائنٹیفک علم کی روشنی میں جس کے ساتھ اسلام پہلے ہی موافقت رکھتا ہے۔ اسلام کی ابتدائی اصلیت کو بڑی تیزی سے بحال کر رہی ہیں۔

پچھلے دنوں مدبرین اور مصنفین اپنے بیانات کو اخباروں میں شائع کرتے رہے ہیں جن میں انہوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ موجودہ مذاہب فرسودہ اور بیکار ہیں۔ ان رپورٹوں سے لوگوں کی بڑی تعداد کا تشکک ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ تشکک عیسائی مذہب کی روز افزوں پیچیدگیوں اور ابہام کی وجہ سے پیدا ہوا ہے دیفارمر بننے کی کوشش میں یہ وہی غلطی کر رہے ہیں جو کہ مارٹن لوتھر نے کی تھی۔ اس تشکک اور لاادریت کا جواب اسلام اور صرف اسلام میں ہی ملے گا۔

الغرض میں اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ فکری، عملی اور دیگر تمام لحاظ سے اسلام ہی ایک سچا اور حقیقی مذہب ہے۔ میرے اندر اس احساس سے شکوک و خطرات ختم ہو جاتے ہیں کہ اسلام بلاشبہ صراط مستقیم ہے ہم خدا تعالیٰ سے توفیق مانگتے، کہ اس کے مطابق زندگی گزاریں یہ وہ راہ ہے کہ نہ اس پر زمانہ کے حوادث اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اور نہ انسان کی عقل ناقص اس کی قطع و برید کر سکتی ہے یہ ازلی اور ابدی راہ ہے۔



"میں گزشتہ دو تین سال سے اسلام کا نہایت ہی غور و تحقیق سے مطالعہ کرتا رہا ہوں اور مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ اسلام ہی ایک سچا اور حقیقی مذہب ہے جسے اختیار کر کے انسان تمام اخلاقی کمزوریوں اور گناہوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔"

——— ایلیمی کر تھول

مارگریٹ مارکس (یو۔ایس۔اے)

عالمگیر پیغام

میری دس سال کی عمر تھی اور جیوش سنڈے اسکول میں پڑھتی تھی، یہودیوں اور عربوں کے درمیان تاریخی رشتہ کو جان کر میں بڑی متاثر ہوئی۔ مجھے یہودی کتب سے جو اسکول میں پڑھائی جاتی تھیں معلوم ہوا کہ حضرت ابراھیم عربوں کے بھی باپ ہیں اور یہودیوں کے بھی۔ انہی کتابوں میں میں نے پڑھا کہ صدیوں بعد قرونِ وسطٰی کے یورپ میں جب مسیحی ظلم وستم نے یہودیوں کی زندگی کا قافیہ تنگ کر دیا تھا تو مسلمانانِ سپین نے یہودیوں کو خوش آمدید کہا۔ اور انہیں پناہ دی۔ اور کہ عرب کی اسلامی تہذیب نے ہی عبرانی تہذیب کو کامیابی کی بلندیوں پر پہنچایا تھا۔ اس وقت میں صیہونیت کی حقیقی ماہیت سے قطعی بے خبر تھی اور اپنی سادگی کی وجہ سے خیال کرتی تھی۔ کہ یہودی لوگ اپنے سامی ابناءِ عم کے ساتھ مذہب اور مذھب کے قریبی رشتہ کو مضبوط تر کرنے کے لئے ہسپانیہ جا رہے ہیں اور مجھے یقین تھا کہ یہودی اور عرب باہم متحد ہو جائیں گے اور وہ مشرق وسطٰی میں تہذیب کے ایک اور سنہری باب کی بنیاد ڈالیں گے۔

یہودی تاریخ کے مطالعہ سے گہری وابستگی کے باوجود سنڈے سکول میں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوتا اور تکلیف پہنچتی کہ میرا کوئی بھی ہم جماعت اپنے مذہب پر سنجیدگی سے قائم نہیں ہے۔ یہودی معبد خانوں میں عبادت کے وقت بچوں نے اپنی دعائیہ کتب میں کاغذ کے پرزے رکھے ہوئے ہوتے تھے جن پہ مضحکہ خیز باتیں لکھی ہوتیں اور وہ مذہبی رسوم اور عقائد کا مذاق اڑاتے رہتے تھے وہ شور و غوغا اور ہلڑ بپا کرتے اور بدنظمی پیدا کرتے رہتے کہ استادوں کے لئے جماعتوں کا نظم و ضبط کرنا تقریباً مشکل ہو جاتا۔ اسی دوران میں میں نے انجیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی اور اس کی تعلیمات کا مطالعہ کیا۔ اور پریشان ہو گئی کہ یہودی ایک اتنے بڑے پیغمبر کا جس نے نہایت ہی پاک و صاف زندگی بسر کی کیوں انکار کرتے ہیں جتنا ان لوگوں کو عیسائیوں سے بیر اور بغض و حسد تھا۔ اتنا وہ اپنے مذہب سے پیار و الفت نہیں رکھتے تھے۔

مذہبی لحاظ سے میرے گھر کی فضا بھی اتنی اچھی نہ تھی۔ میرے والدین "جیوش ہائی ہولی ڈے تہوار" کے موقعوں پر معبد خانہ بھیجنے کے بجائے مجھے اور میری بہن کو سیر و تفریح کے لئے باہر لے جاتے۔ جب میں نے اپنے والدین کو بتلایا کہ جیوش سنڈے اسکول میں میری بہت بُری حالت ہے تو انہوں نے مجھے، کو ایک ان دو مالی لاادریا تنظیم میں جسے "تحریک تہذیب اخلاق" کہتے ہیں داخلہ دلا دیا اس تنظیم کی بنیاد انیسویں صدی کے آخر میں فیلکس الاڈر نے رکھی تھی۔ میں نے ایتھیکل کلچر سکول میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس تحریک نے مجھ پر اتنا اثر ڈالا اور میں اس کے خیالات سے متفق ہو گئی۔ جوانی تک میں ہیومنسٹک فلسفہ سے متاثر رہی سیکنڈری سکول سے گریجویشن کرنے کے بعد یونیورسٹی میں میں نے "اسلام میں یہودیت" کے کورس میں داخلہ لے لیا۔ میرے ایک پروفیسر ربی صاحب تھے۔ جو اپنے طالب علموں کو جو تمام کے تمام یہودی تھے قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ اسلام کا منبع اور مخرج یہودی مذہب ہے۔ ہماری نصابی کتب میں قرآن کی تقریباً ہر آیت پر بحث کی گئی تھی اور بڑی کاوش اور دیدہ ریزی کے بعد ثابت کیا جاتا کہ یہ آیت توراۃ کی تعلیم کی ماخذ اور ملخص ہے۔ تقریروں، فلموں اور رنگین سلائیڈز کے ذریعہ صیہونیت اور اسرائیلی حکومت کی تعریف و ستائش کے پل باندھے جاتے اور اس طرح اگرچہ اس کا مقصد اپنے طلباء کے سامنے اسلام پر یہودیت کی فوقیت ثابت کرنا ہوتا تھا۔ مگر مجھ پر اس کا الٹا اثر ہوا۔

جونہی میں نے توراۃ اور قرآن کا بغور مطالعہ کیا تو دونوں میں ایک بیّن فرق نظر آیا۔ خدا کی محبوب اور مختص قوم ہونے کے لحاظ سے توراۃ کو یہودی قوم کی تاریخ سمجھنا چاہیئے اس کے مقابلہ میں اگرچہ قرآن کریم ایک عربی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا مگر اس کا پیغام عالمگیر اور ہمہ گیر ہے جس میں تمام نسل انسانی کی رشد و ہدایت اور فلاح و نصرت کے سامان موجود ہیں۔ جب میرے پروفیسر صاحب نے بتلایا کہ یہودیوں کا ملک فلسطین قدرتی طور پر ہمیشہ ہی یہودیت کا مرکزی پہلو رہا ہے تو میں نے خدا تعالے کے بارہ میں اس قسم کے تنگ نظریہ کو فوراً چھوڑ دیا۔ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ مشرق اور مغرب سب خدا کے لئے ہے اور ہر جا اور ہر کہیں وہ موجود ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے:

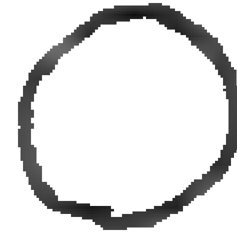
کہ تمام دنیا قبلہ گاہ ہے۔ اندازہ لگائیے کہ اسلام کا یہ نظریہ اپنے اندر کس قدر وسعت رکھتا ہے۔ یہودیت یہ سکھلاتی ہے کہ صرف فلسطین میں ہی ایک یہودی کو چین و قرار اور آرام و سکون نصیب ہو سکتا ہے کسی اور جگہ نہیں اور کسی اور جگہ رہنا قید و بندگی اور دوزخ کی زندگی ہے، یہ نظریہ بھی انسانی عقل و شعور کو اپیل نہیں کر سکتا۔ جب میں اس حقیقت پر غور کرتی ہوں کہ حضرت موسیٰؑ کو مصر میں الہام ہوا۔ اور تالمود کے حصص موجودہ اعراق میں رقم کئے گئے ہیں۔ اور کچھ بہترین گیت ہسپانیہ میں لکھے گئے ہیں۔ تو اس وقت پروفیسر صاحب موصوف کا یہ دعوٰے باطل نظر آتا ہے کہ یہودی صرف فلسطین میں ہی رہ کر انسانی تمدن و تہذیب کی پرداخت کر سکتے ہیں۔

میں نے تمام بڑے بڑے مذاہب کے عقائد کا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں، کہ تمام بڑے بڑے مذاہب ابتداً ایک ہی منبع اور مخرج سے نکلے ہیں مگر جوں جوں وقت گذرتا گیا ان میں تغیر و تبدل اور خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی گئیں۔ اصنام پرستی تجسیم کا تصور اور ہندو دھرم میں ذات پات کا نظام بدھ مت کا خصوصی جمود۔ کنفیوشس کی پرستش۔ پیدائشی گناہ کا عقیدہ، تثلیث۔ مسیح کی الوہیت کفارہ مسیحؑ۔ یہودیوں کا خدا کی مختص قوم ہونے کا تصور یہ تمام کچھ انسان کی اپنی اختراع کا نتیجہ ہے۔ ان سے میں کنارہ کش ہوں۔ یہ غیر عقلی عقائد اسلام میں نہیں پائے جاتے میں نے آہستہ آہستہ محسوس کیا کہ اسلام ہی ابتدائی اور اصلی مذہب ہے اس کی اپنی حقیقت اور اصلیت ویسی کی ویسی ہے: دوسرے مذاہب میں بھی قدرے سچائی پائی جاتی ہے مگر صرف اسلام ہی کامل اور سچا مذہب ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلام اپنے متبعین کو زندگی کا ایسا جامع راستہ دکھلاتا ہے جس کے ذریعہ فرد کا معاشرے سے اور مادیت کا روحانیت سے ایک ہموار اور باہمی تعلق استوار ہو جاتا ہے۔ میں مسلمان ہونا چاہتی تھی مگر میرے خاندان نے میرے اسلام کی طرف مائل نہ ہونے کے لئے بہت کچھ کیا مجھے تنبیہہ کی گئی۔ کہ اسلام میری زندگی کو اُلجھا دے گا۔ کیونکہ یہ مذہب امریکی ماحول کے مطابق نہیں مجھے اپنے خاندان سے الگ ہو جانا پڑے گا۔ اس وقت میرا ایمان اتنا پختہ نہیں تھا کہ ان تنبیہوں اور دھمکیوں کا مقابلہ کر سکتی۔ میں بہت بیمار ہو گئی۔ اور مجھے کالج

چھوڑنا پڑا۔ ایک لمبے عرصہ تک گھر پر پرائیویٹ علاج و معالجہ جاری رہا۔ مگر میری صحت بسرعت گرتی رہی اس سے میرے والدین کو تشویش ہوئی انہوں نے مجھے ہسپتال بھجوا دیا۔ وہاں دو سال سے زیادہ عرصہ تک زیر علاج رہی ۔ ہسپتال کی زندگی میں میں نے عہد کر لیا تھا کہ اگر بچ گئی تو میں مسلمان ہو جاؤں گی۔

چنانچہ جب مجھے صحت ہو گئی اور ہسپتال سے نکل کر میں نے نیویارک شہر میں مسلمانوں سے میل ملاپ اور ان سے دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے کے تمام مواقع تلاش کئے۔ بعض نہایت ہی اچھے لوگوں سے مل کر بہت ہی خوش ہوئی۔ میں نے مسلم جرائد میں مضامین لکھنا شروع کر دیئے۔ اور دنیا بھر کے مسلمان رہنماؤں کے ساتھ لمبی چوڑی خط و کتابت شروع کر دی۔

جونہی ماہِ رمضان قریب آیا میری اسلام قبول کرنے کی خواہش اتنی زیادہ بڑھی کہ میں نے پنجوقتہ نماز شروع کر دی۔ اور اب میں پہلی دفعہ روزہ رکھ رہی ہوں۔ یہ عمل میں اس پختہ ایمان کے ساتھ کر رہی ہوں کہ اسلام اور اسلام کی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے سے تقویٰ و طہارت اور نیکی و پاکیزگی حاصل ہوگی۔ اور روح کو چین و قرار نصیب ہوگا۔



"میں اسلام کے سچے، سیدھے، سادے، کھرے اور فطری دین میں داخل ہو کر خوشی محسوس کرتی ہوں۔ یہ دین تحکمانہ عقائد سے پاک ہے۔ اس میں ملاگری، پیروعقائی یا پادریانہ نظام نہیں ہے۔ اس کی عالی ظرفی اور لچکدار اصولوں نے میری عقل و دانش کو اپیل کیا ہے۔"

جیسی (آئینہ) ڈیوڈسن۔ انگلستان

ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس

رُوح کی پیاس

الحاج عبدالکریم جرمانوس ہنگری کے رہنے والے ہیں اور بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ آپ کا شمار دنیا کے مشہور مستشرقین میں ہوتا ہے۔ آپ دونوں عالمگیر جنگوں کے درمیانی عرصہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ کچھ عرصہ مشہور بنگالی شاعر ٹیگور کی یونیورسٹی شانتی نکیتن سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد آپ جامع ملیہ دہلی چلے آئے۔ یہیں آکر آپ نے اسلام قبول کیا۔ اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر عبدالکریم نے انتہائی دلآویز انداز میں اپنے قبول اسلام کا حال بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم ماہرالسنہ بھی ہیں اور آپ ترکی زبان اور ترکی ادب کے بارے میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

زندگی میں کئی ماہ و سال آئے اور گذر گئے۔ ان کے دوران مجھے رنگارنگ واقعات سے سابقہ پڑا۔ مجھے متعدد ممالک کی سیاحت اور علم و دانش سے لبریز کئی اعلیٰ درجہ کی کتب کے مطالعہ کا موقع ملا۔ ان میں ہر واقعہ، سفر یا کتاب نے میری متلاشی آنکھوں کے سامنے علم و آگہی کے کئی نئے دریچے کھول دیئے۔ میں نے یورپ کے ہر ملک کی سیاحت کی۔ قسطنطنیہ کی یونیورسٹی کا طالب علم بنا اور ایشیائے کوچک و شام کے تاریخی حسن و جمال کا عرصہ تک مدح سرا رہا۔ میں نے ترکی۔ فارسی اور عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور بالآخر بڈاپسٹ کے شعبہ اسلامیات کا ڈین مقرر ہوا۔ میں نے صدیوں کے جمع شدہ خشک اور ٹھوس علم کے ذخیرے کو خوب کھنگالا، ضخیم علمی کتابوں کے ہزاروں ورق مشتاق آنکھوں کی راہ سے پی گیا۔ لیکن رُوح کی پیاس نہ مٹی اور وہ بدستور تشنہ رہی۔ فاضلانِ دہر کی خشک اور بے رس وادیوں میں، میں دور دور تک علم کی ڈوری سے کر گھومتا پھرا لیکن مجھے اس کا سراغ نہ ملا اور میرے دل میں بدستور کسی نئی

مذہب کے سدا بہار اور لازوال نخلستان میں آباد ہو جانے کی خواہش موجزن رہی۔ علم کے سمندر میں میرا ذہن گویا ناک تک ڈوبا ہوا تھا۔ لیکن میری روح بری طرح پیاسی تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ کتابی علم کے سارے بھاری بھر کم ملبے کو اپنے آپ سے جھٹک کر پھینک دوں اور ایک مرتبہ اس کے بار سے سبک سر ہو کر روح کے ذوقی تجربات کے ذریعے اسے دوبارہ حاصل کر دوں تاکہ میرا علم ریاضت کی بھٹی میں تپ کر ویسے ہی اعلیٰ وارفع ہو جائے جیسے کوئی خام لوہا تپائے جانے کے فوراً بعد ٹھنڈی چوٹ کے ساتھ اعلیٰ قسم کا سخت اور لچکدار فولاد بن جایا کرتا ہے۔

ایک شب مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی ریش مبارک دونا اور حنا سے سُرخ تھی۔ لباس انتہائی سادہ تھا۔ لیکن بدن مبارک سے نہایت ہی نفیس اور روح پرور خوشبو پھوٹ رہی تھی اور ان کی آنکھیں ایک مقدس نور سے فروزاں تھیں۔ انہوں نے انتہائی باوقار آواز میں خطاب کیا اور بولے: "اتنے پریشان کیوں ہو صراطِ مستقیم تمہارے سامنے ہے اور روشن زمین کی مانند محفوظ بنیاں ہو کر تمہارے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ قدم اٹھاؤ اور اس پر استقلال اور ایمان کے مضبوط سہارے کے ساتھ چل پڑو۔" ان کی زیارت کے احساس سے میرا سارا جسم جوش سے سنسنے لگا۔ اسی عالم تپش میں میں نے خواب کے اندر عربی زبان میں چلا کر کہا: "یا رسول اللہ آپ بجا فرماتے ہیں۔ لیکن صراطِ مستقیم پر چلنا آپؐ کے لئے آسان تھا۔ میرے لئے بہت کٹھن ہے۔ اس کی مشکلات پر عبور حاصل کرنے کے لئے اللہ کی مدد آپؐ کے شامل حال تھی اور اسی کی توفیق سے آپؐ نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی۔ حتیٰ کہ آپؐ ایک عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ لیکن میں کیا کروں۔ میں نہ آپؐ جیسا ہوں اور نہ ہی نصرت خداوندی کا سہارا مجھے حاصل ہے لہٰذا میں معذور ہوں۔ میرے لئے ابھی بھی پریشانیاں مقدر ہیں۔ نہ جانے مجھے اس بے کلی اور اضطراب سے کب نجات ملے گی؟"

میری یہ بات سُن کر انہوں نے مجھے خشمگیں نگاہوں کے ساتھ گھورا۔ پھر وہ سوچ میں ڈوب گئے تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر لب کشا ہوئے۔ اب آپؐ عربی میں بول رہے تھے اور ان کی آواز اس قدر صاف

تھی کہ وہ نقرئی گھنٹیوں کی مانند میرے ذہن میں بجنے لگی یہ آواز، یہ ندا تھے پیغمبرِ بابِ خدا تھے عظیم و جلیل کا کلام مجھ پر نازل کر رہی تھی۔ اور اس وزن کے بوجھ تلے میرا دل اور میری رُوح پسی اور گھلی جا رہی تھی۔ اللہ کے رسولؐ نے اللہ کا کلام پڑھتے ہوئے فرمایا: "الم نجعل الارض مھٰدا" کیا فرش زمین کو ہم نے ایک تخت کی طرح نہیں بچھایا اور اس پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح نہیں گاڑا۔ کیا ہم نے تمہیں جوڑواں نہیں پیدا کیا اور ہم نے آرام کی خاطر تمہیں نیند کی نعمت عطا نہیں کی؟"

"مجھے نیند نہیں آتی" میں نے دُکھ سے کراہ کر اور چلّا کر کہا۔ "میں ان پُراسرار اُلجھنوں کو نہیں سلجھا سکتا جن پر گہرے اور دبیز پردے اور نقاب پڑے ہوئے ہیں۔ میری امداد کیجئے یا محمدؐ۔ میری امداد کیجئے یا رسول اللہ۔"

میرے گلے سے ایک تیز اور گلوگیر چیخ نکلی اور میں اس عظیم خواب کے بارِ گراں تلے بستر پر یوں تڑپنے اور کلبلانے لگا جیسے کسی نے میرا گلا دبا رکھا ہو۔ مجھے رسول اللہ کے غصّہ سے خوف آنے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں گہرے پانیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہوں۔ پھر یکایک میری آنکھ کھل گئی۔ خون کے جوش سے میری کنپٹیاں دھڑ دھڑ بج رہی تھیں۔ میرا سارا بدن پسینے میں تر بتر تھا اور میرا ہر ہر عضو بری طرح دُکھ رہا تھا۔ میرے چاروں طرف موت کا سا سکوت طاری تھا اور میرا دل اندر ہی اندر زبردست اداسی اور تنہائی محسوس کر رہا تھا۔

اگلے جمعہ کو جامع مسجد دہلی میں لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا سفید بالوں اور پیلے چہرے والا ایک اجنبی چند لوگوں کی معیت میں مومنین کے ایک عظیم اژدھام میں اپنا راستہ بناتا ہوا صحن مسجد سے منبر کی طرف جا رہا تھا۔ اس روز میں نے ہندوستانی لباس پہن رکھا تھا۔ میرے سر پر ایک چھوٹی سی رامپوری ٹوپی تھی اور میرے سینے پر وہ تمغے آویزاں تھے جو ترکی کے سابقہ بادشاہوں نے مجھے عطا کئے تھے۔ نمازی میری جانب حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے تاگہاں فضا میں اقامت الصلوٰۃ کی آواز گونجی۔ صحن مسجد میں جابجا کھڑے مکبرین نے اس آواز کو مسجد کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔

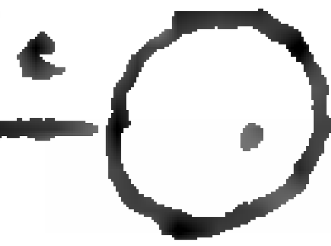
اور کوئی چار ہزار کے قریب لوگ اس آواز کو سن کر یوں کھڑے ہو گئے جیسے فوج کے سپاہی بگل کی آواز کو سن کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ انہوں نے نزدیک آکر صفیں آراستہ کیں اور پھر انتہائی محویت کے ساتھ نماز ادا کرنے لگے۔ میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ میرے لئے یہ سربلندی و سرفرازی کا لمحہ تھا۔ خطبہ کے بعد میرے ساتھی عبدالحی نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ منبر تک مجھے لے گئے۔ آخرکار وہ لمحۂ عظیم آپہنچا اور میری زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ ظہور پا گیا۔ میں منبر کی سیڑھیوں سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ نمازیوں کے ہجوم میں حرکت سی پیدا ہو گئی اور ان کے سروں پر ہزار ہا رنگ کی پگڑیاں دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی نخلستان میں پھولوں کے ایک وسیع تختے کے سامنے کھڑا ہوں۔ مجھے اپنے اندر ایک غیر معمولی قسم کا احساس ہونے لگا۔ اور میں کسی قسم کی گھبراہٹ اور خوف کے بغیر منبر کی ساتویں سیڑھی پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ منبر کی بلندی سے جب میں نے مجمع کی بے پایاں وسعتوں کا جائزہ لیا تو مجھے یوں لگا جیسے میں کسی جیتے جاگتے امواج سمندر کے کنارے ایستادہ ہوں۔

"ایھاالسادات الکرام" میں نے اپنی تقریر عربی میں شروع کرتے ہوئے کہا۔ میں ایک دُور دراز ملک کا باشندہ ہوں اور آپ سے وہ علم حاصل کرنے آیا ہوں جو مجھے گھر میں میسر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں آپ کے ہاں ایمان کی دولت حاصل کرنے آیا تھا اور خدا کا شکر ہے آج مجھے یہ دولت مل گئی۔ اس کے بعد میں نے اپنی تقریر میں اس عظیم کارنامہ کا ذکر کیا جو اسلام نے دنیا کی تاریخ کو پلٹ کر ادا کیا ہے۔ اس اعجاز نما انقلاب کا ذکر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ توفیق الٰہی دنیا میں برپا کیا۔ پھر میں نے مسلمان قوم کے موجودہ انحطاط کا ذکر کیا اور اس کے وجوہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس زوال کو کس طرح نئے عروج کے روپ میں بدلا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں میں نے مسلمانوں کی عام کہاوت کا بھی تجزیہ کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے، مرضی مولا سے ہوتا ہے۔ اس کہاوت کے خلاف میں نے قرآن پاک کی یہ آیت پیش کی "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم" اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اسے اپنی حالت خود بدلنے کا خیال نہ

آئے۔

اپنی تقریر کا تانا بانا میں نے زیادہ تر اسی آیت کی تفسیر کے ساتھ بنا۔ آخر میں نے نکوکاری اور تقویٰ کی زندگی کی توصیف اور برائی کی مذمت کرتے ہوئے حاضرین کو تلقین کی کہ انہیں شر کی طاقتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔

اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد میں بیٹھ گیا اور معاً ایک نہایت ہی بلند اور زوردار نعرۂ تکبیر کے ساتھ مسجد کے وسیع و عریض صحن کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ نعروں کی تکرار دیر تک جاری رہی اور میں لوگوں کی پُرخلوص محبت کے سحر میں اسیر ہو کر دیر تک وہاں گُم سُم بیٹھا رہا۔۔۔ ان ہی ایام میں میں نے اپنے دینی بھائیوں کی محبت شفقت اور خلوص کا اتنا وسیع ذخیرہ اپنے پاس فراہم کر لیا، جو انشاء اللہ زندگی بھر کے لئے مجھے کافی رہے گا۔"



"اگر دنیا کو کبھی زمانہ میں اسلام کی ضرورت تھی وہ آج کا زمانہ ہے۔ جو نور بصیرت اور شمع ہدایت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں لائے۔ اس کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتے ہوئے مجھے از حد خوشی ہو رہی ہے۔ اسلام مجھے پسند آیا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک عقلی اور فطری مذہب ہے۔

میری ابتدائی مذہبی تربیت مسیحی عقائد کے مطابق ہوئی تھی۔ مسیحیت سے متنفر ہو کر میں نے دوسرے عالمی مذاہب کا مطالعہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی عقل اور فطرت کے مطابق ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ اسلام حصول علم و حکمت کا مؤید اور تفکر و تدبر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔"

ہیری۔ اے۔ ہینکل۔ یو۔ ایس۔ اے

مسز علیمہ اقبال

انسان کا خدا سے براہِ راست تعلق

دوسرے کئی لوگوں کی طرح مجھے بھی اس چیز کی ضرورت محسوس ہوتی کہ میں سچے مذہبی عقائد کو اپناؤں اس کا احساس مجھے بہت سے ذاتی ناخوشگوار تجربات کے بعد ہوا۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میری والدہ بڑی سمجھ دار خاتون تھی۔ (میرے والد میری پیدائش سے تھوڑا عرصہ قبل وفات پا چکے تھے) وہ میرے خیال کے مطابق ان دنوں راسخ العقیدہ مسیحی تھی اور ان عورتوں کی طرح نہ تھی۔ جو ہر اتوار کو گرجا جایا کرتی ہیں۔ مگر اس کے بعد سب کچھ بھول جاتی ہیں۔ بلکہ وہ ان مسیحی عورتوں میں سے تھی۔ جو باقاعدہ اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ اس ماحول کے باوجود میں اپنے بچپن سے ہی اپنی ماں کی طرح راسخ العقیدہ نہ تھی میں بائبل میں بیان کردہ واقعات کو معمولی قسم کے واقعات سمجھا کرتی تھی۔ اور ان میں سے بیشتر کو اب بھی ویسے ہی سمجھتی ہوں تمام بائبل کو شروع سے آخر تک میرے نہ پڑھ سکنے کی ایک وجہ تو یہی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ میرا ذہن ان متضاد عبارتوں اور نقائص کے ہوتے ہوئے اسے خدا کا کلام تسلیم نہ کر سکا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا میں بانگِ دہل اعتراف کرتی ہوں کہ میں عیسائیت اور بائبل کے متعلق عیسائی ہوتے ہوئے جس قدر واقفیت رکھتی تھی۔ اب میں اسلام لانے کے بعد اس سے کہیں زیادہ واقفیت رکھتی ہوں۔

جو لوگ میری طرح جنگ عظیم کے دوران لندن میں مقیم تھے وہ جانتے ہیں کہ ان دنوں ہماری زندگی کس قدر تبدیل ہو رہی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں میری عمر ۱۷ برس کی تھی۔ اس عمر میں مختلف اثرات فوری طور پر

نقش پذیر ہوتے ہیں۔ جنگ کی ہولناکیوں سے جو خود دیکھیں یا دوسروں سے سنیں میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس دنیا کا اگر کوئی خدا ہے تو وہ ایسی تباہ کاریوں کو مکمل طور پر وقوع پذیر نہیں ہونے دے گا۔ یہ عظیم جنگ دو فوجوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ نہتے اور بے بس انسانوں کا سامنا انتہائی تباہ کن ہتھیاروں سے تھا۔

۱۹ برس کی عمر میں ویسٹ انڈیز کے ایک چینی طالب علم سے میری شادی ہوگئی جوان دنوں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہا تھا۔ دو لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ لیکن یہ شادی ناکام رہی ۷ سال کے بعد جب کہ میں برٹش گی آنا میں اپنے وطن سے چار ہزار میل دور تھی طلاق ہوگئی۔ پریشان حالات کے باعث اس وقت مجھ پر نہایت پژمردگی اور افسردگی چھاگئی۔

میں نے انگلستان واپس جانے کے لئے کرایہ کی رقم جمع کی۔ لیکن چونکہ انگلستان میں میری رہائش گاہ کا تسلی بخش انتظام نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دونوں بچوں کو ان کے باپ کے پاس ہی چھوڑ دیا۔ وہ گورنمنٹ ہسپتال میں ایک سپیشلسٹ تھا جسے وہاں بہت سی سہولتیں حاصل تھیں۔

جب کسی کو سخت پریشان کن حالات سے گذرنا پڑے۔ تو وہ طبعی طور پر دنیاوی امور سے منہ موڑ کر کسی بڑے ارفع مقصد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا۔ مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ اگر ہم اپنی من گھڑت باتوں کی تکمیل میں مصروف رہے۔ تو یہ بالکل حقیر سی چیزیں ہیں۔ زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد ہونا چاہیئے اس کے لئے ہمیں کسی مذہب پر یقین کرنا ہوگا جو ہمارے اچھے اور برے دنوں میں کام آسکے۔ اور کچھ سچے اصول ہونے چاہیئیں جو ہمیں خدا کی مرضی کے مطابق چلنے میں مدد دے سکیں۔ اس طرح مجھ میں سچے مذہب اور سچے خدا کی جستجو پیدا ہوگئی۔ میں اس کا بخوشی اظہار کرتی ہوں کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے مجھے جو سفر طے کرنا تھا وہ زیادہ طویل نہ تھا۔ اس جستجو نے مجھے پہلے پریسبیٹیرین چرچ سے وابستہ کر دیا جس کی سادگی مجھے پہلے پہل اچھی معلوم ہوئی۔ لیکن پھر اس نے مجھے مایوس کر دیا۔ میرے سوالات کے جوابات میں قطعی خاموشی اختیار کی جاتی تھی یا مجھے یہ کہا جاتا تھا کہ ایمان کے بارے میں سوال نہیں

کرنا چاہیئے۔ چرچ جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ان پادریوں کو اس کا بالکل احساس نہ تھا۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا اعلیٰ پایہ کا عالم نہ تھا جس کی لوگوں کو توقع ہو سکتی ہو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میری مالی حالت اس قابل نہیں کہ میں ان کے روز روز کے مطالبے پورے کر سکوں تو انہوں نے مجھ میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔ ان کا یہ خالص دنیوی قسم کا سلوک یسوع کی تعلیم کے اس قدر خلاف تھا کہ میں پریشان تھی کہ اب میں کدھر جاؤں۔

اس کے بعد ایک دن میں نے اسلام پر ایک مسلمان عالم کو گفتگو کرتے سنا ہر دعویٰ کی معقول دلیل اور ان کی سنجیدہ گفتگو نے مجھے بہت متاثر کیا وہ بڑے مؤثر انداز سے گفتگو کر رہے تھے اس سے صاف واضح تھا کہ محض ان کی تقریر ہی نہیں بلکہ ان کا دل و دماغ سامعین کو اس سچائی کا یقین دلانے کی انتھک جدوجہد کر رہا ہے۔ جس پر وہ خود علیٰ وجہ البصیرت یقین رکھتے ہیں۔ جو حقائق انہوں نے بیان کئے اگرچہ وہ میرے لئے بالکل نئے تھے۔ لیکن جس قدر میں ان پر مزید غور کرتی رہی۔ مجھے زیادہ مدلل دکھائی دینے لگے۔

ان میں سے ایک زیر بحث مسئلہ صلیب پر مسیح کی موت تھا۔ مجھے اس سے پہلے مسیح کی جانی قربانی پر کوئی شک نہ تھا لیکن اس کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بات قابل قبول ہے کہ خدا کا یہ ارادہ ہرگز نہ تھا کہ مسیح قربانی کی موت مرے۔ پھر مجھے یہ معلوم کرکے کہ مسیح حادثہ صلیب کے بعد زندہ رہے تا وہ اپنے مشن کی تکمیل کر سکیں اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔

اسلام نے میرے دل و دماغ پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا اور میں نے محسوس کر لیا کہ اسلام تمام دوسرے مذاہب سے زیادہ مکمل مذہب ہے جو انسانیت کی بہبودی کے لئے بہترین حل پیش کرتا ہے۔ قرآن شریف کے بار بار مطالعہ اور ہر مرتبہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو کر میں اس کتاب کے

اس دعوے سے متفق ہو گئی۔ "یہ ایک عمدہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ یہ اچھی فطرت رکھنے والوں کے لئے بہترین راہ نما ہے۔" (ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين) اس کتاب میں ایسے قوانین موجود ہیں جن کی روشنی میں چل کر انسان مطمئن زندگی گذار سکتا ہے۔ اور اپنی روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ مذہب کو بھی اپنا سکتا ہے۔

دسمبر ۱۹۵۶ء میں میں اور میرے خاوند نے امام صاحب سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ کیا ہم اسلام قبول کر سکتے ہیں؟ بلکہ ہم نے التجا کی کہ کیا اسلام ہمیں قبول کر لے گا؟ اگر مجھ سے میری زندگی کی آخری خواہش دریافت کی جائے تو میں کہہ سکوں گی کہ کاش میں اپنی زندگی میں ہی تمام دنیا میں امن قائم ہوتا دیکھ سکوں۔ اور میں یہ جانتی ہوں کہ یہ خوش کن دن تب آئے گا۔ جب تمام دنیا کے لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ اسلام فرد اور قوم کے لئے امن، محبت اور خیر سگالی کا مذہب ہے۔ میں نے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب دیکھا ہے جس میں رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی جبکہ مسیحی گرجوں میں مجھے کئی بار رنگ و نسل کی تفریق کے مواقع دیکھنے پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر میں اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ وہ ٹرینیڈاڈ کا سیاہ فام باشندہ تھا۔ اس نے جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کی رائل ایر فورس کی طرف سے لڑنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ان دنوں وہاں جبری بھرتی جاری نہیں تھی۔ بلکہ اس نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا تھا اس نے پائلٹ کی ذمہ داری سنبھال لی جو بڑی پرخطر ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اتفاقی طور پر اسے لندن پہنچنے کا موقعہ ملا۔ ان دنوں چونکہ وہ ایک مخلص مسیحی بن گیا تھا۔ اس لئے اس نے وہاں کے ایک گرجا میں جانے کا ارادہ کیا۔ گرجا کا یہ دستور ہوتا ہے کہ عبادت کے اختتام پر پادری گرجا کے دروازہ پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ اور تمام باہر نکلنے والوں سے مصافحہ کرتا جاتا ہے۔ جب پائلٹ کے لباس میں ملبوس یہ سیاہ فام نوجوان گرجا سے نکلنے لگا تو پادری نے اس سے بھی مصافحہ کیا اور کہا کہ گرجا میں عبادت کے لئے آپ کی آمد سے بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن چونکہ گرجا میں دوسرے آنے والے (سفید فام) آپ کی یہاں موجودگی

پسند نہیں کرتے اس لئے آپ آئندہ یہاں تشریف نہ لائیں۔ مجھے اس واقعہ پر سخت تعجب ہوا اگر یہ بات درست مان لی جائے تو بالفرض یسوع مسیحؑ کا رنگ سیاہ فام ہو اور وہ گرجا میں داخل ہونا چاہیں تو کیا انہیں سفید رنگ کا نہ ہونیکے باعث وہاں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا؟ اگر یسوع مسیحؑ کو پتہ چلے کہ اس کی تعلیم کس قدر بگاڑ دی گئی ہے۔ تو اس پر کیا گزرے گی؟ خدا تعالےٰ کی نظر میں تمام لوگ برابر ہیں۔ اسی نظریہ کو تسلیم کر کے ایک ایسی دنیا تعمیر کی جا سکتی ہے۔ جس میں تمام اقوام اور تمام افراد پہلو بہلو امن اور اخوت سے رہ سکتے ہیں۔

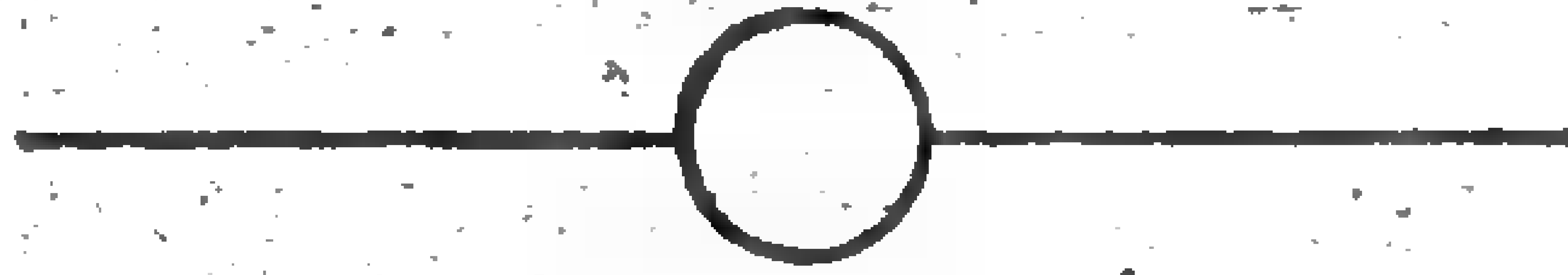
اسلام کی خوبی جس نے مجھے متاثر کیا ہے بندہ کا خدا تعالیٰ سے براہِ راست تعلق ہے۔ آپ یقین رکھ سکتے ہیں کہ خدا تعالےٰ آپ کا دوست بھی ہے اور آپ کا نگہبان بھی۔ وہ آپ کا معلم بھی ہے اور آپ کا محافظ بھی، مصیبت کے وقت آپ کا غمخوار بھی ہے اور بھٹکتے وقت آپ کا رہبر بھی۔ اگر آپ اس سے تھوڑی سی محبت کرتے ہیں تو وہ آپ سے اس سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔

اسلام میں تثلیث کے تصور کی پیچیدگی نہیں ہے بلکہ خدا کے ایک ہونے کا تصور ہے اسلام کا خدا عہد نامہ قدیم کے غضبناک خداوند کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ نہایت رحم دل اور منصف مزاج ہے۔

اسلام میں مَیں نے اپنا خدا پا لیا وہ خدا جس نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر اپنا کلام اپنے مقدس رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ آپؐ کے سوانح حیات کے مطالعہ سے ہمیں بہترین سبق حاصل ہوتا ہے۔ آپؐ اسلام کا صحیح نمونہ تھے۔ جس قدر ہم آپؐ کے نقش قدم پر چلیں گے اسی قدر ہم صحیح اسلام پر عمل کرنے والے ہوں گے۔

اسلام لانے کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی میرا اعتقاد مستحکم ہو گیا۔ کیوں کہ آپ کی بعثت کے وقت مسلمان کہلانے والے صحیح راستہ سے بھٹک گئے تھے۔ اور کسی ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو ان کو دوبارہ صحیح راستہ پر گامزن کر دے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی کلام کو پھر سے دنیا میں زندہ کر دیا۔

میں بڑے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ اس زندگی میں مجھے جس قدر مسرت حاصل ہو سکتی تھی اسلام قبول کر کے میں نے اس سے بھی زیادہ دلی مسرت حاصل کر لی ہے۔ اور اپنی تمام دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے یہی التجا کرتی ہوں کہ وہ مجھے حقیقی مسلمان بنا دے۔" آمین



"مسیحی تعلیمات بہت ہی تحکما اور ادعائی ہیں۔ آپ کتنی ہی معزز و مشروف زندگی بسر کریں۔ لیکن اگر آپ کو اطمینان قلب اور روح کا چین و قرار میسر نہیں ہے تو یہ زندگی بیکار محض ہے۔ اسلام کی سادگی حسن نے ہمیں امن و آشتی سے ہمکنار کیا ہے اور ہم کامل طور پر خوشی و مسرت کی مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

——— مسٹر اور مسز جی۔ پیٹ مین

مسز الیو ٹوٹو ۔ انگلستان

مشرق کے تین دانش ور

حلقہ تعارف میں بیشتر احباب مجھ سے سوال کیا کرتے تھے کہ وہ کونسے حقائق ہیں جن کے پیش نظر میں اپنے بھلے عیسوی مذہب کو قبول کرنے کے بجائے اسلام میں داخل ہو گئی ہوں ۔ میں انہیں کہتی کہ :۔

"میں اور تو کچھ نہیں جانتی مگر یہی کہ میں ایک ننھی بچی تھی مسجد میں آنے جانے لگی اور جوان ہوتے ہوتے مسلمان ہو گئی "

"اُف! تو گویا آپ اسلامی طوفان کے نذر ہو گئیں!" وہ کہا کرتے ۔

"بس یہی تو آپ غلطی کرتے ہیں"۔ میں انہیں کہا کرتی ۔ "دراصل بات یہ ہے کہ بچپن میں سنڈے اسکول جایا کرتی تھی ۔ ہر اتوار مسیحی تعلیمات کا درس لیا کرتی تھی بعد ازاں ہر شام مسجد شریف میں بھی حاضری دیا کرتی تھی یہ کہنا آپ کی بے خبری اور واقعات کے سراسر خلاف ہے کہ میں اسلامی طوفان کے نذر ہو گئی ہوں بلکہ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے میں نے بڑے ہی غور و فکر اور گہری تحقیق و تدقیق کے بعد کلمہ پڑھا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسلام کو اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں اور میری روح کو اس کے فیضان و عرفان سے سکون ملتا ہے"

"تو آپ کے ابا جان کس طرح مسلمان ہوئے ؟"

ساٹھ ستر سال ادھر کی بات ہے کہ ایک لڑکا کسی جگہ کھڑا ایک واعظ کو ہمہ تن

گوش سن رہا تھا۔ واعظ کہتا رہا اور وہ سنتا رہا۔ وہ اجنبی واعظ اس دیس کے غیر معروف مذہب اسلام۔ پر روشنی ڈال رہا تھا۔ اس اسلام پر۔ جس نے ایک میں تین اور تین میں ایک کی نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک خدا کی تعلیم دی ہے۔ پلے ماؤتھ کا شہر تھا اور وہ سولہ سالہ لڑکا میرے ہونے والے ابا جان تھے۔"

"یہ باتیں بڑی ہی اثر انگیز اور اثر آفرین ہیں"۔ ابا حضور نے دل ہی دل میں کہا۔ کتنا اچھا ہے یہ واعظ! کیسی پیاری باتیں کرتا ہے۔"

"مگر۔ مگر مجھے کالج سے دیر ہو جائے گی۔ اب چلنا چاہیئے۔ کل پھر آؤں گا اور اس عجیب اور اجنبی اسلام کی باتیں مزید سنوں گا۔"

ابا جان یہ سوچ کر کالج کی طرف چل دیئے۔ کل آگئی اور ابا حضور اس بدیسی واعظ کی وعظ سننے کے لئے تن تنہا چلے گئے۔ آج وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ نہ کہنے والا نہ سننے والا۔ نہ واعظ تھا نہ سامع۔ وہ اکیلے کھڑے ہو کر کچھ سوچنے لگے۔ واعظ کا سراپا ان کے تصور میں گھوم گیا اور کان بجنے لگے ان کے کانوں میں تمام باتیں گونجنے لگیں۔ بہت افسردہ ہو گئے۔ قدم بھاری اور طبیعت گراں ہو گئی۔ شاید واعظ کو تقاریر کے بارہ میں حکم امتناعی مل گیا ہو گا کہ یہاں پر لیکچرز نہ دئیے جائیں۔ بہر حال یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس دن کیوں نہیں آئے تھے۔ ان کا نہ آنا ابا جان کے لئے رنج و افسوس کا باعث ہوا۔ انہوں نے اس واعظ کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔

کچھ سال اور بیت گئے۔ ابا جان کی شادی بھی ہو گئی۔ حالات کے تحت انہوں نے اپنے وطن مالوف۔ پلے ماؤتھ۔ کو خیر باد کہا۔۔۔۔ اس پلے ماؤتھ کو۔ جہاں انہوں نے بچپن اور لڑکپن کے معصوم شب و روز گذارے تھے اور جہاں انہوں نے پہلی دفعہ اسلام اور اسلام کی تعلیمات کا حال سنا تھا وہاں سے دو سو میل دور ووکنگ شہر میں آکر آباد ہو گئے اور اپنے خاندان کی پرداخت شروع کر دی۔ ایک دن انہوں نے ایک مقامی اخبار میں پڑھا "اسلام گیا ہے" ہم۔۔۔۔۔۔ اس کے نیچے لکھا تھا

کہ ووکنگ مسجد میں ایک لیکچر ہوگا جس میں اسلام پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اس اتوار ابا جان ووکنگ مسجد میں تشریف لے گئے۔ واعظ کہہ رہا تھا:۔

"خدا ایک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ہماری فطرت معصوم ہے۔ ہماری پیدائش گناہ اور خطا کی پیدائش نہیں۔ ہم سب انبیاء اور رسل علیہم السلام کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ہم حضرت یسوع مسیح کے منکر نہیں۔ وہ ہمارے رسول ہیں۔ ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔ آپ کے نبی اور رسول ہمارے اپنے نبی اور رسول ہیں۔ بس ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم آپ کے رسول اور نبی کو مانتے ہیں اسی طرح آپ بھی ہمارے پیغمبر کو مان لیں۔ ہمارے نبی آخری نبی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ علیم و خبیر کی طرف سے دنیا جہان کی رشد و ہدایت کے لئے آخری پیغام ۔۔۔ قرآن کریم ۔۔۔ لے کر آئے ہیں یہ ابدی پیغام ہے۔ اس کے بعد نہ کسی پیغمبر کی ضرورت ہے نہ کسی پیغام کی"

"کیا سیدھا سادہ مذہب ہے" ! ابا جان نے دل ہی دل میں کہا۔

پھر تو ان کو اسلام کی دھن لگ گئی۔ ہر اتوار مسجد تشریف لے جاتے اور دنوں میں ہی وہ مشرق کے ان نیک داعیوں کے اچھے خاصے دوست بن گئے۔ ہر اتوار لیکچر ہوتے۔ یہ لوگ مشرق سے آئے تھے اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے سب کچھ قربان کر کے مغرب کی اجنبی بستی میں آ بیٹھے تھے۔ یہاں کے باسی ان کی بدیسی ذات اور ان کے اجنبی مذہب کے خلاف تھے۔ بڑی مخالفت ہوتی مگر ان تو وارد ین کا صبر گویا پتھر کا تھا۔ ابا جان ان مشرقی دانشوروں کی باتیں سننے کے لئے جاتے رہتے تھے اب وہ اکیلے نہیں بلکہ ہمیں بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ہم ان مشرقیوں کو سنتے رہتے۔ وہ تین تھے۔ ان کے سروں پر خوبصورت پگڑیاں ہوتی تھیں۔ اس وقت میں ان کو مشرق کے وہ تین دانشور خیال کرتی تھی جن کی میں نے تصاویر دیکھی ہوئی تھیں۔ کہ وہ ایک ستارے کی رہنمائی میں ایک ایسے جھد کی تلاش میں سرگرداں ہیں جس میں ایک معصوم و حسین بچہ محو آرام ہے۔ اس وقت میں بچی تھی۔ اور خیال کیا کرتی تھی کہ یہ تینوں ۔۔۔ مولوی نور محمد رح۔ کمال الدین مرحوم و مغفور اور حضرت مولانا صدرالدین وہی دانشور ہیں۔ جو تصویر

میں دکھائے گئے ہیں۔ اور جب میں جوان ہوئی تو میں نے محسوس کیا۔ کہ وہ واقعی مشرق کے تین دانشور تھے۔ جو ایک ستارہ ـــ اسلام ـــ کی پیروی کرتے ہوئے اس مہد کی تلاش میں یہاں آنکلے تھے۔ وہ اسلام کی پرورش و تربیت کے لئے اور اس کو پروان چڑھتے دیکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر کے اس اجنبی دنیا میں آبیٹھے تھے۔ وہ مہد جو انہوں نے تلاش کیا۔ کنگ مسجد تھی۔ جہاں انہوں نے اسلام کی پرداخت کی۔ انگلستان کی سرزمین پر یہ پہلی مسجد ہے جہاں سے پہلی دفعہ اسلام کی صدائیں گونجیں اور اللہ اکبر کی اذانیں بلند ہوئیں۔ اسے اتفاق کہئے یا مقدر کہ اتنے سالوں کے بعد قبلہ ابا جان انگلستان کے دور دراز قصبہ میں جا آباد ہوئے۔ جہاں اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی۔ اور توحید و رسالت کی صدا گونج رہی تھی یوں ان کے دل کی سچی مرادیں بھر آئیں۔ نہ صرف قبلہ ابا جان ہی اسلام کے فیضان و عرفان سے متمتع ہوئے بلکہ ہمیں بھی اس رشد و ہدایت کے سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھانے کا موقع ملا۔

جب کبھی میری امی جان محترمہ سے اسلام کے بارے میں ان کے خیالات اور احساسات کا حال پوچھا گیا ہے تو انہوں نے یہی فرمایا کہ میں شروع سے ہی اسلام کی حقیقتوں اور صداقتوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں ایک ہی خدا پر ایمان رکھتی ہوں جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے میں مسجد کے احاطہ میں کھڑی ہوں اور عید الفطر ۱۹۶۱ء کی نماز کے لئے آنے والی چار ہزار سعید روحوں کا استقبال کر رہی ہوں۔ آج ہم خدائے واحد کی حمد و ثنا کے لئے جمع ہوتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اسلام کی تقریبات کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔

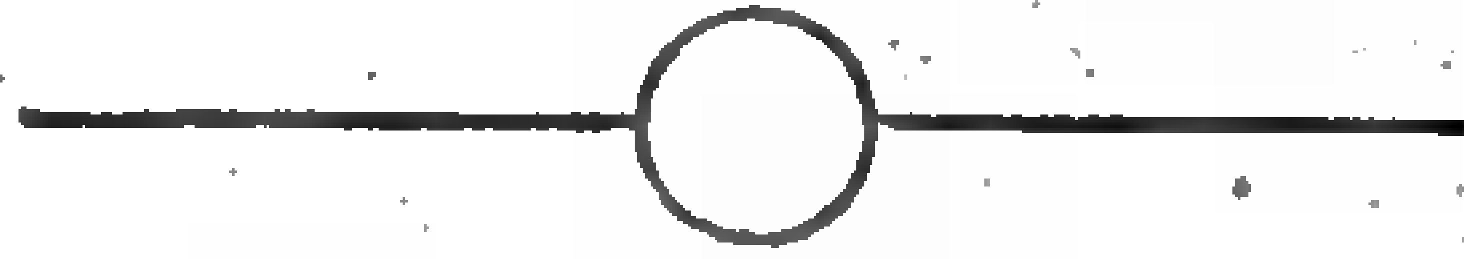
میں آج سوچ رہی ہوں کہ وہ تین دانش ور جو یہاں ایک مہد کی تلاش میں اپنا گھر بار، دوست احباب چھوڑ کر آئے تھے پوری طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور انکی قربانیاں مقبول ہیں۔ ایک وقت تھا کہ عید کے موقعوں پر چند افراد ہی دیکھنے میں آتے تھے۔ مگر آج ہزاروں لوگ یہاں جمع ہیں۔ کاش وہ سہ دانشور اس منظر کو دیکھتے۔ مگر اب ان میں سے صرف ایک ہی حضرت مولانا صدر الدین صاحب دیکھنے والے رہ گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بہترین نوازشوں سے متمتع فرمائے جنہوں نے انگلستان کے

دل میں اسلام کا بیج بو دیا۔

اے عادل و منصف خدا! تو بتا کہ کیا ہم تیری مخلوق نہیں ہیں اور کیا تائید ایزدی ہمارے شامل حال نہیں ہے۔ ملی ہاں! ہم ضرور اس کی مخلوق ہیں اور اس کی تائید و نصرت ہمارے شامل حال ہے۔

مجھے امید ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ ایک وقت آئے گا: انگلستان میں اسلام کی آواز شام سحر ٹیلی ویژن پر سنی جایا کرے گی اور انگلستان کا ہر شخص دعوتِ اسلام عام کرے گا۔

اس اعترافِ حق کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی مسنونہ دعا پر ختم کرتی ہوں کہ انسان کی صحت و سلامتی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔



"دو سال پہلے کی بات ہے مجھے خلیج فارس میں ملازمت مل گئی۔ وہاں قرب و جوار کے مسلمان لوگوں کے طور و طریق اور رسم و رواج دیکھنے کا موقع ملا۔ جب کبھی میں ان کے ہاں چلا جاتا ان مسلمان لوگوں سے میں بہت متاثر ہوتا۔ یہ لوگ خدا تعالےٰ کے کامل طور پر مطیع و فرمانبردار تھے۔ میں ان کی سادگی اور ان کے اجنبیوں سے بلا امتیازِ رنگ و نسل اور ملک ملت حسن سلوک اور خاطر داری سے متاثر ہوا۔ کھیت میں کاشتکار اور باغ میں مالی خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جایا کرتے تھے۔ یہ سجدہ ریزی اس لئے نہ تھی کہ یہ کاشتکاری یا باغبانی کے مفوضہ فرائض میں سے تھی اور یا اگر وہ خدا کے حضور نہ جھکیں تو ان سے باز پرس ہوگی۔ نہیں بلکہ اس لئے کہ خدا کے حضور خود سپردگی سے انہیں جو طمانیتِ قلب اور روحانی لذت حاصل ہوتی تھی، وہ دنیا کے مادی علائق سے کسی طور میسر نہیں آسکتی تھی۔"

——— آر۔ سی۔ ڈنکنس ۔ انگلستان

مِس جون فاطمہ ڈنیاسکن

توحید باری تعالیٰ

اسلام وہ مذہب ہے جس کی تلاش مجھے اس زمانہ سے تھی جبکہ میں سکول پڑھتی تھی مسیحی مذہب کی تعلیمات سے مجھے شروع ہی سے نفرت تھی۔ اور میرا دل کبھی اُن سے مطمئن نہیں ہوا۔ چنانچہ جب مجھے شعور حاصل ہوا تو میں نے ان کو اپنے دل و دماغ سے یکسر خارج کر دیا۔ تحصیل علم کے بعد کئی سال تک مجھے یہودی اور کیتھولک دوستوں کے ساتھ غیر ممالک میں رہنے کا اتفاق ہوا لیکن انکے مذہبی خیالات میری نظر میں نہ جچ سکے۔ میں اسی سال اپنے وطن مالوف واپس آئی ہوں۔ ایک دن اتفاقاً ایک دوست کی معیت میں مسجد واقع ہل گیٹ لنڈن میں جانے کا موقعہ ملا۔ یہاں پر پہلی دفعہ میں اسلام سے روشناس ہوئی اور بہت جلد اس کی حسین تعلیمات کی گرویدہ ہو گئی۔

وہ خاص بات جو میرے دل پر اثر انداز ہوئی اس مذہب کی سادگی تھی۔ توحید باری کا عقیدہ کتنا معقول اور سادہ ہے۔ اس قسم کے اور متفرق اصولوں کی وجہ سے اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ مسیحی ہونے کی حیثیت سے میں تثلیث اور کفارہ ایسے خلاف عقل عقائد پر ایمان رکھ سکتی ہی نہ تھی۔ بات جو مسیحی مذہب کی جان ہے اور جسے پادری صاحبان ہم سے منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ اس دنیا میں اس لئے آئے تھے، کہ اپنی جان دے کر بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔ کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آسکتی علاوہ ازیں اس مزعومہ واقعہ صلیب سے دنیا کو معتدبہ فائدہ نہیں پہنچا۔ الاماشاء اللہ بجز ان چند نفوس کے جنہوں نے ان کی پیروی کی خاص طور سے کوشش کی ہو۔ موجودہ دنیا اس زمانہ سے بدتر حالت میں ہے

جبکہ مسیح زندہ تھے۔ میرا خیال ہے کہ جو شخص ذرا سی بھی عقل سلیم کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پر غور و فکر کرے گا وہ اسلام کی طرف کھنچ آئے گا اور اس کو پسند کرے گا میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اسلام کی بدولت مجھے وہ سکون قلب اور روح کا قرار حاصل ہوا ہے جو قبل ازیں مجھے مطلقاً نصیب نہ تھا۔

"اسلامی لٹریچر اور قرآن کریم کے
مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ
پر پہنچا ہوں کہ مسلمان ہونا دنیا
کی بہترین نعمت سے متمتع ہونا
ہے۔ دین اسلام عالمگیر وسعت رکھتا
ہے۔ ابدی اور ازلی ہے۔ مطہر و
مزکی اور الہامی ہے۔ ورنہ ہرگز
ہرگز پھل پھول نہیں سکتا تھا۔"

——— ارنسٹ جے یو ملے

"بدی سے اجتناب اور نیکی کی افزائش اور اس کی نشر و
اشاعت کا نام اسلام ہے۔ ہم سب اس حقیقت کے
شاہد ہیں"

——— لیفٹننٹ کرنل عبداللہ - ایف بی - انگلستان

مسٹر رابرٹ کوخے (جرمن)

ایک خدا اور ایک مذہب کی تلاش

[مسٹر رابرٹ کوخے جو حال ہی میں مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب امام برلن مسجد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں، جرمن زبان کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی اور دیگر یورپین زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور بدھ مذہب، عیسائیت، یہودیت سے انہیں گہری واقفیت حاصل ہے۔ انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد ذیل کا مضمون انگریزی زبان میں مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب کو لکھ کر بھیجا تھا]

مندرجہ بالا عنوان کے تحت میں ایوننگ اسکول میں تقاریر کرتا رہا۔ اور جب میں نے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ اور اس پر غور و فکر کیا تو یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے مختلف مراحل میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور باطنی سکون کا واحد ذریعہ ہے۔ میری پرورش ایک عیسائی ملک میں ہوئی اور نہایت گہرے مطالعہ کے بعد مجھے بدھ مت (بالخصوص اس کی تبتی شکل) کا اچھا خاصہ علم حاصل ہوا اور اس کا میں مداح ہو گیا تاہم مذاہب کے متوازی مطالعہ پر اپنے لیکچر تیار کرنے کے لئے مجھے دوسرے مذاہب یعنی یہودیت۔ اسلام اور عیسائیت اور ان کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کا بھی محنت اور مشقت سے مطالعہ کرنا پڑا۔

ایک لمبے عرصہ سے میرے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ مذہبی وجدان تمام انسانیت میں ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور جتنا زیادہ میں عیسائیت، بدھ مت (اور ہندو مت کا بھی) اس نقطہ نظر سے

مطالعہ کرتا رہا۔ اتنا ہی تمام مذاہب میں توحید الٰہی کی گہرائیوں اور الہام کی عالمگیریت کا یکساں اثر نظر آیا جس کو تصوّف کی زبان میں اور دوسرے فلسفی گیانیوں کی زبان میں 'وحدت' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے :۔

"پہلا حکم یہ ہے اے اسرائیلیو سنو! ہمارا مالک ایک ہی خدا ہے اور تم کو چاہیئے کہ اس مالک خدا سے پورے دل سے، پوری جان سے اور پوری طاقت سے محبت کرو۔" (مارک ۲۹ : ۱۲)

قرآن کریم اسی مضمون کو ذیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہے :۔

انّا ارسلنٰک بالحق بشیراً ونذیراً وان من امۃ خلا فیھا نذیر۔

"تحقیق ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گذر چکا۔" (سورۃ فاطر ۳۵ : ۲۴)

اور پھر فرمایا :۔

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔

"رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی سب اللہ پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اسکے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اسے ہمارے رب تیری حفاظت (چاہیئے) اور تیری طرف ہی انجام کار پہنچنا ہے۔" (البقرہ ۲ : ۲۸۵)

تمام مذاہب کی یکسانیت کا اور توحید الٰہی کا نظریہ نہایت گہری اور ٹھوس شکل میں صرف

اسلام ہی میں پایا جاتا ہے۔ تقریباً ہر عیسائی فرقہ صرف اپنے آپ کو ہی خدا اور سچے دین کا علمبردار سمجھتا ہے۔ پڑھے لکھے عیسائی بھی بدھ مت اور دوسرے ادیان پر عیسائیت کی برتری میں کوئی شک و شبہ نہیں رکھتے۔ صرف ایک کویکر ——— فرقہ اس سے مستثنےٰ ہے (سوسائٹی آف فرینڈز جس کی بنیاد جارج فاکس نے رکھی اور جو پرامن اصولوں پر مبنی ہے) اس کا یہ اعتقاد ہے کہ خدائے واحد نے دوسری اقوام کی طرف مختلف حالتوں اور نظریوں میں اپنے وجود کا ظہور فرمایا۔

بدھوئی کے نزدیک بھی، اکثر حالات میں ہر ایک فرقہ یا مکتب خیال صرف اپنے آپ کو دوسرے بدھ فرقوں سے برتر سمجھتا اور انہیں لایعنی قرار دیتا ہے چہ جائیکہ دوسرے مذاہب کا کوئی ذکر ہو جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ان پر کبھی الہام الٰہی نازل ہی نہیں ہوا۔ تبتی بدھ۔ اس سے مستثنےٰ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اپنا ظہور مختلف شکلوں میں کرتا ہے۔ لیکن تبت کا اعلےٰ درجہ کا روحانی بدھ مذہب بہت پیچیدہ ہے اور اس کا سمجھنا مشکل ہے۔

یہودیت "خدا کی برگزیدہ قوم" کے نظریئے کی حامل ہے اگر میں اپنی قوم یا اپنے آپ کو خدا کا برگزیدہ سمجھوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم برتر حیثیت رکھتے ہیں اور دوسرے کم تر ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ میرے خلاف نفرت پیدا ہو، اور میں دوسروں سے متنفر ہوں، دوسروں سے علیحدگی جو خود ستائشی کا نتیجہ ہے، امتیاز کی لعنت پیدا کرتی ہے۔ اور یہودیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ امتیاز کے ہولناک گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ یہ صرف اسلام ہی ہے، جو عملی رنگ میں ایک خدا اور تمام مذاہب کی یکسانیت اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔

مذاہب کا مطالعہ کرتے وقت اسلام میرے لئے زیادہ سے زیادہ جذب و کشش کا موجب ہوا مغرب میں اسلام کے متعلق بہت سے غلط خیالات پھیلے ہوئے ہیں۔ میں نے اسلام کا صحیح نقطہ نظر پا لیا۔ میں برلن مسجد کی مسز آمنہ موسلر کا ممنون ہوں، اور برلن مسجد کے نئے امام مسٹر محمد یحیٰی

بٹ سے ملاقات میرے لئے ایک فیصلہ کن امر ثابت ہوئی ان سے ملاقات میرے لئے بہت ہی ولولہ انگیز تھی۔ ایک ایسا شخص جس نے یہاں سے ہزاروں میل دور پرورش پائی انہی مذھبی خیالات اور تفکرات کا مالک ہے جو میں نے اپنی لمبی عمر اور محنت و کاوش سے حاصل کئے ہیں۔ میرے یہ خیالات کہ تمام مذاہب کی تہہ میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی خدا پایا جاتا ہے اسلام کے اندر ایک مخصوص شکل میں پائے جاتے ہیں اس لئے مجھے اس سلسلہ میں کوئی تامل نہ ہوا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤں اور سعادت دارین حاصل کر دوں۔

مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب اور میں اپنے اپنے طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ زمانہ بنی نوع انسان میں قریب ترین تعلقات اور وسائل آمد و رفت کے پہنچنے کا زمانہ ہے اور یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ایک مشترک روحانی بنیاد قائم کی جائے اس بنیاد کو سب سے پہلے روحانی رہنما اور مفکرین تسلیم کریں لیکن دوسرے مذہب سے اشتراک اور اتحاد اعتقاداً جائز نہیں سمجھتے۔ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اس لائق ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے ہمہ گیر نظریات کے ذریعہ سے تمام نسل انسانی کے لئے ایک مستقل مذھبی نقطہ نگاہ پیش کرے اور ایک ایسی روحانی بنیاد قائم کرے جس کے مطابق دنیا کی اتحاد و اتفاق کی راہیں مستحکم تر ہو جائیں۔

ایک اور قابل ذکر اہم حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مدت دراز سے مشرق سے مغرب تک ایک ایسا رابطہ قائم کر رکھا ہے جس کے ذریعہ روم اور یونان کے مغربی فلسفہ اور ہندوستان وغیرہ کی حکمت اور مذھبی صداقتوں کو ملایا اور اپنایا جا سکتا ہے۔ اسلام مشرق سے مغرب کے لئے ایک بڑا مضبوط اور معقول پل بنا ہوا ہے کیونکہ تمام مختلف خیالات و نظریات نہایت عمدگی کے ساتھ اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور ہم یورپین لوگ نہایت اشتیاق کے ساتھ مشرق و مغرب میں ایک اتحادی رابطہ

اور رابطہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور نہیں جانتے ہو کہ یہ رابطہ پیدا ہو چکا ہے۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جو ان نظریاتی تبدیلیوں پر مبنی ہے جو انسانی خیالات اور عمل میں واقع ہو رہی ہیں۔ بر اعظم افریقہ کے لوگ بھی انسانیت کے اس روحانی گیت میں یک آواز ہو کر شامل ہو جائیں گے۔ یورپ میں ہم اہل افریقہ کے روحانی معتقدات سے بالکل بے خبر ہیں چہ جائیکہ ہم مشرق کے حکیمانہ خیالات سے آگاہ ہوں۔ اسلام اہل افریقہ کے معاشرتی اور روحانی تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

مسٹر محمد یحییٰ بٹ سے یہ معلوم کر کے کہ میرے خیالات اسلام ہی کا عکس ہیں اور یہ دیکھ کر کہ اسلام ہی تمام انسانیت کے لئے امر مشترک ہے میرے لئے قدرتی طور پر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ میں اسلام کی حقیقت دنیا پر واضح کرنے کی کوشش کروں۔ وہ غلط خیالات جو بہت سے یورپین لوگوں میں اسلام کے متعلق پھیلے ہوتے ہیں۔ میرا یہ فرض ہے کہ پوری طاقت کے ساتھ ان کی تردید اور اسلام کی تائید و حمایت میں سینہ سپر ہو جاؤں۔

"میں اسلامی عقائد کی معقولیت استحکام، حقیقت اور ان کے عملی اثباتی نتائج سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا ہوں"

—— ار۔ کینیڈی۔ انگلستان

مس عطیہ ڈروتھی از جرمن

اسلامی عقائد عقل و سمجھ کے مطابق ہیں

مسلمان ہونے سے پہلے میں یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا مانتی تھی میری پیدائش ایک مسیحی خاندان میں ہوئی، میں بھی وہی عقیدہ رکھتی تھی جو میرے ماں باپ کا تھا کیونکہ میں ان سے محبت کرتی اور ان کی اطاعت ضروری سمجھتی تھی مگر جس مذہب کی انہوں نے مجھے تعلیم دی، وہ بھی ایسا ہی تھا، جیسے دوسری چیزیں ۔۔۔ روٹی اور کپڑے وغیرہ جو ان سے مجھے ملتے تھے، بچپن کے زمانہ میں میں نے کبھی کوئی وجہ نہ دریافت کی کہ یہ جو کچھ مجھے دیا جاتا ہے عقل و سمجھ کے کہاں تک مطابق ہے۔ جب میں بڑی ہوئی تو میں نے اپنی عقل استعمال کی۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا اس کو سمجھا اور سوچا، اس حالت میں بہت سی باتوں کو میں نے غلط پایا۔ وہ کہتے تھے کہ صرف مسیحی مذہب ہی خدا تک پہنچنے کا صحیح رستہ ہے ایسا سمجھنے کا حق کس نے انکو دیا ہے، انہیں کوئی اختیار حاصل نہیں کہ تمام دنیا کی منصفی کریں۔ ایسا کرنے میں وہ گویا خدا کی جگہ لے لیتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ تثلیث کے قائل ہیں۔ یعنے تین خدا مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے، کہ خدا باپ بیٹا اور روح القدس ایک اقنوم ہیں، لیکن میرے لئے یہ سمجھنا ناممکن ہے کہ کیوں خدا نے اپنے آپ کو دو یا تین شخصیتوں میں تقسیم کر لیا۔ خدا باپ آسمان پر بیٹھا رہا اور اپنی باقی شخصیت کو بحیثیت خدا (بیٹا) زمین پر بھیجدیا، اور روح القدس ان دونوں کے ساتھ رہا۔ ان کا اپنا مذہب ۔۔۔۔ تین ارکان پر مشتمل ہے۔ یہ کہ خدا ایک

ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یسوع مسیحؑ اور روح القدس بھی خداوندی میں شریک ہیں۔

اسلام ایک عملی مذہب نظر آتا ہے۔ تمام کائنات کے اندر خدا کا قانون کام کر رہا ہے چونکہ یہ ایک ہی قانون ہے اس لئے خدا بھی ایک ہی ہونا چاہیئے جو تمام کائنات کا خالق و مالک اور ربّ معبود ہو۔

ہمارا مذہب ہماری عقل عامہ پر مبنی ہے لیکن مسیحی لوگ اپنے عقیدہ کی صداقت کو عقل کی کسوٹی پر ثابت نہیں کر سکتے، ان کے عقائد سمجھ میں آنے والے نہیں، ان کا خیال ہے کہ مذہب اور زندگی دو الگ الگ چیزیں ہیں جو غلط ہے، ان دونوں کو ملانا چاہیئے، اگر آپ اپنی روزانہ زندگی میں مذہب سے کام لیں، تو آپ خدا کے پیارے بیٹے بن جائیں گے۔

امام صاحب مولانا یحییٰ بٹ کے تعلیم کردہ اسباق کے مطابق میں ایسی مسلمان بننا چاہتی ہوں جو اپنے مذہب کو اپنی زندگی میں صحیح طریق پر استعمال کرنا جانتی ہو۔

"خدا نے ہمیں سطح ارض پر اپنے بندوں کی حیثیت سے تمام چیزیں عطا کی ہیں اور امام صاحب نے مجھے یہ سبق دیا ہے کہ

"عطیہ! اب خدا کے تمام عطیات اور انعامات کو لو اور صحیح طریق سے انہیں استعمال میں لاؤ۔"

میں اس لئے مسلمان ہوئی ہوں کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس میں رواداری پائی جاتی ہے اس کو مدلل طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ مذہب خدا اور انسانوں کے تعلق انسانیت اور آزادی پر مبنی ہے۔ میں اپنی آئندہ زندگی انہی مقاصد کے ماتحت بسر کروں گی اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے آگے تسلیم و رضا کا سر جھکاؤں گی۔

مارگٹ فک محمُودہ

ایک ہی مذہب جو الٰہی نور کی عالمگیریت کی تلقین کرتا ہے

میں ہمیشہ بیرونی ممالک اور ان کے مذاہب بالخصوص عربی ممالک کے حالات میں دلچسپی لیتی رہی ہوں۔ اس لئے گذشتہ موسم سرما میں میں نے پبلک ہائی سکول برلن میں دو کورس لئے پہلا کورس پانچ عالمگیر مذاہب سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا عربی کورس، عربی زبان سیکھنے کے لئے لیا۔

مختلف مذاہب کے متعلق مسٹر رابرٹ کوچ نے لیکچر دیئے۔ لیکچروں کے علاوہ تمام کلاس کو برلن کے گرجوں۔ یہودی معبدوں اور بدھ مذہب کے مندروں میں لے جایا گیا۔ میں نے ان سب کو دیکھا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ تمام مذاہب ایک ہی خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ انہوں نے اس کے ساتھ اور بھی خداؤں کو شریک بنا رکھا ہے اور وہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت نہیں کرتے بلکہ بہت سے دوسرے خداؤں کی اور اپنے رُوحانی لیڈروں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ مزید براں یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ ہر مذہب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی کو صرف اپنے ہی گروہ تک محدود سمجھتا ہے اور اس الٰہی نور کو ماننے کے لئے تیار نہیں جس پر دوسرے مذاہب ایمان رکھتے ہیں۔

چار ماہ ہوتے انہی مذہبی مراکز کی زیارتوں کے سلسلہ میں میں اور میری ماں لوگوں کے ایک بڑے گروہ کی معیت میں جس کی قیادت مسٹر کوچ کر رہے تھے، مسجد دیکھنے کیلئے گئے۔ مسجد

کے امام مسٹر محمد یحییٰ بٹ نے ایک لیکچر دیا اور تعلیمات اسلام کے چند پہلوؤں پر واضح کئے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ایک ہی خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس الٰہی نور کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دوسرے روحانی قائدین کو دیا گیا، اپنے ہی لئے محدود نہیں سمجھتے، ان کے اس نظریہ نے مجھے اپیل کیا، یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ اسلام حسد تعصب سے بالاتر مذہب ہے کیونکہ وہ اپنے ماننے والوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذہبی لیڈروں موسیٰ اور مسیحؑ وغیرہ پر ایمان لائیں اور ان انبیاء میں سے کسی میں بھی تفریق روا نہیں رکھتا امام صاحب نے دوران گفتگو میں بتایا کہ مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دوسرے پیغمبروں پر بھی ایمان رکھتے اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ یہ لیکچر میرے دل کو بہت زیادہ متاثر کرنے کا موجب ہوا اور اس نے اسلام کے متعلق زیادہ علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا - اس لئے میں اپنی ماں کے ساتھ جو خود بھی اسلام میں دلچسپی لینے لگیں جمعہ کی نمازوں اور بحث مباحثہ کی ان مجالس میں شامل ہوتی رہی، جن کے انعقاد کا بندوبست امام صاحب نے ہر ہفتہ کی شام کو کر رکھا ہے۔

ہم اسلام کے متعلق بہت سے غلط خیالات رکھتی تھیں، لیکن جوں جوں ہم مسجد میں آتی رہیں اسلام کی پاکیزگی اور خوبصورتی کی قائل ہوتی چلی گئیں۔

میرے ماں باپ اور دادا پردادا لوتھر کے پروٹسٹنٹ مذہب کو مانتے چلے آتے ہیں مجھے بھی اسی مذہب کا بپتسمہ دیا گیا اور کلیسا کی طرف سے مہر تصدیق ثبت کی گئی۔ لیکن جب سے مجھے اسلام کی صحیح تعلیم کا علم ہوا ہے جو میرے دل کو اپیل کرتی ہے اس وقت سے میرا یقین ہو گیا ہے کہ جناب مسیحؑ بنی آدم میں سے ایک رسول تھے، وہ جیسا کہ مسیحی لوگ مانتے ہیں ابن اللہ نہیں تھے۔ اس لئے میں نے اور میری ماں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ یہ مذہب آسانی سے سمجھ میں آسکتا اور دوسرے مذہب سے رواداری کا برتاؤ کرتا ہے ؎

عبدالرشید رابرٹ آرتھر

سچا خواب

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی طاق میں چراغ ہو۔ (اور) چراغ شیشہ (کی قندیل) میں (اور) شیشہ گویا چمکتا ہوا تارا روشن کیا گیا ہو۔ برکت والے زیتون کے پیڑ سے۔ جو نہ شرقی ہو نہ غربی ہو۔ کہ جس کا تیل خود بخود روشن ہونے کو ہو۔ اور گو اس کو ابھی آگ نہ لگی ہو۔ نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر شئے سے خوب واقف ہے۔

(القرآن۔ سورۃ نور)

ایک شخص کے لئے اپنا ارادہ اور اپنا کردار بیان کرنا آسان کام نہیں۔ اس لئے اگر میرے الفاظ غیر واضح ہوں تو درگزر فرمائیں۔ البتہ یہ میرے دل کی آواز ہے۔ اس لئے میری بات انشاءاللہ سب لوگ سمجھ سکیں گے۔

میں نے اولیاء اللہ کی سی پاکیزہ زندگی نہیں گذاری۔ تاہم میں نے خدا کی جانب چلنے کی پیہم کوشش جاری رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ باوجود میری کوتاہیوں اور لغزشوں کے بسا اوقات تھوڑے تھوڑے وقفے کے لئے میرا قلب نور کی جھلک سے تاباں و روشن ہوتا رہا۔ اگرچہ یہ نورانیت میرے قلب میں بہت ہی قلیل وقت کے لئے ہوتی تھی۔ مگر یہ کیفیت بے حد دلکش اور موثر ہوتی تھی۔ اس کیفیت میں مجھے قرب باری تعالیٰ نصیب ہوتا۔ اس کے قرب کی کیفیت مجھ پر وارد ہوتی۔ پھر وقت کی قیود ختم ہو

جاتیں اور میں تحالئیں میں گم ہو جاتا۔

میں نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں گہری دل چسپی سے مذاہب کا مطالعہ کیا۔ ان مذاہب کا تقابل و موازنہ بھی کرتا رہا۔ اس مطالعہ کے سبب اور حق کی تلاش میں مختلف ممالک کی سیر اور مختلف رنگ و نسل اور عقائد کے لوگوں سے ملنے کی وجہ سے میری ادبی اور عام معلومات میں اضافہ ہوا۔ مگر مجھے جس حقیقت کی تلاش رہی وہ حقیقت حقہ مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ اس ناکامیابی کے باوجود میرا عزم پختہ ہی ہوتا گیا۔ میں خدا کی ذات کے بارے میں مشکوک نہ تھا۔ اس لئے اس کے پانے کی جستجو میں ڈھونڈھ رہا تھا۔ اور وہ نور جو ہر شئے کی روح میں مجھے جلوہ گر نظر آتا تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ انجام کار مجھے یقین ہو گیا کہ

میرے سوال کا جواب مغرب میں نہیں مگر میرے قلب نے یہ بھی کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس کا جواب کہیں اور بھی نہ ہو۔ لہٰذا میرا رخ مشرق کی جانب ہو گیا اور مجھے محسوس ہوا کہ مشرق میں میرے سوال کا جواب شافی طور پر مجھے مل جائے گا۔ پھر بھی میرے دل پر بے شمار شکوک و شبہات کے طوفان امڈتے رہے پس میں نے اپنے دل کو خوب ٹٹولا اور خواہشاتِ نفسانی کو خوب جھنجوڑا۔ چنانچہ ایک دن ایسا آیا کہ میں نے سرزمین انگلستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ فطرت بھی عجیب رنگ دکھاتی ہے ادھر میں شکوک و شبہات کے طوفانوں سے دوچار ہوں اور رختِ سفر باندھ رہا ہوں۔ ادھر موسم خزاں ہے سخت سردی کا زمانہ ہے۔ اندھیری رات ہے میں اپنے گھر سے باہر چلا ہوں۔ کہاں؟ ایسی منزل کی جانب چل پڑا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کتنے فاصلہ پر ہے۔ میں رنگا رنگ زندگی کی دس دفتر ختم کرنے اور یک رنگی اختیار کرنے نکلا تھا۔

میں لندن کے ساحل پر آیا۔ اور کنارے سے لگے ہوئے رخصت ہونے والے جہاز کے آہنی چبوترے پر کھڑا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ساحل پر ایک جانب ٹمٹماتے اور جھلملاتے ہوئے ہزار ہا تارے ہیں اور دوسری طرف بحرِ ظلمات اور اس کی اونچی اونچی سیاہ موجیں ہیں۔ میرا جہاز اس فضا میں چل پڑا۔ آہستہ آہستہ وہ جھلملاتے ہوئے روشن تارے پہاڑ سے بلند تر سیاہ موجوں کے سایہ میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ اب میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی اگرچہ میں تنہا تھا۔ رات ڈراؤنی تھی اور ہر لحظہ خطرہ سامنے تھا۔ مگر میرا قلب پختگی کے ساتھ مجھ سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

"اب تیری زندگی خدا کے لئے وقف ہے۔ تو اس کی تلاش میں نکلا ہے لہذا دعا کر کہ اے خدا میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ تو میری دستگیری فرمائے گا۔ اے خدا مجھے آنے والے حالات و واقعات میں ہدایت اور قوت عطا کر"

مجھے قرب محسوس ہونے لگا اور میں خدا سے قریب ہوتا گیا۔ غیر معلوم منزل کی جانب سفر کے صحیح ہونے کے احساس نے شدت اختیار کی اور میرا دل طمانیت اور خوشی کا مسکن بن گیا۔

آخر کار میرا جہاز ہندوستان جاتے ہوئے کراچی کے ساحل پر لنگر انداز ہوا، یہاں میں ایک اجنبی تھا۔ مگر مجھے خیال آیا کہ پاکستان اسلامی ملک ہے یہاں کے لوگوں سے بھی ملوں اور اسلام کی صحیح تعلیمات حاصل کروں میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کراچی میں مجھے صحیح معلومات کون دے سکتا ہے چنانچہ مجھے سب نے بتایا کہ یہاں ایک بزرگ درویش صفت، روشن ضمیر، عالم دین رہتے ہیں جنہیں مشرق و مغرب کے علوم اور فلسفہ سائنس سے اچھی طرح واقفیت ہے انہوں نے کرۂ ارضی کے گرد دیار تبلیغی دورے کئے ہیں۔ چنانچہ میں پتہ کر کے ان

کے دفتر پہنچا۔ اس مشن کے صدر پروفیسر مولانا شاہ حافظ محمد فضل الرحمان انصاری القادری سے ملاقات ہوئی، آپ کی صورت دیکھتے ہی دل آپ کی جانب والہانہ انداز سے کھنچا اور اس کی گہرائیوں سے آواز اُٹھی کہ تُو جسے چاہتا تو منزل قریب ہے۔ پھر میں نے گفتگو شروع کی۔ مذاہب عالم اور مذاہب حقائق پر کئی ملاقاتوں میں بحثیں رہیں ان طویل اور دلچسپ مباحث کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرا ذہن جن افکار کو صحیح سمجھ رہا تھا ان کی تصدیق ہوئی اور مولانا نے بتایا کہ میرا فکر اسلامی ہے۔ مولانا موصوف نے قبولِ اسلام کے لئے جو دلائل پیش کئے میں ان کا عقلی و ذہنی طور پر قائل ہوگیا۔ مگر میں روحانی مشاہدہ چاہتا تھا۔ اس لئے فوراً اپنے قبولِ اسلام کا اعلان مناسب نہ سمجھا، اپنے سابقہ پروگرام کے مطابق کراچی سے بادل ناخواستہ روانہ ہوگیا اور جنوبی ہند کے ایک آشرم میں پہنچا۔ مولانا انصاری کی رفاقت میں جو روحانی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی وہ مجھ پر برابر قائم رہی۔ آشرم میں قیام کے بعد بھی اس میں فرق نہ آیا۔ اس آشرم کے سربراہ بڑی علمی لیاقت کے مالک ہیں اور مشرقی و مغربی مذاہب اور روحانیات کے عالم ہیں مگر ان کی رفاقت میں بھی روحانی مشاہدہ کے لئے بے چینی قلب میں قائم رہی۔ بالآخر مجھ پر رحمت الٰہی ہوئی۔ اور مجھے ایک خواب (کشف) میسر آیا۔ یہاں میں ایک بات بتادوں۔ کہ مجھے رُوحانی خوابوں کی تعبیر کے علم سے کچھ واقفیت بھی ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ میرا خواب جو میں ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ مادی خوابوں سے مختلف ہے۔ اور حقیقت کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔

میرا خواب یقیناً عجیب وغریب ہے۔ اور مسرت بخش بھی وہ یوں کہ میں ایک رات اونٹ پر سوار ایک قافلہ کے ہمراہ صحرا میں سفر پر نکلا ہوں۔ بہت مضطرب ہوں۔ خطرہ کا احساس ہے کہ ہمارے قافلہ کی منزل ہمارے لئے شدید تباہی کا باعث ہوگی رات اپنی آخری منزل میں داخل ہو رہی ہے۔ میں اپنے تین وفادار ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس قافلہ سے الگ نکل آیا۔ فجر کا تڑکا ابھی کچھ قریب ہی ہوگا جس جانب میں نکل آیا۔ وہ ایک لق و دق صحرا ہے رات

بہت اندھیری ہے۔ مجھے امداد غیبی کی تلاش ہے اور میرا دل کہہ رہا ہے کہ جو بھی تیری مشکلات ہیں وہ آسان ہو جائیں گی۔ لہذا میں تیزی سے آگے چل پڑا۔ کچھ ہی دیر بعد میں نے دو عربوں کو دیکھا۔ جب میں اُن کے قریب ہوا تو میں نے اُن سے پُوچھا کہ ان کا قائد کون ہے؟ ان میں سے ایک نے گردن جھکائی اور نہایت ادب کے ساتھ بولا "سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم"۔ ذرا آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی باوقار اور پُر شکوہ شخصیت ہماری طرف تشریف لا رہی ہے جب قرب حاصل ہوا تو میرے دل نے کہا کہ یہی وہ دُنیا کی عظیم ترین شخصیت یعنی جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ جو ہمارے دلوں کی سیاہی کو ختم کر کے نورِ الٰہی سے بھرنے والے ہیں۔ اور جنکو ہماری تمام مشکلات کا اچھی طرح علم ہے۔ بس میرا دل یقین سے بھر گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے میرا ہاتھ اپنے دستِ کرم میں لے کر مجھے اپنے دامنِ شفقت و رحمت میں چھپا لیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ میرا قلب اس نورِ عرفان سے لبریز ہو گیا۔ آپؐ مہبطِ انوارِ الٰہی اور ہدایت ربانی کے حامل ہیں۔ اور آپؐ کا دل محبت کا خزانہ ہے جس سے عالم انسانیت کو ہر آن و ہر لحظہ عشقِ الٰہی کی دولت تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ بس میں نے اپنے آپ کو حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں مکمل طور پر سپرد کر دیا۔ اور یہ عجیب و غریب کیفیت محسوس کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسمِ اطہر کا حصہ بن گیا ہوں۔ اس وقت مجھے آپؐ کی شخصیت کی عظیم القدر حقیقت کی ایک جھلک کا انکشاف ہوا۔ اور اس طرح مجھے زیارت و بشارت حاصل ہوئی سبحان اللہ علیٰ ذالک وصلی اللہ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد۔

میں نے خواب سے بیدار ہوتے ہی فوراً سربسجود ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور تب سے میں اس یقین پر قائم ہو گیا۔ کہ میں مسلم ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلّم) یہ ہے میرا سچا خواب۔ جو میں نے جنوبی ہند کے آشرم میں دیکھا۔ یہ صحیح ہے کہ مجھ کو اپنی منزل پانے کے لئے بہت سی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ تلاشِ حق

اگر سچی ہو۔ تو کوئی بھی اس میں ناکام نہیں رہتا۔

چونکہ میں اسلام کی بے بہا دولت سے نوازا گیا ہوں اس لئے تبلیغ دین کے قابل ہونے کے لئے ان علوم کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جن کا حاصل کرنا ایک مبلغ اسلام کے لئے ضروری ہے میرے تمام دینی بھائی دبہن میرے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے میرے اس بلند مقصد میں کامیابی عطا کرے۔

میرا دل خوشی سے معمور ہے کہ میری زندگی خدا کے لئے وقف ہوگئی۔ اب مجھے مزید اطمینان وسکون قلب اس وقت حاصل ہوگا۔ جب میں اسلام کی خدمت میں اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن گزاروں گا

الحمد للہ کہ میری زندگی میں رنگا رنگی کا جو قوس قزح تھا۔ وہ اب اسلام کے نور کے سامنے ختم ہوگیا۔ یہاں سے میری زندگی کے نئے دور کا آغاز ہے۔ اور میری تمنا ہے کہ میری زندگی قرآن کریم کی حسب ذیل آیت کی مصداق بن جائے۔

قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین
لاشریک لہ۔

ترجمہ:۔ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری
نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا۔ سب اللہ کے لئے ہے
جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر اپنی برکتیں ورحمتیں نازل فرمائے
اور اسلام کے نور کو تمام دنیا میں پھیلا دے۔ آمین۔

اللّٰھم ثبت اقدامنا علی الاسلام واخر دعوانا ان
الحمد للہ رب العٰلمین ۔

مسٹر آر سی ڈیکنس انگلینڈ

اسلام کی بے نظیر تعلیمات

تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ مجھے خلیج فارس کے علاقہ میں ایک ملازمت مل گئی تھی۔ مجھے اس علاقہ میں وہاں کے باشندوں سے ملنے جلنے اور ان کے تمدن، ان کی تہذیب و رسوم کا بہت قریب سے مطالعہ و مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ مسلمانوں سے ملنے جلنے کا جو موقع ملا اس سے میں نے اپنے دل میں یہ تاثرات محسوس کئے کہ اسلام کی تعلیم نے ان لوگوں کے اخلاق کو سنوار دیا ہے۔ اور ان کی زندگی اسلام کی تعلیم کے سانچے میں ڈھل کر حقیقی انسانی زندگی کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ان کی زندگی کے مقاصد ذاتی اغراض و مفادات سے بالاتر انسانیت کی بنیادوں پر معبود حقیقی کی عبادت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ اور یہی انسانی زندگی کا وہ انداز اور اسلوب ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے۔

خلیج فارس کے گرد و نواح کے علاقوں میں مجھے مسلمانوں کے کئی مختلف قبائل سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے دیکھا کہ اسلامی تعلیم نے ان تمام قبائلیوں کے اطوار اور ان کے اخلاق و کردار میں یکسانیت پیدا کر دی تھی۔ خدا شناسی اور خدا کے حضور میں خود سپردگی کے انداز میں عبادت کرنے کے لئے خود کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اور وہ سب کے سب مختلف قبائل سے وابستہ ہونے کے باوجود فرزندانِ توحید کی حیثیت میں ایک تھے۔ اس جذبہ کے تحت میں نے ان لوگوں میں اسلامی اخوت اور مساوات کا جو انداز دیکھا اس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔

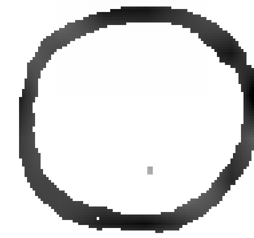
تمدن میں سوشلزم اور مساوات کا یہ عالم تھا کہ کسان ہوں یا کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور ملوں کے مالک ہوں یا غریب سب ایک ہیں ۔ لیکن یہ دنیاوی فرق ان کی دینی حیثیت پر قطعی اثر انداز نہیں ہوتا ۔ اور جب وہ اپنے مختلف دنیاوی فرائض منصبی انجام دینے کے بعد خدا کے حضور وابستہ ہوتے ہیں تو محمود و ایاز کے فرق کو ختم کر ڈالتے ہیں ۔ خدا کے حضور میں سب سے بڑا ، اور چھوٹے سے چھوٹا انسان دونوں حقیر اور ناتوان ہیں اور دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر خدا کی تعریف اور حمد و ثنا میں مشغول ہو جاتے ہیں اور پھر ایک ساتھ خدا کی تعظیم کرتے ہوئے سر بسجود ہوتے ہیں ۔ میں نے اسلام کا یہ روح پرور اور ایمان افروز انداز کسی دوسرے مذہب میں نہیں دیکھا ۔ اور اسلام کی اسی صداقت نے مجھے اپنی طرف پوری طاقت سے کھینچ لیا ہے

میرے خیال میں کسی مذہب کی طرف کسی انسان کو کھینچنے والی چیز وہ رشتہ ہوتا ہے جو اس مذہب کے تحت ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان اور اسی طرح خالق و مخلوق کے درمیان متعین ہوتا ہے اور اسی اصول کی حقیقت اور خوبیوں پر اس مذہب کی فطری حیثیت اور خوبی کا انحصار ہوتا ہے ۔ یہ فطری حیثیت اور خوبی میں نے اسلام سے زیادہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی ۔ اسی لئے پوری تحقیق کے بعد میں اسلام قبول کر کے بہت محفوظ ہوا ۔ اور میں نے ایسا محسوس کیا جیسے گم کردہ راہ کو سیدھا راستہ مل گیا ہو ۔ جیسے تھکے ماندے مسافر کو منزل مل گئی ہو ۔ جیسے موجوں سے لڑتے ہوئے شناور کو ساحل کی آغوش مل گئی ہو ۔ اور ایک بے سہارا اور ناتوان مخلوق کو اس کے قوی و قادر خالق کی اعانت حاصل ہو گئی ہو !

امریکہ کے مسٹر ہیری ۔ ای ہیکل نے بھی اسلام کے متعلق اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "دنیا کو آج اسلام کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ۔ اور دنیا آج جس

کشمکش اور جن مشکلات و مصائب میں پھنسی ہوئی ہے اس کا واحد حل اسلامی تعلیمات ہیں۔
میں خوش ہوں۔ بہت خوش ہوں اور اپنی مسرت کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے دل۔ میری آنکھوں اور میرے کانوں کو کھول دیا اور میں رہبر اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھ سکا۔ میں قرآن شریف کے احکام سے واقف ہوا اور مجھے اللہ تعالےٰ کی وحدت اور رسولِ اکرمؐ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا موقعہ ملا اور میں جہالت کے اندھیرے سے اسلام کی روشنی میں آ گیا۔

میرا قومی مذہب مسیحیت تھا لیکن اس مذہب کی تعلیمات میں زندگی کا اطمینان و سکون مجھے حاصل نہ ہو سکا۔ اور میں نے دیگر مذاہب کی تحقیق شروع کی اور اللہ تعالےٰ نے میری اعانت فرمائی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا الحمدللہ۔



"مجھے مذہب کے تقابلی مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ اور کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا بالآخر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام بہترین مذہب ہے اور اس کے عقائد دیگر مذاہب کے برعکس روزمرہ معمولات میں عملاً مروج ہیں۔ اس نتیجہ پر پہنچ کر میں نے مولانا محمد علی کے ترجمۃ القرآن اسلامی تعلیمات اور حیات نبویؐ کی کثیر کتب کے ذریعہ اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اب میرا یہ ایمان ہے کہ اسلام انسانیت کے لئے حقیقی اور مؤثر ہے"

——— آر۔ ڈبلیو۔ جے۔ آسٹن ۔ انگلستان

ایڈورڈ الکاک انگلستان

انسانیت کا مذہب

میں ایک مسیحی خاندان میں پیدا ہوا اور مسیحی مذہب کے اعتقادات کے مطابق پرورش ہوئی، کیونکہ میرے سرپرستوں اور میرے خاندان کا مذہب مسیحی تھا، ابتدا میں میں نے ایک مقامی پبلک سکول میں تعلیم حاصل کی۔ اور وہاں تعلیم کی تکمیل کرنے کے بعد یونیورسٹی میں داخل ہوا، جس سکول میں میں نے تعلیم حاصل کی تھی اس میں تعلیم کے دوران روزانہ دو بار گرجا گھر میں حاضری بھی لازمی تھی یونیورسٹی میں تعلیم ختم کرنے کے بعد میں بحری فوج میں شامل ہو گیا۔ اور وہاں بھی بحری فوج کے گرجا گھر میں پابندی کے ساتھ عبادت میں شرکت کرتا رہا۔ بحری فوج میں رہتے ہوئے جنگ کے دوران ...... میں مجھے اکثر مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آپ کو شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ بحری فوج میں رہ کر جنگ کے دوران مجھے مشکلات و مصائب کے ایسے واقعات پیش آئے کہ مجھے خدا کو یاد کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ سچ ہے مصیبت کے وقت خدا کی یاد آتی ہے۔ اور اچھی طرح آتی ہے!

جنگ کے دوران بہت سے ایسے واقعات مجھ کو پیش آتے رہے کہ میں اپنی غوطہ خور کشتی میں کئی کئی روز تک سمندر کی لہروں کے نیچے رہا۔ دنیا اور دنیا کی آب و گل سے دور سمندر کی تہوں میں گھنٹوں ایسا معلوم ہوتا کہ میں اس دنیوی زندگی سے بہت دور اور اپنے خالق سے قریب تر ہوں۔

مسلسل گھنٹوں اور دنوں سمندر کی لہروں کے نیچے رہتے ہوئے میرے دل میں اپنے

خالق کے متعلق بہت سے خیالات پیدا ہوئے اور ان خیالات نے میرے دل میں بہت سے سوالات اُبھارے جن کے جواب مجھے مسیحی اعتقادات کے تحت نہ مل سکے۔ میں نے صرف مسیحی مذہب کی تعلیم کے تحت، اپنے ذہن کو تشفی اور تسکین دینے کی کوشش کی مگر اس میں ناکام رہا۔ اور غور و خوض کے بعد میرے ذہن میں ایسے رجحانات پیدا ہوئے جن سے مجھے تسلی ہوئی لیکن میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ جن خیالات نے میرے ذہن کو تسکین بخشی وہ مسیحی مذہب کے اعتقادات سے متعلق نہ تھے لیکن میں یہ یقین بھی نہ کر سکا تھا کہ یہ احساس و جذبات کس مذہب اور کن اعتقادات کے تھے۔

خوش قسمتی سے جنگ کے خاتمہ پر مجھے ملایا میں ملازمت مل گئی۔ وہاں مجھ کو مسلمانوں سے ملنے جلنے کا موقعہ ملا۔ ان کے عادات و اطوار دیکھ کر اور ان سے تبادلہ خیالات کر کے مجھ کو آخر کار یہ اندازہ ہوا کہ جن احساس و جذبات نے میرے ذہن کو تسکین اور سکون بخشا تھا وہ دراصل اسلام کے عقائد تھے۔ میں محسوس کرنے لگا کہ اسلام میں زندگی کے صحیح راستہ پر چل سکتا ہوں۔ میں نے ملایا میں اپنے قیام کے دوران اپنے وہاں کے دوستوں سے جو مسلمان تھے اس سلسلہ میں تبادلۂ خیالات اور استفادہ شروع کر دیا۔ میں ان مسلمانوں کے خلوص اور صداقت آمیز رنگ سے بھی متاثر ہوا۔ لیکن جس چیز نے مجھ کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ مسلمانوں کا جذبۂ اخوت اور باہمی ہمدردی تھی۔

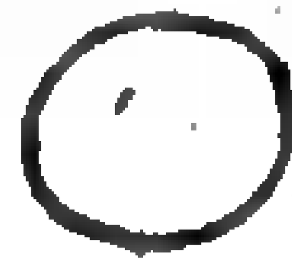
میں نے ملایا کے مسلمانوں کو عبادات میں مشغول اور ایک دوسرے سے کاروبار میں مصروف دیکھا جب وہ اللہ کی عبادت کرتے تو ان میں خالق کے سامنے خود سپردگی اور بندگی کا جذبہ اثر انگیز ہوتا، اور جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ کاروبار کرتے تو ان کا انداز بے لوث بے ریا اور صداقت پر مبنی ہوتا۔ وہ انسانیت نواز تھے۔ ان کے لئے میں ایک اجنبی تھا لیکن اس کے باوجود انسانیت کے تقاضوں کے تحت وہ میرے ساتھ بھی نیکی، نرمی

اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ ان میں ذات پات، ادنےٰ اعلیٰ اور پیشہ ورانہ تفریق کو کوئی درجہ حاصل نہ تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کو بھائی اور برابر سمجھتے تھے۔ اور اخوت و مساوات کے پابند تھے۔

ملایا کے مسلمانوں کے اس انداز اور ان عقائد نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں ان سے اسلامی عقائد کے متعلق کچھ سیکھوں اور میں نے وہاں کے ایسے مسلمانوں سے جو عالم تھے اور مذہب کے متعلق معلومات رکھتے تھے . . . . . اسلام کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ میں نے ان علماء سے قرآن شریف پڑھا۔ احادیث کی متعدد کتابیں پڑھیں، اسلامی تعلیمات و تاریخ کی کتب پڑھیں اور روز بروز اسلام کے متعلق میری واقفیت اور معلومات میں اضافہ ہوتا گیا میں نے ان علماء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر بھی متعدد کتابیں پڑھیں۔

حیات طیبہ اور رسول اکرمؐ کے معمولات زندگی کی پاکیزگی نے مجھے بیحد متاثر کیا۔

میں سچے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اسلام کی تعلیم اور رسولِ اکرمؐ کی زندگی کے متعلق پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ زندگی کی تمام تر روشنیاں اور خوبیاں اسلام میں موجود ہیں اور زندگی کی صداقتیں اپنانے اور زندگی کو صحیح شاہراہ پر گامزن ہونے کے لئے میں نے اسلام کو قبول کیا۔ خدا مجھے اپنے فیصلہ پر مستحکم رکھے۔



"اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ فرق ہے۔ کہ دوسرے مذاہب تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ذریعہ عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ عمل کے ذریعہ ایمان ہو۔"

——— علی احمد ڈنمارک

لفٹیننٹ جوزف عبداللہ

اسلام اور رنگ و نسل کا امتیاز

رسالہ اسلامک ریویو میں انگلستان میں اسلام کی ترقی کا حال پڑھ کر مجھے نہایت خوشی ہوئی اور دلچسپی پیدا ہوئی۔ میں نے عراق عرب میں آج سے اٹھارہ مہینے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ میں نے مسلمان ہونے سے پہلے اس کا خوب مطالعہ کیا میں نے اس بات کو جان لیا کہ تعظیم لامراللہ و شفقت علی خلق اللہ کو اسلام سے بہتر اور کوئی مذہب نہیں سکھاتا۔ اور اس بات کو محسوس کیا کہ مذہب عیسائیت کے اصول کسی طرح بھی میرے دل کو تسلی و تشفی نہیں دے سکتے۔ سب سے زیادہ بات جو میرے دل کو اچھی لگی وہ مسلمانوں میں رنگ اور قوم کے امتیاز کی تعدیم تھی بقول شاعر ؎

پیدا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

یورپ کے رنگ اور قوم کے امتیاز کو میں نہایت فضول اور بیہودہ سمجھتا ہوں۔

ان قوموں میں جو سفید رنگ ہیں دوسرے رنگوں کی قوموں کے خلاف رنگ و قوم کا امتیاز بہت پایا جاتا ہے وہ ان لوگوں کو "نیٹو" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو رنگ دار قوموں کے ممالک میں رہتے ہیں یا وہاں گئے ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سفید قوموں کے دوسری قوموں سے سلوک میں یہ امتیاز رنگ و قوم بہت نمایاں ہے۔ یہ امتیاز بے انصافی اور قطع تعلق ہر حالت میں ویسا ہی رہتا ہے۔ چاہے وہ "نیٹو" عیسائی ہی کیوں نہ ہو، ان ممالک میں جہاں عیسائی سفید اور سیاہ فام قومیں دونوں آباد ہیں۔ وہاں ان کے گرجے الگ الگ ہوتے ہیں۔ سفید قوم کا الگ

اور سیاہ یا زرد قوم کا الگ الگ ایک ہی گرجا ہو۔ تو سفید قوم کے افراد گرجے کے اگلے حصے میں بیٹھتے ہیں اور دوسری قوموں کے لوگ پچھلے حصے میں۔ حالانکہ یسوع مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ "اس گرجے اور عبادت کے ذریعے سے لوگ جان جائیں گے۔ کہ تم میرے چیلے اور شاگرد ہو اور یہ کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو؟"

اگرچہ مسلمانوں میں بھی اپنی اپنی نسل کی جسمانی یا دماغی برائی کے دعوے اور مقابلے کئے جاتے ہیں مگر شہری اور سوشل زندگی میں اور مسجد کے اندر اس امتیاز کا نام ونشان بھی نظر نہیں آتا۔ ایک عرب اپنے آپ کو عقل و دانش میں ایک حبشی سے خواہ زیادہ سمجھے مگر جب وہ ایک حبشی مسلمان کو مسجد میں یا کسی اور جگہ ملتا ہے تو وہ اسے اپنا بھائی سمجھ کر ضرور "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" کہتا ہے۔ اگر موقع ملے تو اس کے ساتھ بات چیت کرنے اور باہم مل کر کھانا کھانے سے کسی طرح دریغ نہیں کرتا۔ ایک امیر آدمی خواہ کیسی ہی بڑی حیثیت کا آدمی کیوں نہ ہو۔ جب کبھی کسی غریب آدمی یا فقیر کو راستے میں ملے گا ہمیشہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ہی کہے گا۔ مسجد میں امیر و غریب سیاہ و سفید اور کسی شخص کے لئے بھی سوائے امام کے کوئی جگہ خاص نہیں ہوتی بلکہ سب ہی پہلو بہ پہلو اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔

اس مساوات و یگانگت اسلامی نے میرے دل پر خاص طور پر اثر کیا۔ بہت سے اہلِ نظر نے بھی اس بات کو محسوس کیا ہے مگر افسوس ہے کہ بہت کم یورپین لوگ اہلِ نظر ثابت ہوتے ہیں۔ میجر لیے پی لیونارڈ جنہوں نے کئی سال اسلامی ممالک میں گذارے ہیں وہ

اس طرح رقمطراز ہوتے ہیں:۔

"اگرچہ اللہ تعالیٰ کو باپ بنانے کا (جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں) کسی کو شان و گمان بھی نہیں۔ مگر اسلام میں واقعی حقیقی و سچی مساوات اور یگانگت پائی جاتی ہے۔ اور اس عیسائی مذہبی برادری سے جس کا بہت بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسلام میں رنگ و قوم کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سچ پوچھو تو اسلام ایسی معمولی باتوں سے بالاتر ہے۔ اس میں عیسائیت کی طرح کوئی

سخت قوانین باہمی عداوت - ہٹ دھرمی اور تعصب نام کو نہیں ہیں۔ اسلام میں زبانی جمع خرچ کم ہے اور عمل زیادہ ہے۔ رنگوں کا فرق اسلام میں کوئی بیعزتی یا ذلت کا نشان نہیں سمجھا جاتا اور آپس کے میل جول اور تعلقات میں رکاوٹ ہوتا تو کجا اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے میں بھی حارج نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں اس کے بالکل برعکس معاملہ ہے۔ ان میں رنگ و قوم کا لحاظ اور امتیاز ایک لابدی امر ہے"۔

یہ سچ ہے کہ عیسائی مشنری اور ان کا خاندان دوسرے ملک کے باشندوں سے عام یورپین لوگوں جیسا سلوک اور برتاؤ نہیں کرتے۔ اگر سچی مساوات اور برادری کی کسوٹی پر اگر ان کو پرکھا جائے تو ان کا پول کھل جاتا ہے۔ وہ کونسے مشنری کی بیٹی ہو گی جو کہ ایک عیسائی "نیٹو" سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے۔ اور وہ کونسا مشنری ہے جو کہ ایسے "نیٹو" سے اپنی بیٹی کی شادی کو نظر استحسان سے دیکھے گا خواہ وہ نیٹو عیسائی کیسا ہی نیک اور پرہیزگار۔ اور کسی ہوشیار سمجھدار اور تہذیب یافتہ نسل سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ اسلام کی وسیع گیری ہی ہے جس کی مساوات اور برادری تمام نسلوں اور رنگوں پر حاوی ہے۔ مغربی ممالک میں مدت سے جمہوری حکومت کے متعلق بحث مباحثے ہو رہے ہیں۔ اور عیسائیوں میں باہمی نیک سلوک و یگانگت کے متعلق کثرت سے گفت و شنید ہوتی رہی ہے۔ مگر اسلامی ممالک میں اس طرح زبانی باتیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ پہلے ہی تسلیم شدہ سمجھی جاتی ہیں۔ اور لوگوں کی عادات اور دل و دماغ میں رچی ہوئی ہوتی ہیں۔ نوکر اپنے آقاؤں کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اور آداب مجلس و خانہ داری کو توڑے بغیر مہمانوں سے نہایت بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہیں۔ آقا اپنے نوکروں کو ان باتوں سے نہیں روکتے۔ اور اگر نوکر ان کو کسی غلطی سے مطلع کریں۔ تو وہ اس کو اپنی ہتک عزت اور خلاف شان نہیں سمجھتے۔ مغرب کی طرح وہاں کوئی سوشل رکاوٹیں نہیں پیدا کی گئیں۔ جن سے لوگوں اور خاص کر نوکروں کو اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق رکھا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان باتوں کے متواتر استعمال نے مغربی ممالک میں ان کا ہونا ضروری

کر دیا ہے۔ مگر مشرقی ممالک میں ان باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مشرقی بادشاہ کو جس کو مطلق العنان سمجھا جاتا ہے اسے رعایا کا ایک غریب اور مسکین آدمی بھی مل سکتا ہے۔ اور اظہار حال کر سکتا ہے۔ اس مضمون پر ایک مغربی اہل قلم اس طرح خامہ فرسائی کرتا ہے :۔

" قانون اسلام حقیقت میں آسمانی اور نہایت عجیب و غریب حقیقت سے پُر ہے اور وہ سب سے اعلیٰ شاہراہ اور معیار کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ مگر ہمیں اس کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک کیفیت اور خاص طور پر انسانی فطرت کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ بادی النظر میں بھی وہ اصل اور حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ ان عیسائیوں کو بھی جو کہ تعدد ازواج کے جواز کے خیال پر دہشت سے اپنا منہ ہاتھوں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ یہ بات ضرور ماننا پڑتی ہے کہ تعدد ازواج بری نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں صاف طور پر اس کی اجازت تھی۔ لوگ اس پر عامل تھے۔ اور خدا کی عین مرضی کے مطابق۔ جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام و حضرت داؤد علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام کے عمل سے ظاہر ہے۔ اسلام جس طرح طلاق کو نہیں سراہتا، اسی طرح کثیر الازدواجی کی وکالت نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک خاص خاص حالات میں دونوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ عیسائی گرجے نے کثیر الازدواجی کو روکنے کے لیے سخت سے سخت قانون جاری کئے ہیں۔ مگر چنداں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں اس کے شادی کے قوانین نے کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھا۔ یہ اس بات کی شہادت کہ ان معاملات کے متعلق اسلامی قوانین نہایت کافی اور شافی ہیں۔

میجر اے بی ریونارڈ

محمد ایسا انگریز ہے جس نے مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے متعلق قریباً تمام موجودہ یورپینوں سے زیادہ علم رکھتا ہے لکھتا ہے

" مسلم سوسائٹی نہایت کامیابی کے ساتھ یورپین سوسائٹی سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ مجموعی طور

پر کثیرالازدواجی پر عامل مسلمان اخلاقاً ہر طرح اپنے انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمن ہمعصروں کے برابر بلکہ بہتر ہوتے ہیں۔ عام طور پر کثیرالازدواجی کا وجود عملاً نہیں بلکہ اصولاً ہے علاوہ ازیں مسلمانوں میں بدکاری اور بداخلاقی کا بہت کم وجود پایا جاتا ہے۔ شراب نوشی اور عام بدکاری قریباً قریباً مفقود ہیں مگر ان شہروں میں جہاں کے یورپینوں کے وجود نے انہیں ضروری قرار دے دیا ہے وہاں یہ اپنے کمال پر پہنچی ہوئی ہیں۔ پرہیزگاری اور زہد و تقوے صرف زبان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ عمل میں لائے جاتے ہیں۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نوجوان مسلمان اپنے ہمعصر یورپینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ آغاز جوانی میں ہی شادی کر لینے کی وجہ سے وہ ان قبیح اور شرمناک افعال میں نہیں پڑتا جن میں یورپ کے نوجوان کھلم کھلا مذہب کی آڑ لیکر داخل ہوتے ہیں۔ مسلمان اپنے بیٹوں اور پوتوں کے لئے وہ مضر صحت اور گندے درخت نہیں لگاتے جن کا تلخ ثمرہ وہ مدتوں اٹھاتے ہیں۔ سو جہاں تک فرقہ ذکور کا تعلق ہے۔ اسلام کا سوشل نظام یقیناً عیسائیت کے نظام سے کہیں بہتر اور موثر ہے۔"

مندرجہ بالا عبارت جنگ یورپ سے چند سال پیشتر لکھی گئی تھی۔ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس وقت سے لیکر آج تک یورپ کی اخلاقی حالت دگرگوں ہوتی چلی گئی ہے پادریوں کے اسلامی ممالک کے متعلق بیشمار غلط بیانیوں اور بہتانوں کے مقابلہ میں ایک برٹش افسر کی صاف اور سچی رائے جو اس نے کئی سالوں کے تجربے سے قائم کی اور جو بغیر کسی مطلب اور غرض کے لکھی گئی بہت زیادہ قابلِ قدر اور قابلِ اعتبار ہے۔ میں یہ بھی لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا اپنا تجربہ بھی سطحی اور عام تجربہ نہیں ہے یہ میجر لیونارڈ کی شہادت کی پوری تائید کرتا ہے۔ یہی مصنف اپنی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتا ہے:۔

"اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ میری عینی شہادت پر مبنی ہے قرآن کا مطالعہ کرنیکے علاوہ میرا اسلام اور مسلمانوں کے متعلق علم میرے وسیع ذاتی تجربہ پر منحصر

ہے۔ میں ملک ملک پھرا اور مختلف حالات کے ماتحت رہا ہوں ہر فرقہ اور خیال کے مسلمانوں سے ملا ہوں۔ ہر جگہ مجھے ایک ہی سپرٹ نظر آئی جو ان کے سینوں میں موجزن تھی۔ کہ قوم اور رنگ اسلام کی سپرٹ میں کوئی فرق نہیں ڈال سکتا۔ میں نے ان کو ہمیشہ مستقل مزاج۔ صادق الیقین۔ متقی دیانتدار اور اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم دیکھا۔ تمام چیزوں پر وہ اپنے مذہب سلام کو مقدم سمجھتے ہیں۔ عام طور پر میں نے افغان۔ عرب۔ بلوچی۔ سمالی۔ ترک۔ مصری۔ ہینڈ بینڈ دتا۔ بربر ۔منگالی۔ فُلانی ہینس۔ یارو با۔ مارڈنگو اور ملائی لوگوں کو اسلامی رنگ میں رنگین دیکھا۔ امن یا جنگ۔ کیمپ یا چھاؤنی کام کرتے ہوئے یا ان کے پہلو بہ پہلو یا اُن کے خلاف لڑتے ہوئے میرا ذاتی تجربہ ان کی اخلاقی حالت اور مذہبی سپرٹ کے متعلق ایک ہی جیسا رہا۔ ان کی مذہبی وفاداری ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور اللہ تعالیٰ کی قدسیت کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے تو خواہ مخواہ اُن کی تعریف کرنے اور عزت کرنے کو دل چاہتا ہے۔ میرے دل میں ان کی اپنے مذہب کی خاطر حیرتناک جرأت اور لوگوں کے ساتھ گہری وفاداری دیکھ کر جن کا انہوں نے نمک کھایا ہو بڑی عزت، تعریف اور تعظیم پیدا ہوتی ہے۔ یہ انسان اسلام کے شایان ہیں اسلام بھی ان کے شایاں ہے۔ اسلام کی حقیقی روح اور اخلاقی اور روحانی جوہر ہی ہے جس نے بنی نوع انسان کے ایک وحشی اور تہذیب سے ناآشنا حصے کو ایسے اعلےٰ اور ارفع معیار پر پہنچا دیا ہے۔"

میں نے ان مندرجہ بالا عبارت کے نقل کرنے میں کسی مبالغے سے کام نہیں لیا ہمارے مشرقی بھائیوں کی خوبیاں ہمارے لئے قابلِ فخر نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ان کے تذکرہ سے میری غرض اسلام کے عملی اثرات اور مسلمانوں کی عملی زندگی کا ایک رُخ دکھانا مقصود ہے۔ تا ہمارے بھائیوں کی اعلیٰ خوبیوں کو دیکھ کر ہمیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے کی ترغیب حاصل ہو۔

نور الدین احمد اور تنگ از ہالینڈ

دین دلپذیر

میرے لئے یہ کہنا مشکل امر ہے کہ مشرقی دنیا سے میری پہلی دلچسپی کس طرح ہوئی تھی پہلے پہل مطلقاً لسانیاتی تھی۔ عرصہ تیس سال پہلے جب میری عمر تیرہ سال کی تھی پرائمری مدرسہ میں میں نے عربی پڑھنا شروع کر دی تھی۔ مگر چونکہ مجھے مدد دینے والا کوئی نہیں تھا اس لئے پہلے پہل کوئی ترقی حاصل نہ ہوئی۔

میں عربی کی تعلیم کے توسط سے ہی میں اسلام سے واقف ہوا تھا۔ میں نے اسلام کے بارے میں بہت سی کتابیں خریدیں جو تمام کی تمام مغربی مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل ہو گیا۔ مگر اسلام کے بارے میں میرا علم قدرے محدود تھا۔ میرا رہنما کوئی نہ تھا۔ جس کتاب سے میں بیحد متاثر ہوا وہ ای جی براؤن کی کتاب پرشین لٹریچر ان ماڈرن ٹائمز (عصر جدید کا فارسی ادب) تھی۔ اس تالیف لطیف میں دو نظموں کے بند ہیں ایک تو حافظ صفہانی کا ترجیع بند اور دوسرا معتصم کاشانی کا ہفت بند۔ ان کو پڑھ کر میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا۔

حافظ کی نظم نے مجھے پہلے پہل بہت زیادہ متاثر کیا۔ اس نظم میں ایک رُوح کی حسین و جمیل خیالی تصویر پیش کی گئی ہے جو زندگی کے اعلیٰ مقصد کے حصول میں ہراساں و پریشان ہے۔ مجھے اس نظم میں حق کی خاطر میری اپنی جد و جہد کی راہ معلوم ہو گئی، اگرچہ اس نظم کے بعض بیتوں سے اتفاق نہیں کر سکا مگر اس نظم نے مجھ پر ایک بڑی حقیقت منکشف کر دی۔

اپنی والدہ کی خواہش اور خود اپنی رغبت کے مطابق میں نے مذہبی امور کے خصوصی

مدرسہ میں داخل لے لیا۔ نہ صرف میں نے اس کے مذہبی اصولوں کو اپنا لیا بلکہ تعلیم عامہ کے پیش نظر عیسائیت کا تھوڑا بہت علم بھی حاصل کرنا ضروری خیال کیا۔ جب میں نے نصاب پورا کر لیا تو پرنسپل صاحب میرے ہاتھ میں قبول اسلام کا تحریری اقرار نامہ دیکھ کر قدرے متعجب ہوئے۔ ان ابتدائی دنوں میں میرا ایمان غیر منطقی تھا۔ یہ ایک یقین کلی تھا جو سچا اور کھرا تو تھا مگر مغرب کی منطقی مادیت کے حملہ کے دفاع کے لئے دلائل و حقائق سے مسلح نہیں تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ہی کیوں قبول کیا جائے۔ وہ مذہب کیوں نہ اپنایا جائے جس میں انسان نے آنکھ کھولی ہو۔ اس کا جواب بذاتِ خود اس سوال کے لفظ اسلام میں موجود ہے۔ امن امان سکون و آرام۔ شانتی و سلامتی اور اطاعت الٰہی کا نام اسلام ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ الفجر کی آیات ۲۷ تا ۳۰ کا ترجمہ کرتا ہوں مگر ان کا ذاتی حسن اعجاز ترجمہ میں قائم نہیں رہ سکے گا۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :۔ "اے اطمینان پانے والی جان۔ اپنے رب کی طرف

لوٹ آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ سو میرے

بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

اس لئے صرف اسلام ہی سچا اور حقیقی مذہب ہے۔

عیسائیت کے اس عقیدہ کا ـــــــ کہ شیر خوار بچہ اپنے آباؤ اجداد کے گناہوں کا ذمہ دار ہوتا ہے ـــــ خدا تعالےٰ کے مندرجہ ذیل تسلی بخش کلام سے مقابلہ کیجئے۔ ارشاد ہے :۔

"جو شخص کوئی بُرا کام کرتا ہے اس کا وبال اُس پر ہے۔ اور

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

(سورۃ انعام آیت ۱۶۵)

پھر فرمایا :۔ـــــ "ہم کسی پر اُس کی طاقت سے بڑھکر بوجھ نہیں ڈالتے"

(سورۃ الاعراف آیات ۴۲)

محمد صادق ڈڈلے رائٹ از انگلستان

اسلام میں فطرت کا رنگ

یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ اور یہ امر واقعہ کہ عیسائیت کے مختلف شعبوں اور شکلوں کے اصولی مسائل اور معتقدات اکثر پہلوؤں سے انسانی ضمیر و وجدان کے تقاضوں کے خلاف واقع ہوئے ہیں ایک معمولی سمجھ اور عقل کا آدمی بھی ان کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ عیسائی مذہب کے عقیدوں پر صاد کرنا اور انہیں بیچون وچرا مان لینا درآنحالیکہ وہ ان علمی باتوں اور نتیجوں کے بالکل برخلاف نظر آئیں جن پر انسانی ہستی اور تجربہ کی مہر لگ چکی ہو۔ گویا عقل اور دماغ پر ایک ناجائز بوجھ اور دباؤ ڈالنا ہے۔

ممکن ہے کہ سائنس کے بعض جدید قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں خدائی ہستی پر ایمان رکھنا خلاف عقل دکھائی دے۔ لیکن علمی نکتہ سے اس قسم کا ایمان یقیناً فطرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً جب ہم کوئی اعلیٰ درجہ کی ہنرمندی سے تیار کی گئی عمارت دیکھتے ہیں یا تعمیر کے متعلق کسی قسم کا نہایت محنت اور دانائی سے تیار کیا ہوا نقشہ ہماری نظر سے گذرتا ہے یا کوئی نہایت صفائی اور خوبصورتی سے تیار کی گئی تصویر یا مجسمہ ہمیں دکھائی دیتا ہے تو بے ساختہ فطرتاً ہمارے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا کوئی نہایت ہی لائق اور عقلمند شخص ہے۔ اور اگر ہم ایسے شخص کی پرستش نہ کریں تو کم ازکم اس کی تعریف تو ضرور کرتے ہیں۔ یہی حال انسان کی اپنی جان اور ہستی کا بھی ہے۔ جب تمام مذاہب کے ماخذ کی تلاش کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں سب کا یہی اعتقاد اور ایمان تھا کہ خدا واحد اور غیر فانی ہے لیکن زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ خیالات فاسدہ داخل ہو گئے اور ابتدائی وحدانیت کے

خیالات کی جگہ شرک فی الوحدت نے تصرف کر لیا۔

یہ خیال فطرت انسانی کے عین برعکس ہے کہ خدا سے لایزال نسلِ انسانی پر اس قدر برافروختہ ہو گیا۔ کہ اپنے غصہ کو فرو کرنے کی خاطر اپنے لڑکوں میں سے ایک کو قربان کرنیکے لئے ضروری سمجھتا تھا انسان جو اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے پنجہ میں عذاب سے بچ جائیں۔ انسانی عقل اور سمجھ کے بھی یہ بات خلاف معلوم ہوتی ہے کہ انسانی جامہ میں خدا بذاتِ خود حلول کر جائے۔ یہ ایک نہایت ہی پُر از تکلف نتیجہ ہے۔ اور اگر بقول بعض یہ مان بھی لیں کہ انسان آخرش خدا ہی میں جذب ہو جاتا ہے تو بھی مذکورہ بالا نتیجہ مسئلہ ارتقاء (. . . . . . .) کے بالکل خلاف ہے اس قسم کا اعتقاد فطرت کے مطابق نہیں اور انسان کی سمجھ پر ایک ایسا بوجھ ہے جو قابلِ برداشت نہیں۔ اس اعتقاد کا دوسرا رنگ مسئلہ کفارہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ جس پر بہت سے ایسے اشخاص کا جو مہذب عیسائیوں کے نام سے پکارے جاتے ہیں ایمان ہے۔ یہ اعتقاد کہ خدا ازل اپنے انسانی کنبہ کو یہ جتلانے کے لئے کہ وہ ان سے کس قدر محبت رکھتا ہے اپنے ایک لڑکے کو دیدہ دانستہ قربان کر دے نہایت ہی بیہودہ اور فطرت کے برخلاف ہے اور یہ فعل وہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا غصہ فرو ہو بلکہ وہ اس سے اپنی شفقت پدرانہ ظاہر کرتا ہے!

ایثار کا مادہ انسان کے اندر ایک قیمتی جوہر ہے۔ لیکن اسے اس رنگ میں لینا جس میں عیسائیت نے لیا ہے اس کے مطلب کو نہ سمجھنا ہے بلکہ یہ انسان کے خیالات اور احساسات کو غارت کرنے والا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی اس قسم کے فعل کو دماغ میں نہیں لا سکتا۔ وہ مذہب عین فطرت کے خلاف ہے جو نسل انسانی میں سے کسی ایک فرد کی تکلیف یا قربانی کی اجازت دے۔

خدا اور انسان کا تعلق براہ راست یا بذریعہ فرشتوں کے ایک ایسا امر یا اعتقاد ہے جسے انسانی فطرت چاہتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ساتھ اس قسم کا تعلق اور رشتہ قائم ہوتا ہے آہستہ آہستہ مدارج حاصل کرتا ہے اور ترقی کے معراج پر پہنچتا ہے۔ یہ ترقی روحانی

قواعد پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے، یہ راہ سب کے لئے کھلی ہے، لیکن عام لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے کسی خواہش کے دل میں پیدا ہونے پر اس کے حاصل ہونے کے لئے قدم اٹھانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ ان طریقوں اور عملوں میں سے ایک وہ تھا جو رسول اکرم حضرت محمد صلعم نے اختیار کیا، آپؐ کی خدمت میں جبکہ آپؐ غار حرا میں مراقبہ فرما رہے تھے خدا کی طرف سے پیغام پہنچا جو نہ صرف آپؐ کے لئے رہنمائی، خوشی اور امن لایا بلکہ نسلِ انسانی میں لکھو کھہا انسان کے لئے بھی خدا کے وصال کیلئے پیغام لایا عبادت نہ صرف پہلا قدم ہے بلکہ یہ بالا السطر بھی ہے۔ عبادت کرنا تو فطرت کے مطابق ایک فعل ہے۔ لیکن خلاف فطرت طریق عبادت فطرت کے مطابق نہیں کہلا سکتی۔ عبادت کے لئے فاخرہ لباس اور خاص قومی راگ قدرت نے لازمی اور ضروری نہیں ٹھہرائے۔ انسان میں مذہبی زندگی کی طرف قدم بڑھانے کے لئے روزہ رکھنا ایک ضروری اور طبعی امر ہے۔ روزہ کی غرض کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا ہی نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جھوٹ اور برائی نہیں چھوڑتا تو خدا اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی پروا نہیں کرتا۔ روزہ روح کی صفائی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کی غرض صرف بھوکا رہنا ہی نہیں بلکہ ہر ایک بدی سے پرہیز کرنا اور اس سے بچنا ہے۔ بعض عیسائی صاحبان نے بھی روزہ داری اختیار کر رکھی ہے لیکن باوجود جناب مسیح کے صاف اور صریح احکام کے سبب لوگ اس کی طرف نہیں آتے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ عبادت نہ کی جائے اور روزہ نہ رکھا جائے لیکن جنہوں نے اس روزہ کے اصول کو مانا ہے وہ بھی بجز خانقاہوں میں رہنے والے فرقوں کے اس پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔ عملاً ان میں کچھ بھی نہیں۔ انسان روزہ کے متعلق احکام کی تعمیل تو فقط گوشت چھوڑنے ہی سے کر سکتا ہے۔ اور اپنی خوراک کی اس کمی کو مچھلیاں کھا کر بھی پورا کر سکتا ہے۔ اور وہ کبھی ایسے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا خیال نہیں کیا جاتا۔ خواہ شراب نوشی بھی جی بھر کر کرے اور اس طرح بدتہذیبی اور دیگر گناہوں کا جو اس سے ظہور میں آتے ہیں مرتکب ہو لیکن اسلامی قواعد اور احکام اس قسم کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ مارکس وادس صاحب نے یوں اس بارے میں تحریر کیا ہے۔

ماہ رمضان کے روزے صرف اعتقادی ہی نہیں اور نہ اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ گرمی کے دن

یں ثقیل غذا چھوڑ کر عمدہ اور ہلکی غذا کے لئے بھوک تیز کی جائے بلکہ صحیح معنوں میں تمام ماہ رمضان میں صبح سے شام تک ہر روز کھانے اور تمباکو نوشی سے قطعاً پرہیز کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس ماہ کو روحانی ترقی کا ایک موقعہ خیال کیا جاتا ہے۔

اس بات کا نام مذہب نہیں کہ فرقہ آرمینین یا ایرین کے خلاف جھگڑے اُٹھائے جائیں یا پرانی سالوں کی مخالفت کی جائے۔ اور انہیں ان کی غلطیاں ظاہر کر کے جھوٹا ثابت کیا جائے۔ اور نہ مذہب اسے کہتے ہیں کہ جناب مسیح کی پیدائش کے متعلق اور کسی کلیسا کے سرگروہ یا پوپ کے بے خطا ہونے یا ان بچوں اور جوانوں کی قسمت جنہوں نے بپتسمہ نہیں لیا یا گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی حدبندی کی نسبت اور یا تثلیث کے مسئلہ کو مدلل طور پر ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں یا اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اس قسم کے مسائل پر پرستش عجائب گاہیں بیسیوں کئی ضخیم کتابیں دھری پڑی ہیں۔ کاش ان کتابوں کے لکھنے والے اپنے اس وقت کو بہتر طور پر صرف کرتے اور ان قباحتوں اور خرابیوں کو جو انسان کی زندگی اور تجارب میں دیکھی جاتی ہیں دور کرنے یا ان کو کم کرنے میں خرچ کرتے۔ یہ خرابیاں اکثر ان مسائل علم الٰہیات کا نتیجہ ہیں جو بالکل خلاف فطرت انسانی ہیں۔

مذہب کے متعلق اسلام مسائل اور اصول ہی پیش نہیں کرتا بلکہ ان پر عمل کرنے کی راہ بھی بتلاتا ہے جب سے حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کے اصول ایک خطرناک مخالفت کا مقابلہ کر کے پھیلائے ہیں اس وقت سے آج تک لکھو کھہا انسانوں میں یہ نہایت عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ جہاں ان سے روحانی ترقی و تعلیم کا رواج دیا ہے وہاں ساتھ ہی عورت و مرد کے لئے پرہیزگاری اور گفتگو اور خورد و نوش میں اعتدال قائم کرنے کی بھی تاکید کی ہے۔ اور قمار بازی اور شراب نوشی کو قبیح بتایا گیا ہے۔ اور اسلام بمقابلہ دیگر تمام مذاہب کے ان تمام بدیوں اور خرابیوں کو جو عیسائی تہذیب کے ساتھ مستلزم ہیں جڑھ سے اُکھاڑنے میں زیادہ تر کامیاب ہوا ہے۔ ان ممالک میں جو اسلامی ہیں قمار خانوں یا عیش و عشرت گاہوں یا شراب خانوں کا نام و نشان نہیں۔

جہاں قدیم یہودیوں کا یہ نعرہ کہ خداوند خدا ایک ہے سنائی دیتا ہے۔ وہاں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی بڑے خوش کن لہجہ میں اور بڑے وثوق کے ساتھ اور موثر طور پر کان میں پڑتا ہے۔ اس کلمہ طیب کے پڑھنے سے اس اعتقاد اور ایمان پر مہر لگتی ہے جو کہ پڑھنے والا رکھتا ہے اور جو باوجود صدیاں گذر جانے کے بھی، مذہبی اور مہم نامہ کے عین مطابق پایا گیا ہے۔

اسلامی دنیا کا عقیدہ ایمان صرف اعتقاد ہی اعتقاد نہیں۔ نہایت ہی پکا اور اس کی جڑ بہت مضبوط ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کے مذاہب میں سے اسلام ہی کے عقائد نہایت مختصر ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بات صحیح ہو لیکن مسلمانوں کا باری تعالیٰ کی ہستی پر اس قدر ایمان پختہ اور راسخ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کی وحدانیت میں شرکت کو نفرت سے دیکھتے ہیں بلکہ اسے کفر خیال کرتے ہیں۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو مگر کہ دوسرے لوگوں کے برابر کیسے کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ کیسے اپنی صفات میں دوسروں کو شریک کر سکتا ہے۔ وہ اعلیٰ اور اکبر ہے اور اسی کی عبادت اور پرستش ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں کے نزدیک تین یا دو خداؤں کا ہونا جو قادر مطلق کی حیثیت رکھتے ہوں خلاف عقل اور ظاہر لغویات ہے۔ اور سینٹ اتھانا سئیس کا یہ عقیدہ کہ خدا، بیٹا اور روح القدس علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن یہ سب ایک ہی سرچشمہ خدائی ہیں۔ مگر ان کی شان و جلال برابر ہے۔ اور ان کی بزرگی اور شوکت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ان کے نزدیک بالکل بے معنی اور لغو بلکہ کفر ہے۔

اللہ ہمیشہ اور ابدالآباد تک رہنے والا بادشاہ ہے۔ ہر انسانی خواہش کے اوپر اس کی مرضی ہونی چاہیئے۔ ہر ضرورت کا اصول اور مدعا خدا کی رضا چاہیئے۔ اسلام کے دو معنے ہیں۔ ایک تو رضا بقضا اور دوسرا امن اور سلامتی میں داخل ہونا یہی مقصد و مدعا ہے۔ اسلام کا خدا کسی خاص قوم یا فرقہ کا خدا نہیں بلکہ یہ تمام خلق اللہ کا خدا ہے۔ اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اگر کوئی اور دنیا بھی موجود ہو تو اللہ اس کا بھی مالک ہے اور وہاں کے رہنے والے اس دنیا کے رہنے والوں کے بھائی ہیں۔ اور یہ ایک اصول اسلام کا ہے جس پر نرا اعتقاد ہی نہیں بلکہ عمل بھی ہے۔ عیسائیت نے جو تعلیم خدا اور انسان کے رشتہ کے متعلق دی ہے اس سے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک تعلق اور رشتہ فرض کر لیا گیا ہے۔ یہ روحانیت کے سخت مخالف

ہے۔ اس سے خدا کی عظمت میں بہت فرق آتا ہے۔ اور پرستش و عبادت کا وجود گم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔
جب انسان عبادت کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بخشش اور اس کا کرم و فضل اس پر وارد ہو رہا ہے
اور اسے خدا کی قربت محسوس ہوتی ہے۔ کیا اس بات سے وہ جامہ میں پھولے نہیں سماتا۔ نہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح
موزوں ہوگا کہ جتنا وہ اس فضل و کرم پر غور کرتا ہے۔ اس پر خدا کی ہیبت زیادہ طاری ہوتی ہے۔

رحمٰن اور رحیم کے معنوں میں اس قدر جمال اور عظمت ہے کہ دوسرے الفاظ میں نہیں خدا
کے افضال و برکات کی کسی طرح بھی حد بندی نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی مسلمان خدا کی ان رحمتوں اور برکتوں کا خیال کرکے جن
سے تمام جہان گھرا پڑا ہے۔ تمام جہان کے مالک کی عظمت و جلال کو سامنے لاکر اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ کر اس
کی عبادت و پرستش کرے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ اس تمام جہانوں کے بادشاہ کو مسلمان [اللہ] کہکر پکارتے
ہیں، یہ سب اسماء سے برتر ہے۔ اور سوائے حقیقی معبود کے کسی کیلئے نہیں بولا جاتا۔ اور اس کے اندر وہ تمام خوبیاں
شامل ہیں جو دنیا کے کسی نام میں پائی جاسکتی ہیں۔

اسلام کوئی اعتقادی مذہب نہیں۔ یہ ایک ضابطۂ زندگی ہے جس کے مطابق عمر بسر کی جانی چاہیئے
قرآن شریف میں بعض جگہ روزمرہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے متعلق ہدایات پائی جاتی ہیں۔ لیکن وہ باتیں ادنٰے
دکھائی نہ دیں گی، اگر یہ سوچا جائے کہ زندگی تو خدا کے لئے بسر کرتی ہے مسلمان کو خدا کے لئے جینا ہے۔ خدا
ہی تمام قسم کے اطمینان اور راستوں کا مرکز ہے۔ وہی جائے امید اور اصل زندگی ہے۔ مسلمان کا مقصد خدا سے
پیوست ہو جانا اور اس کی معرفت کا علم پھیلانا ہے تو وہ کسی قسم کا کام کرے۔ اور پیدائش سے دم واپسیں تک خدا
اور صرف خدا ہی کے لئے اپنی عمر گذارتا ہے۔ جونہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے کان میں خدا کی عظمت کا اعلان
یعنے نعرہ اللہ اکبر پہنچایا جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ پہلی آواز تکبیر ہی نومولود کے
کان میں پڑنی چاہیئے تا نیک اور متقی زندگی کا بنیادی پتھر مضبوطی کے ساتھ رکھا جائے۔ اور جب بچہ
ذرا بڑا ہوتا ہے اور غم و غصہ یا کسی اور وجہ سے اس کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس کے والدین یا ولی
اللہ ہی کے نام کی لوری اس کے کان میں دیتے ہیں۔ اور اس کی تعلیم کا آغاز بھی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہی سے کرایا جاتا ہے۔ وہ دن میں پانچ دفعہ اذان میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ سنتا ہے۔ اور پھر اگر وہ جنگ کے لئے نکلے تو یہی رُوح کو تازہ کرنے والے الفاظ اس کے لئے نعرۂ جنگ کا کام دیتے ہیں۔ اس کے تمام امور خانگی میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہی اس کا تکیہ کلام ہے اور یہی پیغام رُوح کی واپسی پر اس کے کان میں پہنچایا جاتا ہے اور یہی الفاظ ہر ایک شخص کے ورد زبان ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ایثار، انکسار اور اللہ کے احکام کی متابعت سے انسان قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ عیسائی معترضین کہتے ہیں کہ اسلام میں خدا سے ملنے کی کوئی راہ ہی نہیں۔ لیکن سنو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

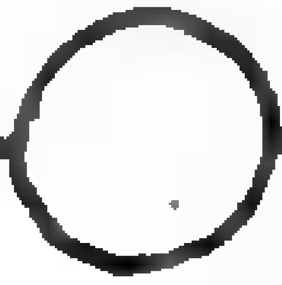
"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس شخص سے مَیں پیار کرتا ہوں مَیں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور مَیں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔"

انسان خدا کے نزدیک اس سے زیادہ تر ہو ہی نہیں سکتا۔ پادری سی ایف اینڈریوز عیسائی مشنری کے ذیل کے الفاظ جو اس نے اپنی کتاب نارتھ انڈیا (شمالی ہند) میں لکھے ہیں پڑھ کر متعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ لکھتا ہے کہ :-

"ایک سچے اور صحیح معنوں میں مسلمان کی شان اور خُلق نیز اس کے روزانہ، ہفتہ وار، ماہوار اور سالانہ کام کی ترتیب جس میں خدا کو بھلایا نہیں جاتا۔ یہ سب کچھ مل ملا کر ایک سچی لت علمی ہے جسکی ہمیں کلیسا کیلئے پھر حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔"

مسلمان اللہ تعالےٰ کی حمد اور شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے آدم علیہ السلام سے حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک لمبا سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ان کی ہدایات اور رہنمائی کے لئے بھیجا۔ قرآن انہیں بتلاتا ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ لیکن وہ سب کے سب انسان تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کے برابر نہیں۔ اس علم سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان تمام بزرگ اور مقدس لوگوں کی سوانح پر غور کرنے سے جو آج تک گذر رہے ہیں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور ان جیسے اخلاق ظاہر کرنے اور ان کی طرح زندگی بسر کرنے کی ان میں ہمت پیدا ہوتی ہے۔



"ہر شخص منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے آسان اور سہل سے سہل راستہ اختیار کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسلام مقصود و مطلوب کے لئے چھوٹے سے چھوٹا اگر مشکل ترین راہ دکھلاتا ہے۔

میں مسلمان ہونے سے پہلے رومن کیتھولک تھا۔ لیکن میں تثلیث، الوہیت، کفارہ، تجسیم وغیرہ عقائد کا پابند نہ تھا۔ مگر خدا کو مانتا تھا۔ کوئی کیتھولک پادری ان مسائل کو اصولی طور پر حل نہ کر سکا۔ اور وہ یہی جواب دیتے کہ راز ہمیشہ راز ہی رہتے ہیں۔ اُن کا کہنا تھا کہ حضرت مسیح آخری نبی ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ عیار و مکار انسان ہیں۔ میرا ایمان متزلزل ہو گیا ایک وقت آیا کہ میری ملایا میں مسلمانوں سے راہ و رسم پیدا ہو گئی۔ میں اُن سے مذہب پر گفت و شنید کیا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات رہیم میں گرما گرم بحث ہو جاتی۔ اور میں بتدریج قائل ہو گیا کہ اسلام مدلل مذہب ہے۔ اور برحق ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ مسجد میں بت۔ مجسمے یا مصوری نہیں پائی جاتی یہاں عبادت الٰہی ہی ہوتی ہے۔ اور اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں"۔ ——— ابراہیم وو۔ ملایا

پیٹرک ارنسٹ چیٹر فیلڈ انگلستان

علم و عمل کا دین

اسلام قبول کرنے سے تقریباً ۱۸ ماہ قبل میرا ذہن بہت زیادہ پراگندہ تھا۔ میں برابر یہ کوشش کرتا رہا کہ اچھی، نیک اور معقول زندگی بسر کر سکوں۔ لیکن اس عزم کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی بڑی کمی محسوس کرتا رہا اب جب میں اپنے احساس کا تجزیہ کرتا ہوں تو مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ میں جس چیز کی کمی محسوس کرتا رہا وہ صحیح اعتقاد کی کمی تھی۔

میں ۱۹۲۸ء میں جب تعلیم مکمل کر کے کالج سے باہر نکلا، اور عملی زندگی میں اپنا مقام تلاش کرنے لگا تو یہ محسوس ہوا کہ اسکول اور کالج میں مجھے مسیحی مذہب کی جو تعلیم دی گئی تھی وہ اسکول اور کالج کے باہر عملی زندگی اور کاروباری دنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام ناکافی تھی۔ دراصل میرا دور کا تجربہ تھا کہ جو مذہبی تعلیم مجھے انگلینڈ کے اسکولوں اور کالجوں میں دی گئی تھی۔ وہ اصولی اور فطری حیثیت تو رکھتی تھی لیکن عملی پہلو سے قطعی عاری تھی، عقیدے مانے تو جا سکتے تھے لیکن زندگی میں شاہراہیں قائم کرنے اور کردار کی تعمیر میں کوئی مدد نہ دے سکتے تھے چنانچہ ان مذہبی عقائد سے الگ ہو کر جو مجھے اسکول و کالج میں پڑھائے گئے تھے میں نے خود اپنی ضرورتوں اور کاروباری و تمدنی تقاضوں کی مناسبت سے اپنے ذہن سے انسانیت کے معیار پر عملی اصول اختراع کر لئے۔

اپنے تمدنی معاملات اور کاروباری معمولات کے مطابق میں نے جو اصول اختراع کئے ان سے میں صرف اس وقت تک مطمئن رہ سکا جب تک میں مشرق وسطیٰ کے ... دورہ پر نہیں گیا تھا۔

جب میں مشرق وسطی میں تھا ایک رخصت پر میں قاہرہ گیا اور وہاں کی مسجد محمد علی اور تیلی مسجد دیکھی میں ان مساجد میں جا کر بہت متاثر ہوا میرے جذبات و خیالات پر بھی کافی اثرات پڑے مجھے یاد ہے کہ جب میں ان مساجد سے واپس ہو رہا تھا اس وقت میرا دل بہت مطمئن تھا۔ اور میں اپنے اندر ایک غیر معمولی سکون و مسرت کا جذبہ محسوس کر رہا تھا۔

اس واقعہ کے ۱۵ ماہ بعد لندن میں چیرنگ کے چوراہے پر میں "فوائلس" کے کتاب گھر گیا۔ وہاں میں میجر جیروس کی سیاحت مصر کی کتب خریدنے گیا تھا یہاں مجھے مسٹر لوگر ووڈ (حبیب اللہ) کی ایک کتاب دستیاب ہوگئی، اس کتاب کا نام "اسلام کیا ہے" تھا۔ میں نے اس کتاب کو خرید لیا اور اچھی طرح پڑھا۔ یہ کتاب مشرق وسطے کے حالات اور بعض اسلامی امور پر مشتمل تھی اور اس کی بعض باتوں کو میں نے بہت پسند کیا اور بہت متاثر ہوا۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ میری زندگی میں بہت سی خامیاں ہیں لیکن میں یہ نہ سمجھ سکا کہ میری زندگی میں کس بات کی کمی ہے اور اس کو کس طرح پورا کر سکتا ہوں، میرے حلقے میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس سے میں اس سلسلہ میں کوئی استفادہ کر سکوں۔

بہر صورت میں جستجو میں رہا اور آخر کار مجھے کچھ ایسے مسلم علماء سے ملنے کا موقع مل گیا جن سے میں نے اپنے اعتقادی شکوک و شبہات پر تبادلۂ خیالات کیا انہوں نے اصول اسلام اور دلائل سے میری دلی تشفی کر دی۔ ساتھ ہی میں نے اسلامی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ اور رفتہ رفتہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ میں زندگی کے زیادہ صحیح اور حقیقی راستہ پر گامزن ہو رہا ہوں۔

اسلام کے متعلق میں نے جس قدر بھی معلومات حاصل کیں ان سے زیادہ سے زیادہ مطمئن

ہو گیا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ حیاتِ انسانی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں اسلام صحیح حل نہ پیش کرتا ہو۔

اسلام کے متعلق جو میں نے کتابیں پڑھیں انہوں نے اسلام کے اصول پر میری صحیح رہنمائی کی میں خدا۔ خدا کی مخلوق اور وجود کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے لگا، اور تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام خدا شناسی کا بہترین ذریعہ ہے اور حیاتِ انسانی کیلئے مکمل ضابطہ ہے۔

میرا مذہب عیسائی اس لئے تھا کہ میری ماں اور میرے خاندان کا بھی یہی مذہب تھا۔ جب میں اس مذہب سے مطمئن نہ ہو سکا تو میں نے پوری طرح تحقیق کئے بغیر کوئی دوسرا مذہب قبول کرنے سے احتراز کیا پورے ڈیڑھ دو سال تک اسلام کے متعلق تحقیقات کرتا رہا جب میرے ذہن نے پوری طرح اطمینان کر لیا تو میں نے حق و صداقت کی آواز بلند کرتے ہوئے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔



اسلام ایک دلربا مذہب ہے۔

امینہ اگینس ڈیونیر

"اس مذہب حقہ کے پاک اور سیدھے سادے اصول اور فطری قانون محیر العقول ہیں"

مس حمیدہ بی۔ یونڈ لنڈن

عبدالرحمٰن روزلر جرمنی

انسانیت کی معراج

اسلام واحد مذہب ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے

دین اسلام انسان کی اخلاقی، تمدنی، اقتصادی، سیاسی اور تمام دیگر ضروریات زندگی میں رہنمائی کرتا ہے اور انسان کو اس مرحلہ پر پہنچاتا ہے جہاں وہ اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے مذہب کی ضرورت خصوصاً اس لئے ہوتی ہے کہ انسان انسانیت کے صحیح تقاضوں کو سمجھ کر ان کو پورا کرنے کا طریقہ سیکھے اور سمجھے خدا کی معرفت انسانوں کے باہمی تعلقات اور مخلوق خدا سے سچی ہمدردی فطری مذہب کا خاصہ ہے یہ انسان کی زندگی کے مقاصد ہیں ان مقاصد کی روشنی میں اسلام بہترین مذہب ثابت ہوا ہے۔ انسانی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ قرآن حکیم موجود ہے۔ میں نے قرآن حکیم کا مطالعہ کرکے اور اس کے احکام و تعلیمات کو پوری طرح سمجھ کر محسوس کیا کہ مذہب کی حقیقی غرض ہے اور وہ صرف اسلام سے ہی پوری ہوتی ہے۔

اسلام میں کوئی عقیدہ کی بات ایسی نہیں کہی گئی جس کے لئے عقلی دلیل موجود نہ ہو۔ لیکن اس کے برعکس بائبل میں بہت سی ایسی باتیں کہی گئی ہیں جن کو عقل انسانی نہ تو تسلیم کرتی ہے اور نہ اس کے لئے کوئی دلیل موجود ہے۔ مثال کے طور پر انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں دی گئی

اسلام میں قرآن شریف نے اللہ کی ذات کی یہ تعریف کی ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس

کو جتا یہ قادر مطلق کی حقیقی تعریف ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کی پہچان اسلام اور صرف اسلام عطا کرتا ہے اس کے بغیر انسان صحیح راہ پر چل ہی نہیں سکتا۔

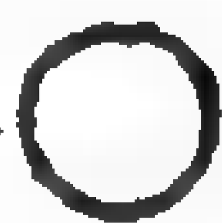
میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک مسیحی تھا اس وقت میں مذہب کے ان تقاضوں کی روشنی میں جو انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہیں عیسائی مذہب سے مطمئن نہ تھا مجھے معلوم ہے کہ میری ہی طرح اور بہت سے عیسائی اپنے مذہب سے مطمئن نہیں ہیں ان میں بہت سے تو ایسے ہیں جو صرف اسلئے عیسائی ہیں کہ انکے باپ دادا عیسائی ہیں اور مسیحیت ان کا آبائی مذہب ہے چونکہ وہ خود مسیحیت کے متعلق بھی کچھ زیادہ نہیں جانتے اس لئے ان کے لئے عیسائیت سے مطمئن یا غیر مطمئن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جن مسیحیوں نے مذہب کی کسوٹی پر عیسائیت کو پرکھا اور اپنے مذہب کا گہرا مطالعہ کیا تو مسیحی عقائد سے غیر مطمئن ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کے ذہن میں شکوک پیدا ہوئے ان میں سے کچھ تو ان شکوک کے نتیجہ میں مذہب کی اہمیت نظر انداز کر کے مطمئن ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور جو لوگ دیگر مذاہب کی تحقیقات میں مصروف ہوئے ان کو انجام کار اسلام کی روشنی نظر آئی ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ کسی اتفاقی تبدیلی یا کسی ہنگامی رجحان کے تحت میں نے مسیحی مذہب ترک کر کے اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ بتدریج یوں یوں میں قرآن پڑھتا گیا میرے رجحانات تبدیل ہوتے گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھکر میں تاریکی سے روشنی میں آگیا ہوں۔ اسلام کی پوری تعلیمات میں مجھے کہیں بھی کوئی ایسی بات نظر نہ آسکی جو عقل کے خلاف یا ناقابل اعتماد ہو یہی بات اسلام کے حقیقی اور فطری مذہب ہونے کی دلیل ہے۔ میں ایک بات اور واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں عیسائی تھا اس وقت بھی میں پوری طرح عیسائی نہ تھا کیونکہ میں نے مسیحی مذہب کی صرف ان باتوں کو قبول کر رکھا تھا جو عقل کے معیار پر صحیح اور معقول تھیں اور

جو باتیں عقل کی کسوٹی پر پوری نہ اُترتی تھیں ان کو میں نے قبول اور اختیار نہ کیا تھا۔ اب جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو مجھ پر یہ بات روشن ہو گئی کہ جن باتوں کو میں مسیحی مذہب میں اپنے لئے قابل عمل نہ سمجھتا تھا وہ اسلام میں معقول اور قابل عمل ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی بزرگی اور برگزیدہ حیثیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن مسیحی مذہب میں حضرت عیسیٰؑ کے تقدس کو جس انداز میں پیش کیا گیا ہے اس سے مجھے ہمیشہ ایک اُلجھن سی محسوس ہوتی رہی ایسی الجھن جس سے اللہ تعالیٰ کی بزرگی و برتری اس کی ذات عالی اور اس کی معرفت میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی تھیں، اسلام میں سنجیدگی اور متانت بھی اس حد تک ہے کہ انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

میں اپنے قبول اسلام کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک بڑا انعام سمجھتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں کہ اللہ نے مجھے اسلام کی تو بیاں سجھا کر مجھ پر احسان عظیم فرمایا ہے اور میرے متجسس قلب کو سکون بخشا ہے۔



" اسلام کے خصوصی خط و خال جنہوں نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ وہ توحید باری تعالیٰ، فرقہ بندی کے جھمیلوں سے آزادی اور خالق و مخلوق کے درمیان کسی وساطت کا نہ ہونا ہے۔"

(جیمس ای سٹوکس)

بی احمد رابنسن

ایک کشف

میں ایک سابق برطانوی افسر کی حیثیت میں ۱۹۳۲ء میں عیسائی مذہب کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس کی تبلیغ کرتا رہا بلکہ اس مذہب کا اس قدر جنون مجھے تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ انسان کی اس فانی زندگی میں خدا کی طرف سے یہی ایک سچائی اور ہدایت نازل ہوئی ہے۔

بیس سال تک کے عرصہ میں بائبل کے مضامین مجھے پورے طور پر ازبر ہو گئے کیونکہ میں نے اس عرصہ میں عہد نامہ قدیم کو مکمل طور پر بیسیوں مرتبہ پڑھا اور عہد نامہ جدید کا پچاسوں مرتبہ مطالعہ کیا اس لئے میں ان کے مضامین سے پوری واقفیت رکھنے کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں عہد نامہ جدید سے اس قدر واقفیت حاصل کر لینے کے بعد مجھے اس چیز کے متعلق جس کی صداقت کی میں تبلیغ کر رہا تھا ایسے شبہات پیدا ہو گئے جنہوں نے میرے دل کو مضطرب کر دیا کیونکہ مسیحی مذہب کی ابتدائی بنیادیں رکھی گئی ہیں کہ یسوع مسیح کی موت صلیب پر واقع ہوئی اس کا مردوں میں سے جی اٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ میں نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ آیا خود یسوع مسیح کی زبان سے کوئی ایسی یقینی اور ناقابلِ تردید شہادت مل سکتی ہے، جس میں اس نے واقعہ صلیب سے پہلے یہ کہا ہو کہ صلیبی موت مریگا یا اس واقعہ کے بعد جب وہ اپنے شاگردوں سے ملا تو اس نے یہ اقرار ان کے سامنے کیا ہو کہ وہ صلیب پر فی الواقعہ مر گیا تھا۔

پورے دو سال کی تلاش و جستجو کے بعد مجھے افسوس کے ساتھ اپنے آپ سے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کوئی ایسا یقینی اور ناقابلِ تردید ثبوت میں بہم نہیں پہنچا سکا۔ افسوس کہ مسیحیت پر ایمان رکھتے

ہوئے جو کچھ میں نے معلوم کیا اس کی بنا پر خود یسوع مسیحؑ کی زبان سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تین دن اور تین راتوں کا عرصہ گذارنے کے بعد ایک زندہ انسان کی حیثیت سے ہی قبر سے نکل آئے گا۔

علاوہ ازیں جب یہودیوں سے اس آنے والے واقعہ کا ذکر کیا تو اس سے ایک اور صداقت ظاہر ہوگئی اور وہ یہ ہے کہ یسوع مسیحؑ سے کبھی کوئی خارق عادت معجزات صادر نہیں ہوئے سوائے بیماروں کو اچھا کرنے کے جو ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اگر کوئی ایسے معجزات صادر ہوتے ہوتے تو یہودی اس کی الوہیت کے بارے میں اپنے شکوک زائل کرنے کے لئے کبھی کوئی نشان طلب نہ کرتے ملاحظہ یوحنا باب ۱۲- آیات ۳۹ : ۴ :-

"اس نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پھر یونسؑ نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا کیونکہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا، ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔"

یہ میرے لئے ایک بہت بڑا الہامی انکشاف تھا پہلی تو بات قابل غور ہے کہ خدائی امور سے تعلق رکھنے والا ایک ہی نشان جو یسوع مسیحؑ نے دیا ہے، وہ ایک بڑی مچھلی کا نشان ہے اور یہ پختہ حقیقت ہے کہ یسوع مسیحؑ کو صلیبی نشان سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ آجکل سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح میرا پہلا مسیحی بت (صلیب) گر کر پاش پاش ہوگیا۔

پھر اس مچھلی کے نشان سے اس کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے وابستگی اختیار کرلی اور خیال کیا کہ یہی ایک ظاہری نشان ہے جو اسرائیل کے آخری پیغمبرؑ کی زندگی کے کام کو نمایاں کرتا ہے اور یہ کس قدر صفائی کے ساتھ نمایاں ہوا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ مسیحؑ کے قریباً تین سو سال بعد رومن بادشاہ قسطنطین کے عہد تک عیسائیوں کا مذہبی نشان مچھلی ہی تھا نہ کہ صلیب

ایک قدیم مسیحی نادر ترتولین نے اسکندریہ کے مسیحیوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:-

"کیا ہم مسیح کی بڑی مچھلی کے اندر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نہیں ہیں"

یہ بات اپنے زمانہ کے ایک بڑے مسیحی راہنما کے قلم سے نکلی ہے۔

اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جس طرح یونسؑ ایک بڑی مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے اور وہاں زندہ ہی رہے اسی طرح یسوع مسیحؑ بھی قبر میں زندہ ہی داخل ہوئے اور وہاں سے اسی گوشت پوست میں زندہ انسان کی صورت نکل آئے آپؑ کی موت صلیبی ہرگز بھی واقع نہیں ہوئی۔

اپنے شاگردوں کے سامنے یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ خود یسوع مسیحؑ ہی ہے اور ان کی روح نہیں انہوں نے کہا :-

"مگر اس نے اُن سے کہا کہ تم کیوں گھبراہٹ میں ہو اور کیا ہے کہ تمہارے دلوں میں اندیشہ پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کوئی جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو"

(لوقا باب ۲۴ - آیات ۳۸ - ۳۹)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کوئی متشکل روح یا خیالی صورت نہ تھی، اگر وہ کوئی خیالی صورت ہوتی تو سپر یلچولسٹوں کے لئے دوبارہ جی اُٹھنے کی ایک توجیہہ ہو سکتی تھی۔ یسوعؑ نے بتایا ہوتا کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا، اناجیل میں کوئی جگہ ایسی ہے جہاں سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس نے شاگردوں سے کہا تھا کہ وہ صلیب پر مر کر پھر جی اُٹھا ہے، یقیناً وہ صلیب پر چڑھایا گیا، لیکن اس سے بڑھ کر یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہیں، پھر کیا اللہ تعالےٰ نے مسیحؑ کو صلیبی موت سے بچانے میں اپنے رحم، محبت اور فضل و کرم کا شاندار مظاہرہ نہیں کیا؟ اس طرح اس ہولناک مسیحی عقیدے سے نجات دلانے کا سامان کر دیا کہ کسی پیغمبرؑ کی موت اور اس کا خون اللہ کی پیدا کردہ

نسلِ انسانی کی نجات کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اگر مسیحؑ صلیب پر مر گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مداخلت نہ کی ہوتی تو اس کا یہ فعل اس کو ایک ایسے خدا کی شکل میں ظاہر کرتا جس کی حیثیت ہمارے قدیم جنگلی آباد و اجداد کے خون آشام دیوتاؤں سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح میرے پہلے بُت ٹوٹتے چلے گئے اور خدا نے میری آنکھوں کے سامنے انہیں توڑ کر رکھ دیا پھر میں نے خیال کیا کہ وہ مسیحی عقیدہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جس میں ایک طرف خدا کی ایسی محبت اور واسطے گہرے پیار کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ انسان اس کی گہرائی کو پورے طور پر معلوم نہیں کر سکتا اور دوسری طرف ایک عیسائی یہ کہتا ہوا سنائی دیتا ہے کہ خدا کی یہ محبت تمام نسل انسانی کو اس وقت تک اپنے اندر لینے کی وسعت نہیں رکھتی جب تک ایک پیغمبرؑ یا خدا کا اکلوتا بیٹا صلیب پر مر کر اپنا خون نہ بہائے گویا وہ باری تعالیٰ اپنے غصّہ کو انسانی خون سے ٹھنڈا کر سکتا ہے۔

ان حالات میں نجات کا مسئلہ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور اس کی ہتک کا موجب ہو گیا اور ایک ہفتہ کی سوچ بچار کے بعد میں نے اس مذہب سے بالکل قطع تعلق کر لیا جس کی بیس سال میں نے خدمت کی تھی اب میرے سامنے یہی ایک سوال باقی تھا کہ دلی اطمینان حاصل کرنے کے لئے کس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ میں تنہا رنج و غم میں ڈوب گیا ان لوگوں میں سے ہو گیا جو قریباً دہریہ یا لا آدری واقع ہوئے ہیں یا مذہب سے باغی ہیں۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں میری پیاری بیوی فوت ہو گئی وہ چالیس سال سے میری رفیقۂ حیات تھی مگر یہ عرصہ میری عام خوشی و مسرت میں کسی اضافہ کا موجب نہ تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میں ایک لاوارث ہوں یا اس زمین پر اکیلا ہی انسان ہوں جس کے اندر رشتہ و رفاقت کی کوئی رُوح نہیں جو روحانی تسکین سے محروم ہے وہ دنیا و اس کی مافیہا سے دوبارہ تعلق لگانے کی اہلیت نہیں رکھتا کیونکہ موجودہ نسلِ انسانی اپنے

سب سے بڑے خدا (سائنس) کے ہوتے ہوئے مذہب کو ایک مضحکہ خیز چیز سمجھتی ہے۔
پس میں نہایت رنج و غم میں خیر آباد مضافاتی علاقوں میں تنہا چکر لگاتا رہا وہاں میں اکیلا ہی اپنے آپ
سے باتیں کرتا دلی اطمینان کی تلاش کرتا رہا۔ ان تنہائی کے ایام میں ایک دن سہ پہر
کے وقت ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ایک نیم کشفی حالت مجھ پر طاری ہو گئی یعنی نہ تو پوری خواب
کی حالت تھی اور نہ پوری بیداری، اس حالت میں ایک عجیب اور خوبصورت نظارہ میری آنکھوں کے
سامنے آیا ایک گہرا سفید نورانی گرداب میں ایک لمبے قد کے عالی مرتبہ اور پُرجلال مشرقی آدمی کی
شکل نمودار ہوئی جس کے چہرے سے نیک دلی اور شفقت کے آثار ٹپکتے تھے۔ لمبی داڑھی سر پہ
پگڑی (میرا خیال ہے وہ بہت بے ترتیب سی بندھی ہوئی تھی) جسم پر ایک خوبصورت اور نہایت سادہ
شاہی ارغوانی رنگ کا جبہ تھا، جس پر خوشنما بوٹے بنے ہوئے تھے وہ پاؤں تک لمبا تھا،
میں سانس کو روکے ہوئے حیرت و استعجاب کے ساتھ منتظر تھا کہ آئندہ کیا وقوع میں آتا ہے۔
پھر ایک چھوٹا سا سنہری رنگ کا ستون یا سٹینڈ جو ایک چھوٹے سے آلٹر ALTER کی طرح
تھا دیکھنے میں آیا اس آلٹر پہ اس شاہی شکل و صورت کے آدمی نے ایک لمبی چھڑی رکھی اور ایک
سنہری دستے والے خنجر کے ساتھ بڑے پُروقار طریق سے آہستہ آہستہ اس کے چھوٹے چھوٹے
ٹکڑے کاٹنے شروع کئے میں حیران ہوتے دیکھتا رہا ایک نہایت خوبصورت سریلی آواز میں
جو گہری محبت میں ڈوبی ہوئی تھی، وہ ایک ایسی زبان میں گویا ہوا جو میرے لئے اجنبی تھی) جونہی اس کے
منہ سے لفظ نکلے ایک خوبصورت نوجوان مشرقی عورت نمودار ہوئی، اور انگریزی زبان میں لفظ بلفظ
ان کلمات کو اس نے دہرایا۔

"او فرنگی! پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے سلام دیتے ہیں اور تیرے لئے
امن و راحت کا پیغام لاتے ہیں"

ابھی تک وہ باوقار انسان اس چھڑی کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹتا جا رہا تھا کہ اس خاتون نے کہا۔

"مجھے انھوں نے تمہیں یہ پیغام دینے کا حکم دیا ہے کہ چھڑی کے یہ چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے تیری زندگی کے سال ہیں اور تو دیکھ رہا ہے کہ
وہ ایک ایک کر کے گرتے چلے جا رہے ہیں، کیونکہ اللہ تعالےٰ
کی یہی رضا ہے۔"

یکایک کاٹنے کا عمل ختم ہو گیا اور اس عالی مرتبہ انسان نے چھڑی کے باقیماندہ حصّہ سے اپنے بائیں طرف اشارہ کیا فوراً ایک تختہ یا ایک گز مربع دروازہ کھل گیا جس سے ایک نہایت خوبصورت عمارت کا نقشہ نظر آ رہا تھا جو میں نے کبھی اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ یہ ایک نہایت خوبصورت شاندار مسجد تھی جس کے سنہری مینار اس قدر بلندی پر پہنچے ہوئے معلوم ہوتے تھے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا وہ مینار مشرق کے نیلے آسمانوں میں منڈلانے والے بادلوں میں جا کر گم ہو جاتے تھے، پھر ایک ناقابلِ فراموش تصویر میرے سامنے لائی گئی جس پر ایک نہایت شاندار لاجوردی رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا اس کی زمین سنہری نقش و نگار سے مرصع تھی۔ اس تصویر میں مسجد کے نہایت شاندار مرکزی گنبد کا سونا چمک رہا تھا ایک یا دو لمحہ یہ کیفیت طاری رہی اور پھر جب وہ نظارہ ختم ہوا تو میرے حواس بجا ہوئے۔

اس وقت شام ہو چکی تھی مغرب کی طرف جہاں سورج غروب ہو رہا تھا اُفق میں ایک دہکتی ہوئی بھٹی کی طرح سُرخی نمایاں تھی ایک غیر ارضی خاموشی طاری تھی، بڑے بڑے پرندوں کے گیت اور چھوٹے پرندوں کی چہچہاہٹ ختم ہو چکی تھی اور موت کی سی خاموشی طاری تھی مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں "ارضِ مقدس" پر اکیلا خدا کے ساتھ ہوں، کانپتے ہوئے میں لوٹا اور اپنی خواب کی سرزمین مشرق کی طرف رُخ کیا پاکیزہ امن و سکون کی کیفیت میں اپنا سر جھکا کر خاموشی کے ساتھ دعا کی میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کی اس شاندار زیارت کے ذریعہ سے اپنی ذات تعالیٰ کا سایہ مجھ پر ڈالا ہے۔

اس عاجزی اور انکسار کے اندر جو اندرونی تسکین اور ناقابلِ بیان مسرت حاصل ہوئی میں نے یہ محسوس کیا۔ مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نوازا گیا ہے، ہے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میں خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں

میرے اس خواب کی تعبیر میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی، کیونکہ اس چھڑی کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں تھی اور جس کے ذریعہ خود آنحضرت صلعم نے مقدس مسجد کی طرف اشارہ کیا تھا بقیہ لمبائی میری بقایا عمر کو ظاہر کرتی تھی، یہ تعبیریں سے حیرت و استعجاب اور بلا بھی مسرت کے ساتھ تھی۔

میرے دل پر ان خیالات نے ہجوم کر لیا جو میں اسلام کے متعلق رکھتا تھا، میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالےٰ نے کے متعلق اسلامی عقیدہ کی حقیقی روح یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے بالکل تابع کر دے اور اپنے طبعی اور حیاتی رجحانات کو جو صرف انسانیت، قلب اور ذہن سے تعلق رکھتے ہیں ترک کر دے تاکہ اسلام کی الہیاتی اور روحانی زندگی ابتدائی اور حیوانی ادراک کے اندر داخل ہو اور خدائی ادراک اس پر غالب آنا شروع ہو جاتے

اس وقت میری زندگی کا اہم ترین مسئلہ میرے سامنے آ گیا کہ آیا خدا کی مرضی اختیار کی جائے یا اپنی مرضی۔ ؟ پس میں مشرق کی طرف یعنے اس قبلہ کی طرف جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کا قبلہ تھا، اور جو رسول اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد تمام مومنین کا قبلہ بنا ہوا ہے رُخ کیا، آن کی آن میں اسلامی مملکت کی تاریخی شان و شوکت میرے دل میں مستولی ہو گئی مجھے اپنے لڑکپن کی باتیں یاد آنے لگیں جن کا پہلے کبھی خیال بھی نہ آیا تھا لڑکپن میں۔ افسانوں، گیتوں اور قصہ کہانیوں میں عرب کیریکٹر اور عربی فضا میرے لئے کشش کا موجب ہوتی تھی۔ کیا یہ سب کسی انجام کی طرف لے جانے والی چیزیں نہیں تھیں؟ اور کیا وہ انجام یہی تھا جو اب پیش آیا؟ ہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی

اور اس کے مقصد کے کلی تابع ہو جانے کی ہی مجھے دعوت دی گئی ہے اس وقت میں نے عاجزانہ دعا کی کہ میری زندگی کے بقایا ایام اس دعوت کی تعمیل تکمیل اور تبلیغ میں گزریں۔ اور میری زندگی عملی قبولیت کا موجب اور اس کے شایان شان ہو وہ دعوت جو ان مقدس ارشادات کے ذریعہ سے براہ راست مجھے ملی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شکل وصورت، آپ کا چھڑی کی لمبائی کو کاٹنے کا تمثیلی عمل شاندار مسجد کا نظارہ یہ سب مل جل کر میرے دل کے اندر ایمان اور ایقان پیدا کرنے کا موجب ہوئے۔

جب میرے الہامی مکالمات ختم ہو گئے تو گھر کی طرف واپس آیا اس وقت شام کی تاریکی کی پرچھائیں گہری ہوتی جارہی تھیں ایک نیا دن مجھ پر چڑھا، ایک امن واطمینان کا دن، ایک روحانی اقدار کے حصول کا دن۔

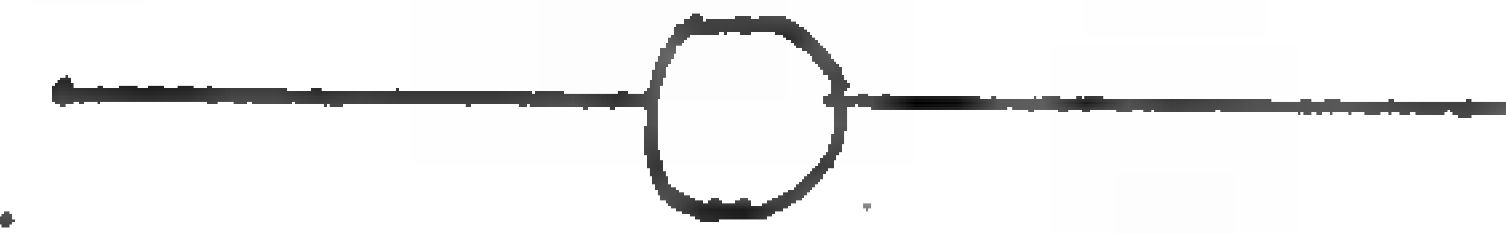
میرے لئے یہ واقعہ ایک نئی روحانی زندگی کا باعث ہونے والا تھا چنانچہ میں نے پھر اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کیا تاکہ قرآن کے غیر تبدیل اور ناقابلِ تبدیل الفاظ میں اس کا اللہ اور رحمٰن ورحیم ہونا میرے علم ویقین میں داخل ہو جائے وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور انسان کے لئے ایک روحانی ہدایت نامہ ہے اور علم وعقل کا چشمہ ہے جو خود سرچشمہ علم وعقل کی طرف سے بھیجا گیا وہ کبھی انسان کو بے سہارا نہیں چھوڑتا اس طرح میں نے اللہ تعالےٰ سے مکالمہ کا شرف حاصل کیا اور عالم محویت میں کھو گیا۔ اس رات میرا بستر خواب ایک ناقابل بیان اشتیاق سے بھر گیا۔ آخر کار ایک اطمینان بخش نیند مجھ پر طاری ہو گئی، ایسی نیند جو کئی ہفتوں سے روٹھی ہوئی تھی۔

دوسری صبح میں لندن کے روحانی مرکز کے مشہور ومعروف مردوں اور عورتوں کو خط لکھنے میں مصروف ہو گیا، سب کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کیا اور ان سے اپنے اس خاص روحانی نظارہ کی تعبیر پوچھی، اور یہ دریافت کیا کہ کیا اس کے اندر وہ خصائص موجود ہیں جو ایک سچے روحانی خواب کے لئے

ضروری ہیں وغیرہ وغیرہ؟ کیا یہ کوئی ایسا فرضی اور خیالی خواب تو نہیں، جو طویل تاریخی مطالعہ میں دبے ہوئے تحت الادراک خیالات کا نتیجہ ہو؟

مجھے بڑی خوشی ہوئی جب ان سب مردوں اور عورتوں نے جن سے الگ الگ دریافت کیا گیا تھا متفقہ طور پر میرے کشف کی صداقت کا فتویٰ دے دیا اور یہ بتایا کہ یہ کوئی حدیث النفس نہیں بلکہ ایک خارجی اور روحانی خواب ہے جو غیب پر مشتمل ہے اور اسلامی خیالات و خصائص کی تجسیم یا تعبیر تجسیم کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اثرات کو اس میں واضح کیا گیا ہے۔

ان حالات کے پیش نظر میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اگست ۱۹۵۳ء میں شاہجہان مسجد کی ایک خاتون اور ایک مرد کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔



"میں نے تقریباً ہر مذہب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اسلام کے متعلق بھی کثیر مطالعہ کیا ہے۔ جوں جوں میں اسلام کا مطالعہ کرتا جاتا تھا۔ مجھے یقین ہوتا جاتا تھا۔ کہ یہ بنی نوع انسان کا حقیقی مذہب ہے۔ اس پر چل کر ہی انسان اپنی ذات میں مکمل ہو سکتا اور اپنے مقاصد سے عہدہ برا ہو سکتا ہے"

——— سٹینلے اناٹن۔ انگلستان

Mr. R. D. Watson, 9, First Avenue, Hendon, London N.W. 4, England.	1-1-1960
Mr. Woodham.	1-1-1960
Miss Ila Kumari.	1-1-1960
Mr. Ken Roberts, 38, Haroldslea Drive, Horley, Surrey, England.	1-1-1960
Mr. Anthony Goddard, Block 13, M.O.A. Boscombe Down, Amesbury, Salisbury, Wilts., Gt. Britain.	28-3-1960
Mr. Ramon Luis Pagan, Fagot 29-4 Calles, Ponce, P.R.	25-4-1960
Mr. Balogh Pal Attilq, Makors Ujvoros viii a p. Hungary.	12-2-1960
Miss Maria Gabrielle Hahn, 36, Kemerton Road, London S.E. 5. England.	5-5-1960
Mr. K. Saifullah Bruin,	5-5-1960
Mrs. Akbar Ali Khan, 27, London Place, St. Clements, Oxford, Gt. Britain.	5-5-1960
Mr. S. Kumar Bhattacharya, 4, Bradmore Road, Oxford, Gt. Britain.	7-8-1960
Miss Gertrude Fiala, 24, Denmark Street, Bristol, Gt. Britain.	27-11-1960
Mr. Michael Anthony Medlycott, 68, Tilbury Mead, Harlow, Gt. Britain.	27-11-1960
Miss Jean Coward, 32, Laburnum Walk, Elm Park, Hornchurch, Gt. Britain.	29-3-1961

Miss Marjorie Gladys Pygott, 51, Frenchwood Street, Preston, Lancs., Gt. Britain.	1-5-1959
Miss Terry-Ann Butcher, 103, St. Augustine Road, Southsea, Hants, Gt. Britain.	1-5-1959
Mr. Oswald De Hurtel, 6, Hamilton Park, Highbury Grove, N. 5, Gt. Britain.	1-5-1959
Miss Stokes Roche, 52, Jones Lane, Southampton, Gt. Britain.	17-6-1959
Mr. A. A. Arthur Marshall, Church Army Hostel, Bournemouth, Hants., Gt. Britain.	22-6-1959
Mr. Robert Holmes, Drawer Trenton, New Jersey, U.S.A.	13-7-1959
Miss Maria Luise Steinmann, Hausbergel Porta, Kilkenbrink, 21, W. Germany.	23-7-1959
Mr. Richard McLaren, 25, Laburnum Road, Sunderland, Durham, Gt. Britain.	6-8-1959
Mr. Alfonso Civale, 55, Aberdeen Park, London N. 5, Gt. Britain.	13-9-1959
Miss Anke Knibbe, 91, Elgin Crescent, London, W. 11, Gt. Britain.	10-10-1959
Mr. Horace Frederick Fellows, 12, Park Road, Hatherleigh, Okehampton, Devon, Gt. Britain.	8-11-1959
Mr. J. H. Giles Tapscott, c/o Straits S.S. Co., Ocean Building, Collyer Quarry, Singapore, Malaya.	15-11-1959
Mrs. Louisa Muller, c/o Swiss Benevolent Society, 31, Conway Street, London W. 1, England.	15-11-1959
Miss Ingrid Bahlmann, 124, Arthur Court, Queensway, London W. 2, England.	1-1-1960
Miss Jessie Gyseman.	1-1-1960
Miss June Hassal, 135, Millison Road, Meir, Stoke-on-Trent, England.	1-1-1960
Miss Carol Beakeley.	1-1-1960

Mr. Alvin Joseph Boyd, Maylers Avenue, Jamaica, F.W.I.	16-12-1958
Mr. Jesse Smitherman, Bon 349, Caldwell, New Jersey, U.S.A.	16-12-1958
Mr. Robert Jan Hartgers, 35, Pernestraat Castricum, Holland.	22-12-1958
Mr. Albert John Jones, 114, Carnforth Gardens, Elm Park, Hornchurch, Essex. Gt. Britain.	3-1-1959
Miss Jeannie Esther Dalliboch, c/o A. Beg Airpost, Karachi, Pakistan.	3-1-1959
Mr. Robin Carey Tomkins, 519, Sqdn. Seremban, Malaya.	9-1-1959
Miss Janet Lilian Simmons, Box D.U.L.D. Awali Bahrain, Persian Gulf.	10-1-1959
Mr. James Smith, 17, Fleming Avenue, Newark, New Jersey, U.S.A.	1-9-1959
Mrs. Margaret F. Gench, 22, St. John's Church Road, London E.9, England.	2-2-1959
Mr. Bronson Henry, New Jersey State Prison, New Jersey, U.S.A.	2-2-1959
Mrs. H. Soyer, 54, Kingsgrove, Peckham, London S.E. 5, England.	2-2-1959
Mr. Geoffrey Hodgson Abdullah, Lloyds Bank, 6, Pall Mall, London S.W. 1, England.	3-3-1959
Mr. Leroy Sugden, 290, West Market Street, Newark, N.J., U.S.A.	1-3-1959
Miss Mae Smith, Moseley Hall Hosp. Allestor Road, Moseley, Gt. Britain.	20-3-1959
Miss Wilma Schweinesbein, Germenheim am Rhein, A.D.I., W. Germany.	29-3-1959
Mr. Roy Wood, 63, Leyton Avenue, Mansfield, Notts., England.	30-3-1959
Miss Enid Fossey, West Dene, Church Road, Westbourne, Emsworth, England.	26-4-1959
Mr. George Patrick Kenyon, 4, Fieldway, Mughull, Liverpool, Gt. Britain.	23-4-1959

Mr. John Henry Bull, 23, Canning Street, Brighton, England.	25-7-1958
Mr. R. M. J. Robert Aspland, 108, Thundersley Park Road, S. Benfleet, Essex, England.	9-8-1958
Mrs. Sook Kan Hussein, 85, Cambridge Gardenf, London W.10, England.	17-8-1958
Mrs. A. Abdullah, 103, Ifield Road, Earl's Court, London S.W. 10, England.	17-8-1958
Miss Antoinetta Mutz, 229a, Westend Lane, London N.W. 6, England.	29-6-1958
Lt. B. E. I. Hyde Smith, Royal Malayan Navy Barracks, Singapore 27, Malaya.	27-8-1958
Mr. William Walker, Lock Bag. Road, Rahway, New Jersey, U.S.A.	2-8-1958
Mr. William Leverston, Bor. 349, Caidwell, New Jersey, U.S.A.	16-9-1958
Mr. John Ferrier Ruxton, 29, York Street, London W. 1., England.	28-9-1958
Miss Ingrid F. K. Hayen, Muhlenstrasse, 77, Jever/Oldenburg, W. Germany.	29-9-1958
Miss Barbara Mary Barker, Hay Green Lane, Birdwell, Barnsby, Yorks., Gt. Britain.	6-10-1958
Miss Lotte Banholzer, Innertkitchen/Be, Switzerland.	27-10-1958
Miss Ruby McCullars, 366, Washington Street, Newark, New Jersey, U.S.A.	30-10-1958
Mr. Clifford James Crow, H.M.S. Dryad, Southwick, England.	15-11-1958
Mr. Peter S. Paraskeva, 7, Elton Place, London N.W. 3, England.	17-11-1958
Mr. John Hope Vaux, 30, Prince Square, Bayswater, London W. 2, England.	18-11-1958
Miss Pauline Prag, St. Andra Blaike Lavanttal.	20-11-1958
Miss Imma Lucie Lemcke, 50, Sugden Road, London S. W.11, England.	4-12-1958

Mrs. Phyllis Ahmad, 37, Mayfield Road, London E. 8, England.	7-4-1958
Miss Jamieson Mary Jane, 5, Methley Street, London, England.	17-4-1958
Mr. Barnard Harrison, 60, Castlenau, Barnes, London S.W. 13, England.	21-4-1958
Mr. Fitzroy Anthony Leslie, 74, Stockport Road, Longsight, Manchester, England.	25-4-1958
Mrs. F. I. C. Margaret Eggers, Schoeppenstrdt., Lower Saxony, W. Germany.	5-5-1958
Mr. C. E. Charles Cavadino, 117, Hosp. Circular Road, R.A.F., Halton, England.	9-5-1958
Mr. Sandy Smith, N.J. State Prison Farm, Rahway, New Jersey, U.S.A.	9-5-1958
Miss Barbara Annette Manwers, 34, Marton Grove, Hull, Yorkshire, England.	19-5-1958
Miss Wendy Elizabeth Norris, 85, Emsworth Road, North End, London, England.	27-5-1958
Miss Marie Ward, 130, Clifden Road, Clapton, London, England.	27-5-1958
Mr. William Lee Johnson, Lock Bay Road, Rahway, New Jersey, U.S.A.	27-5-1958
Miss June Freda White, 32, Dale Valley Road, Southampton, England.	28-5-1958
Mr. Faris Glubb, Exeter College, Oxford University, England.	28-5-1958
Miss Enid Jackson, 100, Lady Barn Lane, Fallow Field, Manchester, England.	28-6-1958
Mr. Leslie Price, 2, Brownlow Road, New Ferry, Cheshire, England.	6-7-1958
Mr. Federick Henry Webb, 103, Ifield Road, London S.W.10, England.	13-7-1958
Mrs. F. S. Sikander Khan, 23, Perryn Road, Acton, London W. 3, England.	18-7-1958

Mr. James Edwin Hagley, 9, Heaton Way, Romford, Essex, England.	26-7-1957
Miss Therese Blab, 47, Canfield Gardens, London N.W.6, England.	28-7-1957
Miss Sylvia Ann Spencer, 79, Winter Road, Southsea.	2-8-1957
Miss Elizabeth Tibinger, 9, Rotten Park Road, Edgbaston, Birmingham 16, England.	4-8-1957
Miss Bobby Bancroft, 9, Centure Rd. Mile End, Portsmouth, England.	11-8-1957
Mr. John Edwin Clarke, 65, Brockley Rise Lane, London S.E. 23, England.	2-9-1957
Miss Doris May Whiteley, c/o General Hospital, Bury, Lancs, England.	26-9-1957
Mrs. Olive Mercy Brown, Lynden, Rogers Lane, Stoke Poges, Bucks., England.	3-10-1957
Miss Jean Margaret Hodges, 54, Kingfisher Court, East Molesey, England.	6-10-1957
Miss Helga Halene Anita, 2a, 99, Belvedere Road, London S.E. 19, England.	15-12-1957
Miss Katie Ann Macdonald, 23, Coverdale Road, Shepherd's Bush, London W. 12, England.	28-12-1957
Miss Helga Jaensch, 170, Walm Lane, London N.W. 2, England.	18-1-1958
Mr. John Vincent Sears, 14, Pembroke Road, Kirkdale, England.	6-2-1958
Mr. Jan Maris van Stein, 2, Gordon Road, Clifton, Bristol 8, England.	8-2-1958
Miss Barbara Doris Miller, 28, Milton Road, Walthamstow, London E. 17, England.	12-3-1958
Miss Sonya Lorimer Miller, 19, Buckingham Street, London W.C, 2, England.	16-3-1958
Mr. K. C. Garnett Oliver, 24, Pound Avenue, Stevenage, Herts, England.	6-4-1958

Mr. Charles Matthew Pace, 58, Connington Road, Lewisham S.E. 13, Engla[redacted]d.	8-9-1956
Mrs. Sinhini, 6a, Hill Road, London N.W.8, England.	8-9-1956
Mr. Sher Singh Ayed, 52, Parliament Hill, London N.W.3. England.	30-9-1956
Dr. B. P. Bhattacharya, Fairfield General Hospital, Bury, Lancs., England.	24-11-1956
Miss Lily Elise Churcher, 10, Ringroft Street, London N. 7, England.	15-11-1956
Mrs. Nina Constance Capps, Wingfield Cot., Edgcombe, Crowthorne, Berks, England.	
Mr. John Barnston Lamb, Flat 2, 177, Upper Tooting Road, London S.W. 17, England.	14-1-1957
Miss Sakina M. Vivienne Mould, Eye Hospital, Southampton, England.	26-1-1957
Miss Cynthia Chadwick, 36, Renshaw Drive, Bury, England.	20-2-1957
Mr. Joseph Perry Faulton, New Jersey State Prison, Frenton, New Jersey, U.S.A.	23-3-1957
Mr. John Warman, 29, Mess H.M.S. Superb, England.	11-5-1957
Miss Joyce Eileen Boyt, 3, Wain's Ford Close, Pennington, Lymington, England.	17-5-1957
Mr. Bruce Edward Phillips, Lymington Infirmary, Lymington, Hants, England.	17-5-1957
Mr. A. R. James Wardrop, Captain's Office, H.M.S. Adamant, London, England.	20-5-1957
Miss Sylvia Langley, 78, St. Georges Paric Avenue, England.	29-5-1957
Mr. Fred Lor[redacted] Spurlock, Rahwaz Prison Farm, Rahwaz, New Jersey, U.S.A.	7-7-1957
Mr. Robert Bell, Rahwaz Prison Farm, Rahwaz, New Jersey U.S.A.	10-6-1957

Miss Christne Spencer, 26, Denning Road, London N.W., 4, England.	23-10-1955
Miss Hala Margaret Spridgeon, 81, Yorke Way, Hamble, Hants, England.	12-11-1955
Mr. George Edward Cannon, 97, Kearney Avenue, Jersey City 5, New Jersey U.S.A.	14-11-1955
Miss Haniett Patucia Millar, 1156, Dean Street, Brooklyn, New York, U.S.A.	16-11-1955
Mrs. Forest Ernest Barber, Lundbreck, Alberta, Canada.	31-12-1955
Mr. Raphael S. Medina, 64, Cottesmore Court W.8, England.	27-1-1956
Miss Margaret Eellan Oakey, 3, Stewart Avenue, Narborough, Leicestershire, England.	6-3-1956
Mr. Svend Aage Madsen, Set. Laurentugade 13, Ribe, Denmark.	21-3-1956
Mrs. Wagida Yousef, 86, Shirland Road, Paddington, London.	10-4-1956
Mrs. Daphne Stone, 35, Callingham Place, Earl's Court, England.	12-5-1956
Mr. Ray Hall, Eden-a-Grena, Roundel Pk., Belfast, N. Ireland.	11-6-1956
Capt. Peter Gordon Berkshire, 90, Grosvenor Road, Aldershot, England.	8-8-1956
Mr.Harvey Allen, 25b, High Street, Epsom, England.	18-6-1956
Mr. Janu McLaurin, 329, Market Street, Paternson, New Jersey, U.S.A.	18-6-1956
Miss Jeanette Maureen Jones, 161, Cromwell Road, Kensington, England.	20-5-1956
Mrs. Barbara Fawzia Khalid, 69, Evering Road, London, 16. N. England.	8-9-1956
Miss Danielle Corso, 6, Rue E. Negum, Nice (AM) France.	7-9-1956

Mr. D. C. Dutt, 1, Derwent Grove, London, S.E. 22, England.	18-12-1954
Mr. Taher Kamal, 118, Rickmansworth Road, Pinner, Middlesex, England.	30-12-1954
Mr. Alfred C. Hunt, Y.M.C.A., 43, Station Road, Henley, Oxon, England.	12-1-1955
Mrs. Mary Chard, 118, Rickmansworth Road, Pinner, Middlesex, England.	-181-1955
Mr. Keith George Armstrong, 14-A, Honywood Road, Lenham, Kent, England.	21-1-1955
Mr. Gerald Hugh Armstrong, 14,-A, Honywood Road, Lenham, Kent, England.	21-1-1955
Miss Marie Margaret Long, 115, Accan Moss Road, Loughborough, England.	25-1-1955
Mrs. M. D. Ahmed, Burleich Fields, Radmoot Road, Loughborough, Lincestor, England.	28-1-1955
Mr. Charles George Leenard Jones, 1-A Old Dean, Bovingdon, Hurtfordshire, England.	13-2-1955
Mrs. Sheila Khan, 211, Wightman Road, Hornsey, London S.N., England.	20-2-1955
Mr. Mehar Ali C. Khuller, 4, Dickens Close Street, Albans (Herts), England.	23-2-1955
Miss Maria Berner, Bristol General Hospital, Bristol, England.	16-5-1955
Mr. Joseph Ward, 2, The Bridge Bedale, Yorkshire, England.	24-6-1955
Mr. Alan John Vigar, 2, Durtnalls Cottages, Brasted, Westerham, Kent, England.	29-6-1955
Miss Hildegard Holscher, Flat 3, 65, Ramdolph Ave., London W. 9, England.	10-7-1955
Miss Doris Gooderson, 4, Weyside Road, Guildford, England.	24-7-1955
Mr. Ernest Brawn Jr. 115, Wilkinson Avenue, Jersey City, U.S.A.	11-8-1955

Mr. Lt. Comdr. Percy Robinson Berwyn, Gt. Barton, Bury St., Edmunds, England. 15-8-1953

Mr. Henry S. Lewin, 108, Arden Street, Gillingham, Kent, England. 7-9-1953

Miss C. F. Floyed, 2, Fleming Road, Walthamston E. 17, England. 13-9-1953

Mr. N. B. Divecha, 36, Earl's Court Square, London S.W. 5, England. 1-10-1953

Miss Pamela June Nurman, 58, Craighill Road, Leicester, Gt. Britain. 9-1-1954

Mr. Raymond John Lewis Myrick, Officers' Mess, Trg. Bn., Reme Barton, Stacey N. Winchester, Hampshire, Gr. Britan. 7-4-1954

Mr. William Edward Hartzog, 356, Forrest St., Jersey City, New Jersey, U.S.A. 30-4-1954

Mr. Harry Kenneth Walton, c/o 16/17, Lai Chikok Village, Castle Peak Road, Kowloon, Hongkong. 25-3-1954

Mr. Sernon Morris, Rahway Prison Farm, Rahway, New Jersey, U.S.A. 14-6-1954

Miss Marjorie Ethel Harper, c/o National Bank A/Asia, Lothbury, London, England. 29-6-1954

Mr. Cherles Beecham, Drawer N. Trenton 6, New Jersey, U.S.A. 11-9-1954

Mr. Wilson Frederick Duke, 333, Claremont Avenue, Jersey City, New Jersey, U.S.A. 16-10-1954

Miss Yvonne Lefko, 9, Hertford Street, London W. 1, England. 2-12-1954

Mr. Fred Allis Goodwin, Hale Common, Newport, England. 4-12-1954

Mr, B. R. Batley, c/o H. Q. Cydef Benghazi, Libya. 12-12-1954

Mr. Henery Grard, 418, Lordship Lane East, Dulwich, London, England. 18-12-1954

Mr. Werner Merker, 164, Wilford Road, Nottingham, England.	9-8-1951
Mrs. Fatimah Beryl Trene Daureeauro, 17-Tivoli Road, West Norwood, London S.E. 27, England.	26-9-1951
Mr. John Seymour Hancock, 10, Cadogan Gardens, London S.W. 3, England.	20-10-1951
Mr. Dennis Malcolm Batchelor, 11, Guild-count Lane, Sandwich, Kent, England.	23-10-1951
Mrs. Vicki Ramdhame, 30, Elgen Road, Ballsendge, Dublin, England	27-10-1951
Mr. Frederick Owen Curry, c/o Pier Master, The Pier Bognor Regis, Sussex, Gt. Britain.	2-11-1951
Miss Musarat Tasneem Kishwar, Hilary Dugg Gray, 11, Lowndes Square, London, S.W. 1, England.	28-8-1953
Mrs. F. Qureshi, Lodge Farm House, Station Road, Netley Abbey, Southampton, England.	25-1-1953
Miss Marie Dolores Packer, Military Hospital, York, England.	28-2-1953
Mr. Robert Vivian Lowe, 932, Tiverton Ave. Los Angeles 24, Calif., U.S.A.	18-3-1953
Mrs. Lilla Marsh, Kuala Lumpur, Malaya.	26-4-1953
Mrs. Nargis Diane Maria Magda Lena Stella Arain De Neklud off, 9, Friern Barneth Road, New South Gate, London N. 11, England.	17-5-1953
Miss Dora Kaczmarek, Pynackenhact 44, Amsterdam, Holland.	8-6-1953
Mrs. Lilian Ali, 20, Eckersley Street, London E. 1, England.	4-7-1953
Miss Jeannette Salma Dolores Hill, St. John's Hospital, Lewisham, London S.E. 13, England.	20-7-1953

Miss Esthen M. Gill, 234, Gt. Portland Street, London W. 1, England.	27-1-1951
Mr. Denison Emil Warrington, 33, The Park, Parramatta, London, N.S.W., England.	8-2-1951
Mrs. Sughra Tine Ahmed, 59, Phitbeach Gardens, London, S.W. 5, England.	17-2-1951
Mr. J. Arnold, 33, A/B (LT) Regd. R.H. Barton Stacey, Winchester, Hants, England.	15-3-1951
Mrs. Ann Mary Philomena Jones, 54-Lon-Y-glyder Bagor Carns.	21-3-1951
Mrs. Matilda Mohammed, 1/87, Scholefield Street, B. Hans-7, England,	26-3-1951
Miss Aileen Glane, 12, Yeunt Street, London W. 11, England.	2-4-1951
Capt. William Harold Burrows, Horsley Hall, Gresford, N. Wales, Scotland.	28-4-1951
Mr. Aprolis, Tsab[redacted] Zeehandelaar, 6, Thurloe Square, S.W. 7. London, England.	27-5-1951
Mrs. Doris Walker, 4, Cornwall Street, Westminister, London S.W. 1, England.	10-6-1951
Mrs. Joyce Mohamed, 45, Lower Eldon Street, Nottingham, Gt. Britain.	13 6-1951
Miss Kathleen Leek, 45, Lower Eldon Street, Nottingham, Gt. Britain.	19-6-1951
Mr. James Leach, 78, Lots Road, Chelsea, London S.W. 10, England.	29-6-1951
Mr. Gerhard Alfred Selle, Noldner Street 3 1, Berlin, Rummelsburg, W. Germany.	7-7-1951
Mr. Ernest Edward Cook, 72, Supply Depot, Sacoas, Mauritius.	16-7-1951
Miss Lilian Jones, 7, Sloane Court, West, London S.W. 1, England.	21-7-1951
Mrs. Arija Bernoues Tyabjee, Boeton, England.	29-7-1951

Mr. Thomas Henry Roones Bowling, 26, Wrockham Gardens, Potters Bar, Middlesex, England. 7-10-1950

Mrs. Dora Jvy Bowling, 26, Wrockham Gardens, Potters Bar, Middlesex, England. 7-10-1950

Mr. Walter Henry Keyes, Army College, Welbeck Abbey, Notts, England. 17-10-1950

Mr. Howard W. Thomas, 916, Pine Street, Camden, New Jersey, U.S.A. 12-11-1950

Mr. Ernest Luscombe, 9, Pinewood Avenue, New Haw, Weybridge, Surrey, England. 22-10-1950

Mr. Moses L. Lawyer, 1313 W, Flora Street, Philadelphia 22, Pa. U.S.A. 12-11-1950

Mrs. Blanche Lawyer, 1313 W, Flora Street, Philadelphia, Pa. U.S.A. 12-11-1950

Mr. Nathan Jones Jr., 1927, N. Rinogold Street, Philadelphia, U.S.A. 11-12-1950

Mrs. Daisy Hollis, 1005, Locust Street, Camden, New Jersey, U.S.A. 12-11-1950

Mrs. Myra Stacey, 3, Jessamine Road, Shirley, Southampton, England. 14-11-1950

Mr. Nicholas M. Vasilatos 716, Parondolet Street, Los Angels, California (U.S.A.). 20-11-1950

Mrs. Joyce Evelain Mia, 52, Stanhope Street, Liverpool 8, England. 23-11-1950

Miss Ann Elizabeth Gracie Wilding, 58, New Cavendist Street, London W. 1, England. 24-11-1950

Mr. Alfred Sherman Phelps Jr., 708, Chestnut Street, Camden (3), New Jersey U.S.A. 11-12-1950

Mrs. Carrie Annie Thomas, 916, Pine Street, Camden, New Jersey, U.S.A. 11-12-1950

Charles Howard, 213, Benson Street, Camden, New Jersey, U.S.A. 11-12-1950

Blarence Smith Hollie, 1005, Tocust Street, Camden, New Jersey, U.S.A. 12-12-1950

Iris Margaret Pembery, 89, Oatlands Drive, Wegbridge, Surrey, England.	10-3-1950
Asha Norsidin, 27, Pine Street, Liverpool-7, England.	26 2-1950
Mr. Edward M'cartney, 27, Pine Street, Liverpool-7, England.	26-2-1950
Mr. Edward Alcock, P. O. Box 1045, Kuala Lumpur, Malaya.	26-1-1950
Mr. Reginald Lawrence Priesithed, 34, Wennington Road, Hampton Hill, Middlesex, England.	20-5-1950
Mrs. Margaret L. Cook, 35, Surrey Road, Reading Berks, England.	22-6-1950
Mrs. Janet M'Allester, 28, Camp Road, Crombia, Scotland.	8-7-1950
Mr. Gerald Kenney, 54, Hunter Street, London W.C.1. England.	8-7-1950
Mr. John Alfred, 77, Embletom Road, London S.E.13 England.	10-7-1950
Mrs. Margaret Ahmed, 5, Godfrey House, Thrawl Street, London, England.	13-7-1950
Miss Jean Helen Rikki, 39, Loop Road, Woking, Surrey, England.	30-7-1950
Mrs. Violet Dorothy Brailsford, 74, Ringston Hill, Thames, England.	6-8-1950
Miss Brenda E'Hull, Woodfield, Stanley Hell Avenue, Amersham, Bucks, England.	22-8-1950
Mr. A. C. Williams, 2, Westbourne Grove, Withington, Manchester 20, England.	22-8-1950
Mr. Franke Kaye, 61, Cross Lane, Primrose Hill, Huddersfield, Yorkshire, England.	12-9-1950
Mrs. Pessy P. Woods, 33, Dewsbury Road, Dollis Hill, London N.W. 10, England.	2-9-1950
Miss Nicola Keith Thomas, c/o The Rectory Stock, Essex, England.	23-9-1950

TOWARDS ISLAM.....

The following are names and addresses of our new brethers and sisters who entered the fold of Islam through Woking Muslim Mision and Literary Trust, Woking, Surrey, England since June 1950 upto March 1961. Due to late arrival of record from England we could not insert the list of 1952.

Mr. Brian Pric Paul Lavender, Era's Mess, H.M.S. Caledonia, Rosyth, Scotland.	13-6-1950
Mr. James Gawers Macdonald, 151, High Street, Albertshot, England.	13-6-1950
Mrs. Myra Matthews, 20, Vandyke Street, Liverpool 8, England.	12-6-1950
Mr. Derek Howard Smith, 92, Oldham Road, Grosscroft, Ne. Oldhaw Lanes (England).	27-5-1950
Miss Darly Hecly Buerki, 26, Downage, Hendon, London N.W.4, England	24-5-1950
Mr. Harold Kaulry Davidson, (C) Camp, Barton Stacey, Hants, England.	24-5-1950
Miss N. Selimina Karim, 52, Gun Street, London E.1, England.	23-5-1950
Mr. Abdullah Hussain Karim, 52, Gun Street, London E.1. England.	23-5-1950
Mr. Ernest Edward Cook, 3, S.R.D.; R.A.S.C., Taunton, England.	22-5-1950
Mr. James Ritchie M' Allister, 28, Camp Road, Brombie, Police Admiralty, Dunfermline, Scotland.	21-5-1950
Mrs. Barbara Gammon, 49, Christchurch Street, Chelsea, London, England.	21-4-1950
Mr. Leonard Cook, 35, Surrey Road, Reading, Berkshire, England.	21-3-1950
Edith Mary Baroky, 8, Woodfield Road, Ealing, London W.5, England.	18-3-1950
Miss Barbara Parnell, 7, Elmbanis Mansions, Barnes, London S.W. 13, England	18-3-1950
Miss Monica Hazel Anne, 19, Campbell Road, Southsea.	19-3-1950
Yusuf Savine, 3, Markham Square, London S.W.3. England.	11-3-1950

بلاشُبہ اللہ کا اصل دین اسلام ہی ہے۔ القرآن

میرا قبولِ اسلام

انگریز نومُسلمین کے قبولِ اسلام کی داستان
اُن کے اپنے قلم سے

ترجمہ
بشیر سوز

مُسلم بُک سوسائٹی، عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ، لاہور
ووکنگ مُسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ،